



# **A COMPARATIVE STUDY OF REVELATION, COMPILATION AND ARRANGEMENT OF THE HOLY QURAN AND THE NEW TESTAMENT**

**THESIS**  
SUBMITTED FOR THE DEGREE  
DOCTOR OF PHILOSOPHY  
IN  
**SUNNI THEOLOGY**

BY  
**MOHD. SHAREEF**

Under the Supervision of  
**DR. ABDUL KHALIQUE**  
Reader, Deptt. of Sunni Theology

**DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY**

ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

ALIGARH-202002 (INDIA)

2010



# قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا نزول، جمع اور ترتیب کے لحاظ سے تقابلی مطالعہ

مقالہ برائے

پی ایچ ڈی

نگراں  
ڈاکٹر عبدالحق  
ریڈر، شعبہ دینیات (سنی)

مقالہ نگار  
محمد شریف  
ریسرچ اسکالر

شعبہ دینیات (سنی)  
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



تلخيص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد بن المصطفى  
سيد المرسلين وآله وصحبه اجمعين .

اس خالق عزوجل کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو اس زمین کا وارث بنایا اور بہت ساری انواع و اقسام کی لذتوں سے بہرہ ور کیا۔ ضروریات زندگی کے مطابق دیگر مخلوقات سے منفعت حاصل کرنے کے طریقے سکھائے۔ اس مالک حقیقی نے جہاں دنیا کی مختصر سی زندگی کے لیے بہت سے اسباب مہیا کیے وہیں دنیا کے بعد آنے والی طویل اور دائمی حیات کے واسطے دنیاوی زندگی ہی کو سبب قرار دیا تاکہ انسان ہر وہ عمل کرنے کی کوشش کرے جو اسے اپنی آخرت کی زندگی میں نفع دے سکے۔ اور ہر اس عمل سے احتراز کرنے کی کوشش کرے جو اسے دنیا و آخرت دونوں جگہوں پر رنج و مصیبت سے دوچار کرتا ہو۔ ان اچھے برے اعمال میں فرق کرنے اور صحیح راستہ چننے کے لیے پہلے تو اس نے انسان کے اندر ہی عقل و سمجھ و دیعت فرمادی کہ وہ خود اپنی مخصوص صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر بہتر زندگی گزارنے اور پُر امن و متوازن راہ اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنی انسانی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور ضمیر کی آواز سے بے اعتنائی برت کر غفلت و سرکشی اختیار کرتا ہے اور شیطانی سرشت کو اپناتا ہے تو اسے متنبہ کرنے اور برے عمل کے خطرناک نتائج سے ڈرانے اور اچھے عمل کے لیے خوشخبری سنانے کو انسانوں ہی میں سے ایسے افراد پیدا فرمائے جو اپنی باطنی اور روحانی اعتبار سے اپنی ہی قوم کے قبیلے کے ایک بشر، علم و حکمت میں ایسا کہ زمانے کا بڑے سے بڑا فلسفی اس کے قدموں کی خاک کو اپنی پیشانی سے ملنا تاج افتخار سمجھے اور سادگی ایسی کہ گناہ و چالپوسی کبھی اس کے فصیل عصمت کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ یہی حضرات اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں جو ہر دور

ہر علاقہ اور ہر قوم میں اسی کی زبان میں پیغام حق لے کر مبعوث ہوئے۔ قرآن شاہد ہے:

ولكل امة رسول وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ( ہر قوم میں رسول آئے اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔ )

اور تمام رسولوں کی بنیادی تعلیم ایک ہی جیسی تھی ان کا دین ایک ہی تھا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

انبياء اخوة لعلات امهاتهم شتى ودينهم واحد ( تمام پیغمبر ایسے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔ )

لہذا دنیا میں بہت سی ایسی قدیم اقوام آباد ہیں جن سے بظاہر کسی معروف رسول کا نام صحیح دلائل سے جڑا معلوم ہوتا۔ تاہم اتنا تو یقینی طور پر ماننا پڑے گا کہ ان میں کوئی نہ کوئی پیغام حق دینے والا مقدس رسول اور پیغمبر ضرور آیا ہوگا۔ اس لیے آج اس بات کی ضرورت ہے کہ آسمانی مذاہب کے لڑیچر کو دیکھا جائے اور ان میں اس طرح کی تعلیمات کو تلاش کیا جائے جو پیغمبری تعلیمات سے میل کھاتی ہیں جس کا بہترین اور واحد پیمانہ حق قرآن مقدس ہے قرآن ہی کی روشنی میں لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالا جاسکتا ہے۔

كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور ( یہ کتاب جس کو ہم نے تیری جانب اتارا ہے اس لیے ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی میں نکال لائے۔ )

میں نے اس مقالے کو مقدمہ، پانچ ابواب اور خلاصہ بحث و کتابیات پر منقسم کیا ہے:

پہلا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا مختصر تعارف کرانے کی کوشش کی ہے میں نے اس باب میں یہ واضح کیا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے یعنی جو قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا بعینہ وہی قرآن آج بھی موجود ہے چوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب کائنات نے لی ہے اور عہد نامہ جدید کی کل ۲۷ کتابوں کا مختصر تعارف کراتے ہوئے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان کتابوں کی اصلیت کیا ہے چوں کہ یہ تمام

کتابیں وہ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین و تبعین نے لکھا تھا۔

دوسرا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کے نازل ہونے کی کیفیت بیان کی ہے یعنی قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً ۲۳ سال میں بوقت ضرورت نازل ہوا یعنی جیسے قرآن کی ضرورت محسوس ہوتی گئی ویسے ویسے قرآن نازل ہوتا گیا۔ جب کہ عہد نامہ جدید کا معاملہ ایسا نہیں ہے پہلے تو یہ کہ یہ کتاب نازل ہی نہیں ہوئی ہے اور جو کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کے نام سے نازل ہوئی ہے وہ تھوڑی تھوڑی کر کے نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں نازل ہوئی ہے جس کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے نزول کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

تیسرا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین کی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت قرآن کی وہ شکل نہ تھی جو آج ہے بلکہ قرآن اس وقت صحابہ کرام کے سینوں میں، کاغذ کے ٹکڑوں پر، لکڑی کی ٹہنیوں پر، درخت کی چھالوں اور ہڈی کی تختیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم کے مشورے سے حضرت زید بن ثابت و دیگر کاتبین وحی کے ذریعہ قرآن پاک کو یکجا کرایا تھا۔ حضرت زید بن ثابت و دیگر صحابہ کرام میں اگر کسی آیت کے تعلق سے اختلاف ہوتا تو حضرت زید بن ثابت کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی چوں کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین کا معاملہ ذرا الگ ہے عہد نامہ جدید جو خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر مشتمل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ مصلوبیت کے بہت بعد مرتب ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر جو انجیلیں مرتب ہو رہی تھیں ان کی تعداد ۲۷۰ تک پہنچ گئی تھی ہر فرقے کے پاس ایک انجیل تھی ان بے شمار انجیلوں میں سے ایک مذہبی کونسل نے چار انجیلوں کا انتخاب کیا ان انجیل اربعہ کے علاوہ کچھ رسالے اور کچھ خطوط کو شامل کیا گیا جن کی مجموعی تعداد ۲۲ تھی۔ ان کتابوں میں کتاب اعمال کو شامل کرنے کے بعد عہد نامہ جدید مکمل ہو جاتا ہے جو کل ۲۷ کتابوں پر مشتمل ہے۔

چوتھا باب: اس باب میں قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی ترتیب کو بیان کیا گیا ہے۔ چوں کہ قرآن کریم کی تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا لیکن تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوین ثانی میں ہر سورہ کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئیں اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر نہ آسکی اس لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو اور جو قرآن کی الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے اسے ایک مصحف کی شکل دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کر دی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صحیفہ ربانی (انجیل) اپنے حواریوں کو دے کر گئے تھے تاریخ اس کے متعلق بالکل ساکت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف براری کے بعد، چوں کہ عام عقیدہ کے مطابق، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے منتظر تھے اس لیے انجیل کی ترتیب و تدوین کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی۔ بہت بعد میں مختلف خیال فرقوں (عیسائی، کلیسا، یہودی اور غیر یہودی) نے اپنی اپنی انجیلیں مرتب کرنا شروع کیں یہ اناجیل درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات تھیں یہ کل ۳۴ تھیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد (۱۱۳) خطوط کی تھی۔ نیقیہ کی مشہور کونسل نے اناجیل اربعہ کے علاوہ رسولوں کے اعمال، پولس، یعقوب، پطرس، یوحنا، اور یہودا کے خطوط اور مکاشفات یوحنا منتخب کر لیے۔ جو کچھ منتخب کیا گیا اسے عہد نامہ جدید کہتے ہیں۔

پانچواں باب: اس باب میں قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کے نزول، جمع اور ترتیب کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد کو بیان کیا ہے۔ یعنی قرآن تقریباً ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا جب کہ عہد نامہ جدید کے نام سے تو نزول نہیں ہوا ہے لیکن انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے وہ ایک ہی وقت میں نازل ہوئی ہے۔ قرآن کریم کی جمع و تدوین جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ عمل میں آئی وہ اس قرآن کریم کی جمع وہ تدوین ہے جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا

جب کہ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین وہ ان حواریین کی کتابوں کی جمع و تدوین ہے جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین و تبعین نے لکھا تھا۔ قرآن کریم کی ترتیب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ عمل میں آئی لیکن یہ ترتیب بھی وہی تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا تھا صرف سورتوں کی ترتیب کے بارے میں کچھ محدثین میں اختلاف ہے۔ جب کہ عہد نامہ جدید کی ترتیب کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ عہد نامہ جدید کی ترتیب کے ساتھ ساتھ اس کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔

### محمد شریف

ریسرچ اسکالرشپ دینیات (سنی)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



شعبۂ سنی دینیات  
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی  
۲۰۲۰۰۲-۱۱



Off. : Ext. 2701166  
Int. : 1780

**DEPARTMENT OF SUNNI THEOLOGY**  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY  
ALIGARH-202 002, INDIA

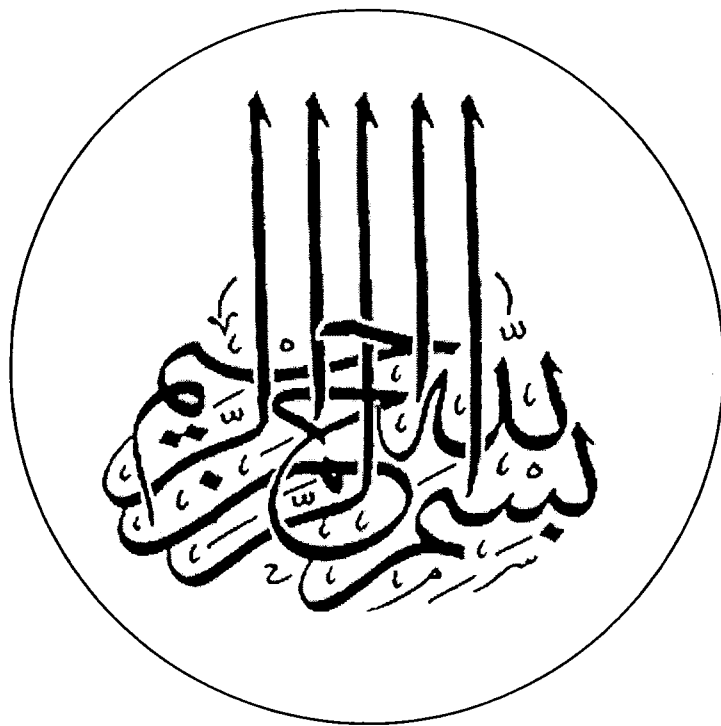
Ref. No. ....

Dated .....: 13.08.2010

### TO WHOM IT MAY CONCERN

Certified that **Mr. Mohd. Shareef** Enrolment No. GA-1388 a Research Scholar in the Department of Sunni Theology, A.M.U., Aligarh has completed his research work entitled: "A COMPARATIVE STUDY OF REVELATION, COMPILATION AND ARRANGEMENT OF THE HOLY QURAN AND THE NEW TESTAMENT". The work embodying the findings, result of investigations, is conducted under my supervision. It is an original work suitable for submission for the award of Ph.D degree in Sunni Theology.

  
(Dr. Abdul Khaliq)  
Supervisor



## فہرست

۷-۱	مقدمہ:
۷۰-۸	باب اول: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کا مختصر تعارف
۴۹-۹	الف: قرآن کریم کیا ہے
۷۰-۵۰	ب: عہدنامہ جدید کیا ہے
۹۶-۷۱	باب دوم: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کا نزول
۸۸-۷۲	الف: قرآن کریم کا نزول
۷۱-۹۶	ب: عہدنامہ جدید کا نزول
۱۳۶-۹۷	باب سوم: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کی جمع و تدوین
۱۲۲-۹۶	الف: قرآن کریم کی جمع و تدوین
۱۳۶-۱۲۳	ب: عہدنامہ جدید کی جمع و تدوین
۱۵۹-۱۳۷	باب چہارم: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کی ترتیب
۱۴۸-۱۳۸	الف: قرآن کریم کی ترتیب
۱۵۹-۱۴۹	ب: عہدنامہ جدید کی ترتیب
۱۸۵-۱۶۰	باب پنجم: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کا نزول، جمع اور ترتیب کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد
۱۶۵-۱۶۱	الف: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کے نزول کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد
۱۷۳-۱۶۶	ب: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کی جمع و تدوین کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد
۱۸۵-۱۷۵	ج: قرآن کریم اور عہدنامہ جدید کی ترتیب کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد
۱۹۰-۱۸۶	کتابیات:



## مقدمه

## مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد بن المصطفى

سيد المرسلين وآله وصحبه اجمعين۔ اما بعد

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ انسان دنیا میں نہ جانے کتنے مذاہب اور قبائل میں بٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے لیے ہمیشہ انسانوں کو صحیح راستہ بتانے کے لیے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا رہا اور ہر دور میں یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کسی مذہب اور کتاب کی حفاظت کا وعدہ نہیں لیا لیکن صرف ایک مذہب ایسا ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً“۔ تمام ادیان میں صرف دین اسلام ہی ایسا دین ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے علی الاعلان اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا جملہ تمام آسمانی کتابوں میں صرف اور صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ لیا اور ارشاد فرمایا ”نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون“ اور اسی کے ساتھ ساتھ جس آخری اور محبوب نبی پر اس مقدس کلام کو نازل فرمایا اس کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ”ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“۔ یعنی اللہ کا یہ مقدس نبی اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں وہ رب کا پیغام ہوتا ہے۔

میرے مقالے کا موضوع: ”قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا نزول جمع اور ترتیب کے لحاظ

سے تقابلی مطالعہ“ ہے۔

مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں قرآن کریم کا تصور بالکل واضح ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں دیگر آسمانی کتابیں یا ان سے متعلق صحیفے کی حقیقت اور ماہیت اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ ان کتابوں میں ان کے متبعین نے مسلسل تحریفات کیں اور یہ واقعہ دنیا کی نگاہ میں ایک کھلی حقیقت ہے اور یہی قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا بین فرق ہے۔ چونکہ میرے مقالے کا موضوع قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا نزول جمع اور ترتیب کے لحاظ سے تقابلی مطالعہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کریم کا نزول تقریباً ۲۳ برسوں میں مکمل ہوا، لیکن عہد نامہ جدید کے نزول پر بہر حال ایک سوال قائم ہے اور اس سوال کے ساتھ ہی جمع، ترتیب اور تقابل کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر بھی موضوع کا احاطہ کرنے کے لیے متعلقہ مواد کی وضاحت اس کا تجزیہ موجود شواہد کی روشنی میں کرنا ناگزیر تھا اس لیے ابواب کی تقسیم میں ہی اس امر کا خیال رکھا گیا کہ ان دونوں کتابوں کا تصور مکمل طریقے سے واضح کیا جاسکے۔ اس کے ساتھ ہی دیگر ابواب میں اس کی مزید شرح و بسط کی گئی ہے۔

میں نے اس مقالے کو مقدمہ، پانچ ابواب اور خلاصہ بحث و کتابیات پر منقسم کیا ہے:

پہلا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا مختصر تعارف کرانے کی کوشش کی ہے میں نے اس باب میں یہ واضح کیا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے یعنی جو قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا بعینہ وہی قرآن آج بھی موجود ہے چوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب کائنات نے لی ہے اور عہد نامہ جدید کی کل ۲۷ کتابوں کا مختصر تعارف کراتے ہوئے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان کتابوں کی اصلیت کیا ہے چوں کہ یہ تمام کتابیں وہ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین و متبعین نے لکھا تھا۔

دوسرا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کے نازل ہونے کی کیفیت بیان کی ہے یعنی قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً ۲۳ سال میں بوقت ضرورت نازل ہوا یعنی

جیسے قرآن کی ضرورت محسوس ہوتی گئی ویسے ویسے قرآن نازل ہوتا گیا۔ جب کہ عہد نامہ جدید کا معاملہ ایسا نہیں ہے پہلے تو یہ کہ یہ کتاب نازل ہی نہیں ہوئی ہے اور جو کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کے نام سے نازل ہوئی ہے وہ تھوڑی تھوڑی کر کے نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں نازل ہوئی ہے جس کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے نزول کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

تیسرا باب: اس باب میں میں نے قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین کی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت قرآن کی وہ شکل نہ تھی جو آج ہے بلکہ قرآن اس وقت صحابہ کرام کے سینوں میں کاغذ کے ٹکڑوں پر، لکڑی کی ٹہنیوں پر، درخت کی چھالوں اور ہڈی کی تختیوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا جس کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم کے مشورے سے حضرت زید بن ثابت و دیگر کاتبین وحی کے ذریعہ قرآن پاک کو یکجا کر کرایا تھا حضرت زید بن ثابت و دیگر صحابہ کرام میں اگر کسی آیت کے تعلق سے اختلاف ہوتا تو حضرت زید بن ثابت کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی چوں کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین کا معاملہ ذرا الگ ہے عہد نامہ جدید جو خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر مشتمل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ مصلوبیت کے بہت بعد مرتب ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر جو انجیلیں مرتب ہو رہی تھیں ان کی تعداد ۲۷ تک پہنچ گئی تھی ہر فرقے کے پاس ایک انجیل تھی ان بے شمار انجیلوں میں سے ایک مذہبی کونسل نے چار انجیلوں کا انتخاب کیا ان اناجیل اربعہ کے علاوہ کچھ رسالے اور کچھ خطوط کو شامل کیا گیا جن کی مجموعی تعداد ۲۳ تھی۔ ان کتابوں میں کتاب اعمال کو شامل کرنے کے بعد عہد نامہ جدید مکمل ہو جاتا ہے جو کل ۲۷ کتابوں پر مشتمل ہے۔

چوتھا باب: اس باب میں قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی ترتیب کو بیان کیا گیا ہے۔ چوں کہ قرآن کریم کی تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا لیکن تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوین ثانی میں ہر سورہ کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئیں اور الگ

الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر نہ آسکی اس لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو اور جو قرآن کی الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے اسے ایک مصحف کی شکل دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کردی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صحیفہ ربانی (انجیل) اپنے حواریوں کو دے کر گئے تھے تاریخ اس کے متعلق بالکل ساکت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد، چوں کہ عدم عقیدہ کے مطابق، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے منتظر تھے اس لیے انجیل کی ترتیب و تدوین کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی۔ بہت بعد میں مختلف خیال فرقوں (عیسائی، کلیسا، یہودی اور غیر یہودی) نے اپنی اپنی انجیلیں مرتب کرنا شروع کیں یہ اناجیل درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات تھیں یہ کل ۳۴ تھیں ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد (۱۱۳) خطوط کی تھی۔ نیقیہ کی مشہور کونسل نے اناجیل اربعہ کے علاوہ رسولوں کے اعمال، پولس، یعقوب، پطرس، یوحنا، اور یہودا کے خطوط اور مکاشفات یوحنا منتخب کر لیے۔ جو کچھ منتخب کیا گیا اسے عہد نامہ جدید کہتے ہیں۔

پانچواں باب: اس باب میں قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کے نزول، جمع اور ترتیب کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد کو بیان کیا ہے۔ یعنی قرآن تقریباً ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا جب کہ عہد نامہ جدید کے نام سے تو نزول نہیں ہوا ہے لیکن انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے وہ ایک ہی وقت میں نازل ہوئی ہے۔ قرآن کریم کی جمع و تدوین جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ عمل میں آئی وہ اس قرآن کریم کی جمع وہ تدوین ہے جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جب کہ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین اور ان حواریین کی کتابوں کی جمع و تدوین ہے جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین و تبعین نے لکھا تھا۔ قرآن کریم کی ترتیب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے



ذریعہ عمل میں آئی لیکن یہ ترتیب بھی وہی تھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا تھا صرف سورتوں کی ترتیب کے بارے میں کچھ محدثین میں اختلاف ہے۔ جب کہ عہد نامہ جدید کی ترتیب کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ عہد نامہ جدید کی ترتیب کے ساتھ ساتھ اس کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔

اختتام پر کتابیات میں ان کتاب و رسائل کا ذکر کیا گیا ہے جن سے مقالہ کی ترتیب و تشکیل کے دوران مدد لی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت اور احسان ہے کہ اس نے مجھے اس مقالے کی تکمیل کی توفیق بخشی اور آج یہ مرحلہ طے ہوا۔

میں شکر گزار ہوں استاد محترم ڈاکٹر عبدالحق صاحب کا جن کی نگرانی اور مکمل رہنمائی سے یہ مقالہ وجود میں آیا ہے انھوں نے جس توجہ اور انہماک سے مقالہ کو بار بار پڑھ کر مشوروں سے نوازا اور مختلف مواقع پر اس کو ضروری اصلاحات سے رونق بخشی میں ان کی ان سب عنایات اور مستقل مشفقانہ سلوک کا جو انھوں نے میرے ساتھ روا رکھا ہے میرا دل ان کے لیے احترامی جذبات سے لبریز ہے۔ جو انشاء اللہ تا عمر قائم رہے گا۔

میں شکر گزار ہوں اپنے شعبہ کے تمام اساتذہ کرام کا بالخصوص ڈین فیکلٹی آف دینیات پروفیسر سعود عالم قاسمی کا کہ ان لوگوں نے بیشتر موقعوں پر میری رہنمائی فرمائی۔

اس موقع پر والدین کے لیے کچھ بھی عرض کرنے میں الفاظ کا جامہ تنگ بھی ہے اور محض رسم بھی سو اس دعا کے اور کیا کہا جائے! اللہ ان شخصیتوں کا سایہ مجھ پر دراز کرے تاکہ اس کی ٹھنڈک سے میں مستفیض و مستفید ہوتا رہوں اللہم رب ارحمہما کما ربیبانی صغیرا۔ اس کے ساتھ میرے گھر کے تمام افراد اور عزیز واقارب کا ایسا بے لوث تعاون، مشفقانہ ہمدردی، مستقل حوصلہ افزائی ایک ناقابل بیان اور ناقابل فراموش حقیقت ہے انھیں اس موقع سے یاد کرنا میرا خوشگوار فریضہ ہے۔

میرے اس مقالے کو پورا کرنے میں جن لوگوں نے علمی اعتبار سے مدد اور حوصلہ افزائی کی ہے ان میں شعبہ دینیات کے لائبریرین ابرار بھائی، اشتیاق بھائی اور مولانا آزاد لائبریری کے اسٹاف کا میں شکر گزار ہوں۔ میں استاد محترم مفتی یونس صاحب اور ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی کا بھی شکر گزار ہوں جو میری علمی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔ میں ڈاکٹر افضال، ڈاکٹر عطاء اللہ، ڈاکٹر زبیر، ڈاکٹر ابوبکر، ڈاکٹر شاہ عالم، ذوالفقار احمد، محمد نفیس، رحمت اللہ، محمد افضل، فیصل خاں، محمد عمران خاں، محمد جلال الدین ودیگر دوستوں کا میں ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے مجھے ہر اعتبار سے مدد اور حوصلہ افزائی کی آخر میں میں کاتب محمد انصر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ایک لمبے عرصے تک میرا ساتھ دیا اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

### محمد شریف

ریسرچ اسکالرشپ شعبہ دینیات (سنی)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

## بَابِ اَوَّل

قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا مختصر تعارف

## قرآن کریم کیا ہے؟

قرآن مجید: لفظ 'قرآن' قرأ یقرأ (باب فتح یفتح اور بقول الزجاج نصر ینصر) کا مصدر ہے قرأ یقرأ کا مصدر تین طرح آتا ہے: ایک (بقول اللحياني) قرأ دوسرے قراءۃ اور تیسرے قرآن یہ فعل، اگرچہ متعدی ہے تاہم بعض اوقات تعدیہ کے لیے اس پر صرف "ب" بھی داخل ہوتا ہے، مثلاً قرأ القرآن کبھی پڑھا جاتا ہے اور قرأ بالقرآن بھی۔

قرأ کے لفظی معنی پڑھنے کے بھی ہیں اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر جمع کرنے کے بھی، ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ ملا کر تلفظ کیا جائے تو اس کو قراءۃ کہتے ہیں۔ قرآن، مقروء (مفعول) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب وہ صحیفہ جو پڑھا جاتا ہے۔<sup>۱</sup>

اصطلاحی معنی میں قرآن، اللہ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ قرآن کو قرآن کیوں کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس کے کئی وجوہ ہیں۔

- (۱) یہ آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔
- (۲) انبیائے سابقین پر نازل شدہ کتب و صحف کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔
- (۳) اس میں قصص و واقعات، اہم سابقہ حالات و حوادث، اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید وغیرہ کو مناسب انداز سے جمع کیا گیا ہے۔

(۳) علوم و معارف کا عمدہ ترین مجموعہ ہے۔<sup>۲</sup>

قرآن مجید میں لفظ قرآن چھیاسٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً القرآن المجید<sup>۶۶</sup>

(ق:۱)، الرحمن علم القرآن (الرحمن:۲۱)، انه لقرآن کریم (الواقعه:۷۷)، ورتل القرآن ترتیلاً (المزل:۴)۔

### قرآن مجید کے نام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن مجید کو موقع و محل کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے متعدد ناموں سے موسوم کیا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے چار نام ذکر کیے ہیں اور وہ یہ ہیں: القرآن، الفرقان، الکتاب اور الذکر۔ القرآن اس کا نام اس لیے ہے کہ یہ پڑھا جاتا ہے اور آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے، نیز اس میں مختلف علوم و قصص و اخبار کو نہایت بلیغ انداز میں جمع کر دیا گیا ہے، جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے۔ نحن نقص عليك احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن (ق:) وان كنت من قبله لمن الغافلين (یوسف:۳)، یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس قرآن کے ذریعہ سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔ نیز فرمایا: ان هذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی هم فیہ یختلفون (النمل:۷۶)، یعنی بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

قرآن مجید کو الفرقان کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ اس میں حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیكون للعالمین نذیراً (الفرقان:۱)، یعنی بڑی برکت والی ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن مجید) اتارا تاکہ وہ سارے جہان کو ڈرانے والا ہو۔

الکتاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکتوب ہے اور اسے باقاعدہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے ارشاد الہی ہے: ذلك الكتاب لا ريب فيه (البقرہ:۲)، یعنی یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: الحمد لله الذی انزل علی عبده الكتاب ولم يجعل له عوجاً (الکہف:۱)، یعنی

ساری ستائشیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر الكتاب (قرآن مجید) اتاری اور اس میں کسی طرح کی بھی کجی نہ رکھی۔

الذکر کے نام سے اس کو اس بنا پر پکارا گیا کہ اس میں اللہ نے اپنے بندوں کو پند و نصائح سے نوازا ہے۔ حدود و فرائض پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے اور اسرار و حکم کی پردہ کشائی فرمائی ہے۔ فرمایا: **وانه لذكر لك ولقومك (الزخرف: ۴۴)**، یعنی بلاشبہ یہ ذکر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لیے، **وهذا ذكر مبارك انزلناه (الانبياء: ۵۰)**۔ <sup>۳</sup> ان کے علاوہ اس کے اور بہت سے صفاتی نام ہیں۔ مثلاً جن کو علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں نقل کیا ہے۔ کہ پروردگار عالم نے اپنی کتاب کے پچپن نام رکھے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

شمار نام قرآن کی وہ آیت جس میں نام آیا ہے

۲۱۔ کتاب اور مبین حم والكتاب المبين

۳۳۔ قرآن اور کریم انه لقرآن كريم

۵۔ کلام حتى يسمع كلام الله

۶۔ نور وانزلنا اليكم نوراً مبيناً

۷ و ۸۔ ہدی اور رحمت وهدي ورحمة للمومنين

۹۔ فرقان نزل الفرقان على عبده

۱۰۔ شفاء وننزل من القرآن ما هو شفاء

۱۱۔ موعظة قد جاءكم موعظة من ربكم

۱۲۔ شفاء لما في الصدور وشفاء لما في الصدور

۱۳ و ۱۴۔ ذکر اور مبارک وهذا ذكر مبارك انزلناه

۱۵۔ علی وانہ فی ام الكتاب لدينا لعلی حکیم

- ۱۶۔ حکمت حکمة بالغة
- ۱۷۔ حکیم تلك آيات الكتاب الحكيم
- ۱۸۔ مہمّن مصدقا لما بين يديه ن من الكتاب ومهيماً عليه
- ۱۹۔ حبل واعتصموا بحبل الله جميعا
- ۲۰۔ صراط مستقيم وان هذا صراطي مستقيماً
- ۲۱۔ قيم قيماً لينذر
- ۲۲ و ۲۳۔ قول اور فصل انه لقول فصل
- ۲۴۔ نبأ عظيم عم يتساء لون عن النبأ العظيم
- ۲۵ و ۲۶ و ۲۷۔ احسن الحديث مثاني اور تشابه الله نزل احسن الحديث كتاباً متشابهاً مثاني
- ۲۸۔ تنزيل وانه لتنزيل رب العالمين
- ۲۹۔ روح اوحينا اليك روحاً من امرنا
- ۳۰۔ وحى انما انذركم بالوحى
- ۳۱۔ عربى قرآنأ عربياً
- ۳۲۔ بصائر هذا بصائر من ربكم
- ۳۳۔ بيان هذا بيان للناس
- ۳۴۔ علم من بعدما جاءك من العلم
- ۳۵۔ حق ان هذا لهو القصص الحق
- ۳۶۔ هادى ان هذا القرآن يهدى
- ۳۷۔ عجب قرآنأ عجباً
- ۳۸۔ تذكره انه لتذكرة

- ۳۹۔ عروۃ الوثقیٰ استمسک بالعروۃ الوثقیٰ
- ۴۰۔ صدق والذي جاء بالصدق
- ۴۱۔ عدل وتمت كلمة ربك صدقاً وعدلاً
- ۴۲۔ أمر ذلك امر الله انزله اليكم
- ۴۳۔ منادی منادياً ينادى للايمان
- ۴۴۔ بشرى هدى وبشرى
- ۴۵۔ مجيد بل هو قرآن مجيد فى لوح محفوظ
- ۴۶۔ زبور ولقد كتبنا فى الزبور
- ۴۷ و ۴۸۔ بشير اور نذير كتب فصلت آيته قرآناً عربياً لقوم يعلمون بشيراً ونذيراً
- ۴۹۔ عزيز وانه لكتب عزيز
- ۵۰۔ بلاغ هذا بلاغ للناس
- ۵۱۔ قصص احسن القصص بما اوحينا اليك هذا القرآن
- ۵۲ و ۵۳۔ صحف اور مكرم یہ چاروں نام ایک ہی سورۃ میں آئے ہیں
- ۵۴ و ۵۵۔ مرفوع و مطهر فى صحف مكرمة مرفوعة مطهرة ۴

نوٹ: علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے نزدیک قرآن مجید کے یہ سب وہ صفاتی نام ہیں جو خود قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ پچاس<sup>۵۰</sup> کے قریب اور بعض کے نزدیک نناوے<sup>۹۹</sup> کے قریب ہیں۔

حدیث میں بھی قرآن مجید کے چند صفاتی ناموں کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً النجاة حبل الله

المتين، المرشد، المعدل، الرافع، صاحب المؤمن كلام الرحمن وغير ذلك۔ ۵



## قرآن مجید کی حیثیت:

ذات باری اور اس کا فیضانِ ہدایت:

انسان ایک ایسی بالاتر ہستی کا احساس اور یقین، جو اس پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے، ہمیشہ سے رکھتا چلا آ رہا ہے۔ اگر موجودہ زمانے کے اشتراکی مادہ پرستوں اور کچھ بے بصیرت فلسفیوں اور ان کے اندھے پیروں سے صرف نظر کر لیا جائے تو اس حقیقت کا انکار تاریخ کے صفحات میں شاذ و نادر ہی مل سکے گا۔ اس عالم گیر احساس اور یقین کی موجودگی میں بالکل ناگزیر تھا کہ انسانی ذہن کے اندر اپنے اس خالق اور مالک کے متعلق کچھ سوالات اٹھیں، وہ سوچے کہ اس بالاتر ہستی سے ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اور کیا اس کی خالقیت اور آقائی ہم سے کسی خاص طرزِ فکر و عمل کا مطالبہ کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو کس طرزِ فکر و عمل کا؟ چنانچہ یہ سوالات اٹھے، اور اس زور و قوت سے اٹھے کہ انسان ان کی طرف سے اپنے کان بند نہ کر سکا۔ اور پھر اس کی عقل اور فطرت نے ان کے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ تم ایک ذمہ دار مخلوق ہو، کیوں کہ تمہیں خالق حکیم نے علم و فہم کی ایک مخصوص و ممتاز صفت سے نوازا ہے۔ برے اور بھلے کی تمیز عطا فرمائی ہے۔ عمل و اختیار کی آزادی بخشی ہے اس لیے بے جان جمادات اور بے عقل حیوانات سے تمہاری حیثیت بنیادی طور پر مختلف ہے۔ ان مخصوص صفتوں اور قوتوں کا تمہارے اندر موجود ہونا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ تمہارا خالق تمہیں کسی خاص رویہ پر کار بند دیکھنا چاہتا ہے۔ تمہیں اپنی مرضی کی راہ چاہنے کی اگرچہ پوری پوری آزادی حاصل ہے لیکن اس آزادی کا صحیح استعمال یہ نہیں ہے کہ تم بے عقل حیوانوں کی طرح جو جی میں آئے کرتے جاؤ۔ بلکہ یہ ہے کہ صرف وہی کچھ کرو جو تمہارے انسان ہونے کے شایانِ شان ہو، جو ٹھیک اور درست ہو اور جسے خود تمہارے خالق و مالک کی طرف سے ٹھیک اور درست ہونے کی سند حاصل ہو۔

عقل و فطرت کے اس جواب نے قدرتی طور پر انسان کو اس بات کا ضرورت مند قرار دے

دیا کہ درست اور نادرست دونوں اس کے سامنے لازماً پوری طرح واضح رہیں۔ زندگی کے پھیلے ہوئے میدان میں ہر قدم پر اسے یہ پورے یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ کس طرف جانا ہے۔ اس کے آقائے حقیقی کے نزدیک صحیح اور پسندیدہ ہے اور کس طرف جانا غلط اور ناپسندیدہ ہے؟ اس صورت حال نے اب فطری طور پر یہ مسئلہ پیدا کر دیا کہ انسان کی یہ ضرورت، یہ سب سے اہم اور سب سے واقعی ضرورت پوری کیسے ہو؟ اسے درست اور نادرست، صحیح اور غلط، پسندیدہ اور ناپسندیدہ کا علم، واضح اور مکمل علم، کہاں سے اور کس سے ملے گا؟ جہاں تک اس کی اپنی قوتوں کا تعلق تھا وہ اس کی یہ ضرورت کسی طرح بھی پوری کرتی نظر نہ آئیں۔ اس معاملے میں نہ تو اس کی جبلت نے کوئی مدد کی، بلکہ وہ غریب تو اس مسئلے کو سمجھ بھی نہ سکی، نہ اس کی وجدان اور اس کی عقل نے کوئی خاص یاد دہانی کی اور انھیں بھی کچھ ہی دور چلنے کے بعد اپنی نارسائی کا اعلان کر دینا پڑا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس آسمان کے نیچے کوئی ایسی طاقت نہیں جو اس مسئلے کو حل کر سکے، کوئی ایسا ذریعہ علم نہیں جس سے اس سوال کا واقعی جواب مل سکے۔ یہ صورت واقعی بجائے خود اس امر کا اعتراف تھی کہ اس مسئلے کا حل اور اس سوال کا واقعی جواب آسمان کے نیچے نہیں، بلکہ اس کے اوپر ہی سے مل سکتا ہے۔ ایسی حالت میں انسان کے اس خالق اور پروردگار سے جس نے اس کی مادی ضرورتوں کی فراہمی کے لیے اتنا بڑا کارخانہ قائم کر رکھا ہے، حتیٰ کہ وہ اسے پیدا ہی اس 'ہدایت' کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کس طرح باقی رکھے اور اس کے لیے اپنی ماں کے سینے سے دودھ کس طرح چوسے۔ ایسے حکیم و دانا اور ایسے رحیم و کریم خالق و پروردگار سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ اسے اس کے اس سبب سے بڑے مسئلے کا حل نہ عطا کرتا اور اس کی اس اہم ترین ضرورت کی طرف سے بے اعتنائی اختیار کر لیتا؟ یقیناً یہ اس کی شانِ پروردگاری سے کسیر بعید تھا، اس کی دانائی، اس کی کریمی، اس کی رحمت، اس کا انصاف غرض کہ اس کی ایک ایک صفت اسے ناممکن بتا رہی تھی۔ چنانچہ دنیا میں آسمانی ہدایت ناموں اور کتابوں کا وجود جس سے وہ کبھی خالی نہیں رہی اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ ۶۔

## قرآن کے کتاب الہی ہونے کا ثبوت:

آج آسمانی ہدایت ناموں کے نام سے دنیا میں جو کتابیں موجود ہیں ان میں سے ایک قرآن بھی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تاریخی طور پر یہ سب سے بعد کی کتاب اور سب سے آخری ہدایت نامہ ہے۔ آگے کی سطروں میں اسی کتاب الہی کا تفصیلی تعارف پیش نظر ہے۔

لیکن اس تعارف سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ خود اس کتاب کی واقعی حیثیت اور اس کے کتاب الہی ہونے کا ثبوت معلوم ہو جائے۔ کیوں کہ کسی کتاب کے بارے میں اگر یہ دعویٰ کیا جاتا ہو کہ وہ آسمانی کتاب ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فی الواقع بھی آسمانی کتاب ہے۔ دعوے جہاں صحیح بات کے کیے جاتے ہیں وہاں غلط بات کے بھی کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ مذاہب کی تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں کہ جس طرح نبوت اور نزول وحی کے جھوٹے مدعی پیدا ہوئے اسی طرح کتنے ہی مذہبی بزرگوں کو خدا کا پیغمبر بلکہ خدا تک بتا دیا گیا اور ان کا کلام کلام الہی قرار پا گیا۔ حالاں کہ نہ انھوں نے کبھی اپنے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا نہ اپنے کلام کو کلام الہی قرار دیا تھا۔ ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں قرآن مجید کے متعلق لوگوں نے سوال کیا کہ آخر اس کتاب کے کلام الہی ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قرآن کا سب سے بنیادی تعارف بھی یہی ہے کہ اس کا کتاب الہی ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت بن کر لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے۔

قرآن مجید کے کتاب الہی ہونے کے خاص خاص ثبوت حسب ذیل ہیں:

### پہلا ثبوت:

اس امر کا ابتدائی ضروری ثبوت تو یہ ہے کہ یہ قرآن کا اپنا صریح بیان ہے، صرف اس کے ماننے والوں کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس نے اس امر کی بار بار صراحت کی ہے کہ میں کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا کلام ہوں، جسے اس نے اپنے خاص فرشتے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا تھا۔

مثلاً: وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين، على قلبك لتكون من

المنذرين بلسانٍ عربی مبين

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ (قرآن) پروردگار عالم کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری دل پر اتارا ہے تاکہ تم (لوگوں کو عذابِ آخرت) سے خبردار کرنے والے بنو، صاف ستھری عربی زبان میں۔

بلاشبہ قرآن کا اپنے بارے میں یہ بیان دینا بھی کہ میں اللہ کی کتاب ہوں، ایک دعویٰ ہے اور اس سے اس کا کتاب الہی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود اس بیان کی حیثیت جیسا کہ عرض کیا گیا، ابتدائی ضروری ثبوت کی بھی ہے کیوں کہ اس کے بغیر اثبات و استدلال کی گفتگو آگے چل ہی نہیں سکتی، بلکہ یوں کہیے کہ شروع بھی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ اس لیے کہ یہی بیان وہ چیز ہے جو قرآن مجید کے بارے میں کتاب الہی ہونے کے دعوے کو باضابطہ اور قابل توجہ بناتی ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر یہ دعویٰ غور و بحث کا حقدار قرار پاتا ہے، جس کے دو بڑے اہم اور اصولی وجوہ ہیں۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب کوئی عام معنوں کی کتاب اور تصنیف نہیں ہوتی، کہ اس کی باتوں سے اتفاق یا اختلاف کرنے میں لوگ آزاد ہوں، حتیٰ کہ سرے سے اس کے پڑھنے کی بھی مکلف نہ ہوں، بلکہ فی الواقع سلطانِ کائنات کی طرف سے نافذ ہونے والا فرمان ہوتی ہے، اور اس مطالبے کے ساتھ آتی ہے کہ اس کے آگے گردنیں جھکا دی جائیں اس کی بلاچوں و چرا پیروی کی جائے اور لازماً کی جائے، ورنہ انسان کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی۔ ظاہر ہے جس کتاب کی غایت، اہمیت اور حیثیت یہ ہو، بالکل ناگزیر ہے کہ وہ خود اپنی زبان ہے، اپنی اس حیثیت کی صاف و صریح لفظوں میں منادی کرے۔ اس کے بغیر وہ اصولاً اس بات کی ہرگز حقدار نہ ہوگی کہ لوگ اسے لازماً پڑھیں، اس کی حیثیت کو ضرور ہی زیر بحث لائیں، اس کے بارے میں اس امر کی بہر حال تحقیق کریں کہ وہ کتاب الہی ہے یا نہیں اور پھر اسے اپنے آقائے حقیقی کا فرمان اور آسمانی ہدایت نامہ

تسلیم کر کے اس کی پیروی کریں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح حکومتیں اپنے قوانین گزٹ میں شائع کر کے اس بات کا باضابطہ اعلان کرتی ہیں کہ باشندگان ملک کے لیے اس وقت یہ قوانین بنائے گئے ہیں اور جب تک وہ ایسا نہیں کر لیتیں، رعایا پر ان قوانین کے بارے میں کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوا کرتی۔

دوسرے یہ کہ کسی کتاب کے کتاب الہی ہونے کا دعویٰ فی الواقع اس کا اپنا (یا اس کے لانے والے پیغمبر کا) دعویٰ ہوتا ہے، نہ کہ اس کے پیروں کا۔ اس کا پیرو تو اس دعوے کے ماننے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا یہ کہنا کہ یہ کتاب کتاب الہی ہے اس دعوے کی صرف ایک شہادت ہو سکتی ہے نہ کہ اصلی دعویٰ اور کسی شہادت کا سوال پیدا اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ کوئی باضابطہ دعویٰ سامنے آچکا ہو، اس کے بغیر شہادت بالکل بے محل، بے ضرورت اور ناقابل التفات ہوگی، کیوں کہ یہ عین ممکن ہے کہ شہادت ایک ایسے دعوے کی دی جا رہی ہو، جس کا فی الواقع وجود ہی نہ ہو، اور ایک ایسے شخص کو خدا کا پیغمبر اور ایک ایسی کتاب کو اللہ کی کتاب ہونے کی گواہی دی جا رہی ہو جس نے خود اس طرح کا کوئی دعویٰ ہرگز نہ کیا ہو، تاریخ ادیان کے صفحات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس امکان کو عقیدتوں کے غلو نے بارہا واقعیت کا جامہ پہنایا ہے کتاب میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں جو اس دعوے کی صراحت کرتا ہو کہ میں آسمانی کتاب ہوں، مگر لوگوں نے خود اپنی طرف سے یہ دعویٰ مہیا کر لیا اور ایک انسانی کلام کو وحی اور فرمودہ الہی بنا کر رکھ دیا۔ ان وجوہ سے ضروری ہے کہ قرآن کے کتاب الہی ہونے کی بحث کو اس بات پر موقوف رکھا جائے کہ وہ اپنے بارے میں خود اپنی زبان سے اس بات کا صریح دعویٰ کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو اس بحث کو اعتناء کے قابل اور فکر و تحقیق کا حقدار سمجھا جائے، ورنہ نہیں۔ اس لیے قرآن کا اپنا یہ صریح بیان کہ میں اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہوں، بڑی بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور اس کی حیثیت بھی ایک طرح کے ثبوت کی ہو جاتی ہے۔

## دوسرا ثبوت:

قرآن کی اور اس کے لانے والے پیغمبر کی آمد کا ذکر و اعلان پچھلے آسمانی صحیفوں (تورات اور انجیل) میں بشارت کے طور پر پہلے ہی سے ہو چکا تھا اور یہ ٹھیک ان ہی صفتوں اور علامتوں کے ساتھ دنیا میں تشریف لائے جو ان صحیفوں میں ان کی بتائی گئی تھیں۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخاطبین کے سامنے اس بشارت کو بار بار ایک کھلی ہوئی حجت کے طور پر پیش بھی کیا۔ مثلاً: مَآکَانَ حَدِيثٍ يَفْتَرِي وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ كَلِمٌ تَرَجُمُهُ: یہ قرآن کوئی گڑھا ہوا (انسانی) کلام نہیں ہے، بلکہ (اللہ کا کلام ہے اور) اپنے سامنے کی موجود پچھلی آسمانی کتابوں کی پیشین گوئیوں کے عین مطابق ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ ۚ

ترجمہ: جو اس امی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کی پیروی اختیار کریں جس کا تذکرہ وہ اپنے یہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا موجود پا رہے ہیں۔

توراۃ اور انجیل میں یہ بشارت یا پیشین گوئی کہاں کہاں اور کن لفظوں میں تھی؟ اس سوال کا صحیح اور مکمل جواب اسی وقت مل سکتا تھا جب یہ کتابیں آج بھی اپنی حقیقی شکل میں موجود ہوتیں۔ اور ان میں کوئی کمی بیشی اور تبدیلی نہ ہوئی ہوتی۔ مگر تاریخی طور پر یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ کتابیں بعینہ ان ہی الفاظ و عبارات میں اب محفوظ باقی نہیں رہ گئی ہیں جن میں وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں، بلکہ ان کے علم برداروں نے ان میں کافی رد و بدل کر ڈالا ہے ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ وہ پیشین گوئیاں اور بشارتیں بھی اپنی اصل شکل میں باقی نہیں رہ سکتی تھیں جو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کتابوں کے اندر نازل ہوئی تھیں خصوصاً اس حقیقت کے پیش نظر تو یہ بات بالکل ہی غیر متوقع ہے کہ ان کتابوں کے ماننے والوں کو قرآن اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کی صداقت کا ثابت ہو جانا کسی حال میں بھی گوارا نہ تھا۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود ان کے اندر آج بھی ایسے فقرے کثرت سے موجود ہیں جس میں ایک مخصوص نوعیت کی اور ایک مخصوص شان کے رسول کی آمد کی واضح پیشین گوئیاں ملتی ہیں اور ان پیشین گوئیوں کا مصداق اگر کوئی قرار پاسکتا ہے تو وہ قرآن کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جن میں سے چند اہم پیشین گوئیوں کو مندرجہ ذیل بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشیں شریعت تھیں۔ ۹۔

(۲) میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام ان کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ ۱۰۔

(۳) ”یسوع نے ان سے کہا کہ تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کو پتھر ہو گیا، خداوند کی طرف سی ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پس ڈالے گا۔“ ۱۱۔

(۴) ”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ ۱۲۔

(۵) ”دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا، اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہونا گہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا، ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو آئے

گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔“ ۱۳۔

(۶) ”اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیوں کہ آسمان کی

بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“ ۱۴۔

(۷) ”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست

کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔“ ۱۵۔

لیکن مددگار یعنی روح القدس جیسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے

گا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے کہ وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔“ ۱۶۔ اور اب میں نے تم

سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم

سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ ۱۷۔

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں

تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ

آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“ ۱۸۔

(۸) ”دیکھو پرانی باتیں پوری ہو گئیں، اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیش تر کہ واقع ہوں

میں تم سے بیان کرتا ہوں، اے سمندر پر گزرنے والو، اور اس میں بسنے والو! اے جزیرہ اور

ان کے باشندو! خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو، بیابان

اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلج کے بسنے والے گیت گائیں،

پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی

شناختوانی کریں خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ

اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا، میں بہت مدت سے چپ رہا، میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران

کر ڈالوں گا اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا۔ میں ان کے آگے



تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کروں گا۔ میں ان سے یہ سلوک کروں گا، اور ان کو ترک نہ کروں گا۔ جو کھودی ہوئی صورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں۔ تم ہمارے معبود ہو، وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔ ۱۹ توراۃ اور انجیل کے ان فقرہوں اور پیش گوئیوں پر یہاں کوئی تفصیلی بحث تو نہیں کی جاسکتی، البتہ ان کے خاص خاص ٹکڑوں کے متعلق ضروری وضاحت درج ذیل ہے۔

کوہ فاران مکہ میں واقع ہے ”آتشین شریعت“ کے معنی جہاد و قتال اور غلبہ و اقتدار والی شریعت ہے۔ ان ہی کے بھائیوں (یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں) سے مراد اسماعیل ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔ تیری مانند کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی تیری ہی (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی) طرح مستقل کتاب اور شریعت لانے والا رسول ہوگا۔ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا یہ اشارہ بھی بنی اسماعیل کی طرف ہے کیوں کہ جہاں بنی اسرائیل ایک مدت دراز تک امانت کے منصب پر فائز اور صاحب کتاب و رسالت رہے اس دوران یہ لوگ اس شرف سے یکسر محروم رہے تھے۔ وہی کونے کا پتھر ہو گیا یعنی آخر میں وہی خانوادہ اس منصبِ امامت کا حامل بنایا گیا اور آخری کتاب جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی اسی میں نازل ہوئی۔ خدا کی بادشاہی سے مراد مکمل اور معیاری حکومت الہیہ ہے۔ ”پھل لائے گی“ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام و مرضیات کا پورا پورا نفاذ کر دے گی اور اپنی برکتیں ظہور میں لائے گی۔ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ تم احکام خداوندی کی مزید امانت کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رکھتے اس لیے میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تکمیل بھی نہیں فرما رہا ہے۔ ”ناگہاں اپنی ہیکل میں آ موجود ہوگا“ یعنی اسی رسول موعود کی آمد اس طرح ایسی جگہ اور ایسے لوگوں کے اندر ہوگی جس سے تمہیں تعجب سا ہو جائے گا۔ ”عہد کا رسول“ میں ’عہد‘ سے مراد ’ختنہ‘ کا عہد ہے۔ جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل سے لیا گیا تھا۔ ۲۰ اس لیے ’عہد کے رسول‘ کے معنی ہوں گے ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ختنے کی ابراہیمی سنت کو عام اور عالم گیر

بنادے گا اور یہ رسم اس کی شریعت کی اور اس کی امت کی ایک معروف و ممتاز علامت ہوگی۔ ”مدگار“ جس اصل عبرانی لفظ کا ترجمہ ہے اس کا عربی انجیل میں ترجمہ ’فارقلیط‘ کیا گیا ہے اور ’فارقلیط‘ کے معنی قریب قریب وہی ہیں جو لفظ محمد یا احمد کے ہیں۔ ”ابد تک تمہارے ساتھ رہے“ کا مطلب بالکل کھلا ہوا ہے اور وہ یہ کہ اس کی لائی ہوئی کتاب و شریعت توراۃ و انجیل کی طرح ایک محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہوگی ”دنیا کا سردار“ یعنی سارے جہاں اور پوری نوع انسانی کے لیے اللہ کا رسول نہ کہ صرف کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ”مجھ میں اس کا کچھ نہیں“ یعنی میرے (عیسیٰ علیہ السلام کے) مقابلے میں وہ بہت اونچا اور بلند پایہ رسول ہوگا۔ ”خداوند کے لیے نیا گیت گاؤ“ کا مطلب یہ کہ پوری دنیا اور اس کے سارے بحر و بر کے لیے ایک نئی کتاب اور ایک نئی شریعت آنے والی ہے۔ ”قیدار“ بنی اسرائیل میں ایک بہت مشہور شخص گزرا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی کی نسل میں پیدا ہوئے۔ ”سبع“ مدینہ کے نزدیک کی ایک پہاڑی کا نام ہے ”میں بہت مدت سے چپ رہا“ یعنی زمانہ دراز تک وحی و رسالت کے سلسلہ موقوف رہا۔ ۲۱

امید ہے کہ یہ مختصر سی توضیحات بھی ان نقروں کا حقیقی منشا معلوم کر لینے کی کوشش میں کافی مددگار ثابت ہوں گی، جس کے بعد ہر راست باز اور حق پسند انسان کے سامنے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جائے گی کہ توراۃ اور انجیل کی ان پیشین گوئیوں میں جس کتاب اور جس نبی کی آمد کی بشارتیں دی گئی ہیں وہ قطعی طور پر قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ چنانچہ جب قرآن نازل ہوا تو یہودی اور نصرانی علماء کو یہ سمجھ لینے میں ذرا بھی وقت نہیں ہوئی کہ یہ وہی کتاب ہی جس کے ہم منتظر تھے اور جس کے بارے میں ہمیں پیہم بشارتیں دی جاتی رہیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مَنزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۚ

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے اپنی کتاب (توراۃ) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہوا ہے۔

ان يعلمہ علماء بنی اسرائیل ۲۳

ترجمہ: یہ کہ بنی اسرائیل کے علماء اس (قرآن) کو جانتے پہچانتے ہیں۔

چنانچہ ان میں جو صحیح معنوں میں علماء تھے اور جن کے دلوں میں خوف خدا اور حق کی محبت پر گروہی عصبیت غالب نہیں ہو سکتی تھی وہ بے تامل اس کتاب الہی سے آچٹے، اور جب ان کے سامنے قرآن کی دعوت پیش ہوئی تو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ ان کی اپنی ہی متاعِ مطلوب تھی جو انھیں عطا کی جا رہی ہے، قرآن مجید کے اندر اس تاریخی حقیقت کا اظہار ان لفظوں میں کیا گیا ہے:

فَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَوْمَنُونَ بِهِ ۲۴

وَإِذَا سَمِعُوا مَا نَزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا

مِنَ الْحَقِّ، يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۲۵

ترجمہ: پس وہ لوگ جنھیں ہم نے (صحیح معنوں میں) کتاب دی تھی۔ اس (قرآن) پر ایمان لا رہے ہیں۔ اور یہ (نیک باطن نصاریٰ) جب رسول خدا پر نازل ہونے والے کلام (قرآن) کو سنتے ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھیں معرفتِ حق سے اشکبار ہو جاتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدایا ہم اس پر ایمان لائے، پس تو ہمیں (بھی اس کے) گواہوں میں لکھ لے۔ تاریخ ان حق پسندوں کی جو فہرست پیش کرتی ہے وہ کافی لمبی ہے، ان میں حبشہ کے فرمانروا نجاشی، ان کے بھتیجے ذو ثمر، فلسطین کے رومی گورنر اور اسقف ابن ناطور، نجران کے عیسائی حاکم کے بھائی گزر بن علقمہ، قبیلہ بنی طے کے سردار عدی بن حاتم، تورات کے مشہور علماء کعب الاحبار، وہب بن منبہ، اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے لوگ بھی شامل ہیں، ان بے شمار یہودیوں اور نصرا نیوں کا قرآن پر ایمان لانا بجائے خود اس امر کی ایک ناطق دلیل ہے کہ وہی توراۃ اور انجیل میں مذکور پیشین گوئیوں کا مصداق تھا کیوں کہ یہ حضرات پہلے ہی سے صاحب کتاب و شریعت تھے۔ قریش وغیرہ کی طرح بے کتاب نہ تھے کہ اپنی اس احتیاج اور محرومی کو دور کرنے کے لیے قرآن کو خواہ مخواہ بھی کتاب الہی تسلیم کر لیتے۔ اس لیے اگر انھوں نے

تورات اور انجیل کی جگہ اب قرآن کی پیروی اختیار کر لی اور موسوی یا مسیحی ملت سے اپنے قدیم جذباتی رشتے کو کاٹ کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرے میں شامل ہو گئے تو نفسیاتی اور عقلی دونوں حیثیتوں سے ایسا اس لیے ممکن ہو سکا کہ ایک طرف انھوں نے اپنے صحیفوں میں مذکور پیشین گوئیوں کو دیکھا، دوسری طرف قرآن اور صاحب قرآن پر نظر ڈالی اور ان کے دل پکار اٹھے کہ جس چیز کی ہمیں خبر دی گئی تھی بلا شک وہ ظہور میں آچکی ہے اور پھر ان کی حق پسندی نے انھیں اسے اختیار کر لینے پر مجبور کر دیا۔ ۲۶

### تیسرا ثبوت:

قرآن مجید کے اندر کوئی اختلاف اور تضاد نہیں پایا جاتا۔ اس کی یہ صفت اس کی صداقت کی ایک واضح دلیل ہے جیسا کہ اس نے خود بھی فرمایا ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء)

ترجمہ: اگر یہ قرآن اللہ کے بجائے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس کے اندر بڑا اختلاف پاتے۔

اور یہ اس لیے کہ یہ کتاب ۲۲ سال دو مہینے ۲۳ دن کی لمبی مدت میں اور سخت متضاد حالات کے اندر پایہ تکمیل کو پہنچی تھی اگر یہ انسانی تصنیف ہوتی تو عادتاً اور عملاً یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اس کے مضامین اس کے اصول و افکار اور اس کی تعلیمات تضاد اور اختلاف سے یکسر پاک ہوتیں۔ انسانی تصنیف کو بالعموم ایسی حالت میں بھی ان عیوب سے پاک نہیں ہوتی جب کہ اسے ایک سے حالات میں صرف چند مہینوں کے اندر، اور مسلسل طور پر لکھا گیا ہو، پھر جس کتاب کی تکمیل میں سینکڑوں مہینے اور ہزاروں دن گزرے ہوں اور جسے حالات کے غیر معمولی اتار چڑھاؤ سے سابقہ پیش آیا ہو، اس کے اندر تضاد اور اختلاف کا موجود نہ ہونا کیوں کر ممکن ہے؟ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اندر یہ ناممکن صراحۃً ممکن بن کر ایک امر واقعی کی شکل میں موجود ہے اور اس کے پھیلے ہوئے مضامین اور مفصل احکام و ہدایات

میں غایت درجہ کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس کا 'مصنف' کوئی انسانی ہستی نہیں بلکہ وہ علیم وخبیر اور قادر مطلق ہستی ہے جس کے علم میں اختلاف کبھی راہ نہیں پاسکتا اور جس کی فرمائی ہوئی باتوں میں زمانے کا بڑے سے بڑا فصل بھی کوئی تضاد نہیں پیدا کر سکتا۔ ۲۷

### چوتھا ثبوت:

قرآن نے اپنے مشن کے سلسلے میں متعدد پیشین گوئیاں کیں اور بالعموم ایسے حالات میں کیں جب کہ ان کے پورے ہونے کے ظاہری اسباب وقرائن ناپید تھے، مگر دنیا نے ان میں سے ایک ایک کو پورا ہوتے دیکھا اور کوئی پیشین گوئی بھی غلط ثابت نہ ہوئی مثلاً:

(الف) اس نے ۶ھ میں صلح ہدیہ کے موقع پر مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ:

لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمَنِينَ مُحَلِّقِينَ رءُوسَكُمْ

وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۲۸

ترجمہ: تم انشاء اللہ مسجد حرام (کعبہ) میں ضرور داخل ہو گے، پورے امن واطمینان

کے ساتھ، اپنے سروں کو منڈائے اور بالوں کو ترشوائے، اس حال میں کہ تمہیں کسی کا

کوئی خوف نہ ہوگا۔

ان لفظوں کے جزم و یقین کو دیکھئے پھر اس حقیقت کو یاد کیجیے کہ یہ الفاظ اس موقع پر فرمائے گئے تھے جب مسلمانوں کو کفار مکہ سے بہت کچھ دے کر معاہدہ صلح کرنا پڑا تھا، جب وہ اپنے مرکز دین (کعبہ) کے دروازے پر پہنچ کر زبردستی روک دیئے گئے تھے اور انھیں اس کی زیارت کیے بغیر پوری دل شکستگی کے عالم میں واپس چلا آنا پڑا تھا۔ یقیناً یہ حالات ہرگز ایسے نہ تھے کہ ان کے اندر مسلمانوں کو مکے میں فاتحانہ داخلے کی توقع دلائی جاسکتی مگر قرآن نے صرف توقع ہی نہیں دلائی بلکہ پورے جزم و یقین کے ساتھ فرمایا کہ ایسا ضرور ہو کر رہے گا حتیٰ کہ اس داخلے کی تصویر کشی تک اس نے کردی اور پھر دو سال بعد ہی ایسا ہو بھی گیا مسلمان ٹھیک اسی شان کے ساتھ مکے میں داخل ہو گئے۔ جس کے مذکورہ

بالافظوں میں خبر دی گئی تھی۔

(ب) اس نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ:

وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي

ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا“ ۲۹

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ سچے ایمان والے اور نیکو کار ہیں ان سے اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلافت کا اقتدار عطا فرما کر رہے گا جس طرح کہ اس نے ان سے پہلے کے لوگوں کو عطا فرمایا تھا اور اس کے اس دین کو یقیناً مضبوطی سے جمادے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ان کی حالت خوف کو حالت امن سے لازمًا بدل دے گا۔

یہ بات مسلمانوں سے جس وقت اور جن حالات میں فرمائی گئی تھی ان کی وضاحت خود ان ہی لفظوں کے اندر موجود ہے۔ یعنی یہ کہ یہ حالات سرتاسر خوف و دہشت کے حالات تھے دین کے عدم استحکام کے حالات تھے غلبہ و اقتدار سے محرومی کے حالات تھے پھر چند برسوں کے اندر ہی اندر یہ حالات جس طرح پلٹ کر رہ گئے اور عرب کی زمین و آسمان بدل کر کچھ سے کچھ ہو گیا اس کی تفصیل سے پوری دنیا واقف ہے جو آیت مذکورہ کے الفاظ کو واقعات کی شکل اختیار کرتے ہوئے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے۔

(ج) اس نے اپنے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مدینے کی پر آشوب اور جنگی

خطرات سے بھری ہوئی فضا میں بھی اعلان کیا تھا کہ:

والله يعصمك من الناس ۳۰

ترجمہ: تمہیں سارے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اور مکے کی دہشت مظلومیت اور بے چارگی کے دوران بھی اطمینان دلایا تھا:

واصبر لحکم ربك فانك باعيننا ۳

ترجمہ: تم اپنے رب کے حکم کے لیے جے رہو کیوں کہ تم ہماری (یعنی اللہ کی) نگاہوں میں ہو۔  
 اس سلسلے میں یہ بتانے کی مطلق ضرورت نہیں کہ مکہ کے بالادست مشرکوں مدینے کے بد باطن منافقوں اور سازشی یہودیوں اور پورے عرب کے کثیر التعداد اسلام دشمنوں کی تمام تر خواہشوں اور کوششوں کے باوجود قرآن کی یہ اطمینان دہانی ایک روشن حقیقت ثابت ہوتی اور رسول خدا کی ذات کے خلاف کوئی تدبیر، کوئی سازش اور کوئی سعی و جہد بالکل کامیاب نہ ہو سکی حالاں کہ چالیس سے ترسٹھ سال کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارہا ایسے خطرناک حالات سے گزرے ہیں جن میں حیات مبارکہ کا باقی رہ جانا کسی طرح متوقع نہیں کہا جاسکتا تھا۔ ایسا بھی ہوا کہ مکہ کے دور ناتوانی میں ایک خاندان بنی ہاشم کے سوا قریش کے باقی ساری قبیلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالنے کے لیے متحدہ اقدام کیے۔ ایسا بھی ہوا کہ ہجرت کے دوران، تعاقب کرنے والے اس غار کے دہانے پر جاکھڑے ہوئے جس کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے بیٹھے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ اس تعاقب کے دوران ایک مسلح دشمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ میں دیکھ لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لینے کی کوشش میں اس کے گھوڑے نے بار بار ٹھوکر کھائی اور اس کے قدم زمین میں دھنس کر رہ گئے۔ ایسا بھی ہوا کہ یہودیوں نے ایک دعوت کے بہانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص راستہ سے لیجانا چاہا کہ اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں، ایسا بھی ہوا کہ جنگل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے پا کر ایک دشمن اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اپنے قبضہ میں کر لی اور یقین کے لہجہ میں بولا 'بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ پھر ایسا بھی ہوا کہ احداور حنین کے معرکوں میں کئی کئی ہزار اعدائے دین کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تنہا رہ گئے۔ عرض کہ ایسے کتنے ہی مواقع پیش آئے جن میں انسانی قیاس کے تجربے کی نظروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کازندہ رہنا انتہائی غیر متوقع تھا، لیکن ہر موقع پر یہی دیکھا گیا کہ فانك باعيننا کا تقاضا اپنی جگہ سے نہٹل سکا اور واللہ يعصمك من الناس کی بات اپنی جگہ جوں کی توں قائم رہی۔ ۳۲

(د) اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بارے میں اعلان کیا تھا کہ:

وانا له لحافظون ۳۳

ترجمہ: یقیناً ہم اس (قرآن) کو محفوظ رکھیں گے۔

یہ اعلان یا پیشین گوئی جس طرح ایک حقیقت اور واقعہ ثابت ہوتی چلی آرہی ہے کوئی دیانت دار مفکر اسلام بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن جن لفظوں اور جس شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش ہوا تھا آج بھی وہ بعینہ ان ہی لفظوں میں اور ٹھیک اسی شکل میں پوری طرح محفوظ پایا جا رہا ہے جب کہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں جس کے بارے میں اس کے کامل محفوظیت کا دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہو، اس کا ایک حقیقت ثابت ہونا تو دور کی بات ہے۔ لیکن قرآن نے اپنے متعلق جو خبر دی تھی کہ میں ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ اب تک کہ تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ یہ خبر ذرہ برابر غلط نہ تھی۔

(ه) اس نے ایرانی مجوسیوں کے ہاتھوں رومی عیسائیوں کی شکست فاش کے موقع پر یہ اطلاع دی تھی کہ:

غلبت الروم في اذن الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون في بضع

سنين ۳۴

ترجمہ: رومی مغلوب ہو گئے ہیں سرزمین عرب کے قرب میں لیکن وہ اپنی اس مغلوبیت کے بعد، چند ہی برسوں میں پھر غالب ہو کر رہیں گے۔

سات برس گزرتے گزرتے یہ اہل کتاب رومی آتش پرست، ایرانیوں پر فی الواقع غالب آگئے اور اس طرح قرآن کریم کی دی ہوئی یہ اطلاع تاریخ کا ایک سچا واقعہ بن گئی۔



(و) اس نے یہودیوں کے متعلق ان کی حق دشمنی کی پاداش بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

ليبعثن عليهم الى يوم القيامة من يسومهم سوء العذاب ۳۵

ترجمہ: وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ان پر قیامت تک ایسی لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین مصائب میں ڈالیں گے۔

یہ قوم ایک طویل مدت سے جس طرح رہ رہ کر ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہوتی چلی آرہی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ کبھی آشوریوں نے انھیں پامال کیا، کبھی بابل کے حکمران بخت نصر نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ کبھی رومی کمانڈر ٹیٹس نے انھیں تہس نہس کر ڈالا کبھی اہل اسلام کے ہاتھوں انھیں قتل اور جلا وطنی اور غلامی کا عذاب اٹھانا پڑا، کبھی ہٹلر ان پر قہر بن کر ٹوٹا اب آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے اسے تو اپنی وقت ہی پر دیکھا جاسکے گا، اس وقت تو زمانہ حال ہی تک کی تاریخ زیر بحث لائی جاسکتی ہے اور اس کے بارے میں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ وہ ہمہ گیر قومی رسوائیوں اور بربادیوں کے عبرتناک واقعات سے بھری پڑی ہے۔

ان چند اہم اور نمایاں قسم کی پیشین گوئیوں کے علاوہ قرآن میں اور پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں اور ان ہی کی طرح وہ سب بھی ایک ایک کر کے پوری ہو چکی ہیں، یہ صورت واقعہ اس امر کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ یہ پیشین گوئیاں کرنے والا غیب کا قطعی علم رکھتا تھا، اور نہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ وہ یوں سب کی سب سچ نکلتیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی غلط ثابت نہ ہوتی، آخر دنیا میں نجومی اور کاہن بھی پیشین گوئیاں کرتے ہی رہتے ہیں، مگر کسی ایک بھی ایسے نجومی یا کاہن کا نام نہیں لیا جاسکتا جس کی ساری کی ساری پیشین گوئیاں یوں صحیح نکلتی رہی ہوں اس کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ اگر ان کی ایک پیشین گوئی صحیح نکل آئی تو چار غلط ثابت ہو گئیں جس کی وجہ بھی بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ یہ پیشین گوئیاں لازمی طور پر صرف قیاس اور انداز پر مبنی ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ مستقبل کے بارے میں ہوشیار سے ہوشیار انسان کے اندازے بھی ہمیشہ صحیح ثابت نہیں ہو سکتے۔ اب اگر قرآنی پیشین گوئیوں کا حال

اس عام اور ہمہ گیر صورت حال سے مختلف رہا اور وہ بلا تفریق سب کی سب سچ ہی ثابت ہوئیں تو یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ ان کی بنیاد انسانی قیاس اور اندازے پر ہرگز نہیں تھی بلکہ غیب کے واضح اور قطعی علم پر تھی، یعنی وہ کسی انسان کی فطرت سے نہ تھیں بلکہ اس خدا کی طرف سے تھیں جس کے سوا غیب کا واضح اور قطعی علم کسی اور کو حاصل ہی نہیں دوسرے لفظوں میں یہ پیشین گوئیاں جس کتاب نے کی ہیں وہ ہرگز کوئی انسانی تصنیف نہیں بلکہ یقیناً خدائی کلام ہے۔ ۳۶

### پانچواں ثبوت:

قرآن مجید کے کتاب الہی ہونے کا پانچواں ثبوت یہ ہے کہ اس نے پچھلے انبیاء کرام کی سرگزشتوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جس طرح کوئی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا ہے۔ یہ سرگزشتیں اکثر ایسی ہیں جن کی صحیح تفصیل سے اس سے پہلے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی واقفیت نہ آپ کی وطن اور قوم میں ان کا کوئی چرچا تھا جیسا کہ قرآن نے بعض قصوں کو بیان کر کے آخر میں فرمایا بھی ہے کہ اس پورے واقعے کو آج سے پہلے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم جانتی تھی:

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا ۚ

پھر یہ انبیاء جس کے قصے قرآن نے اپنے دعوتی مصالحوں کے تحت جا بجا بیان کیے ہیں زیادہ تر بنی اسرائیل کے انبیاء تھے بنی اسماعیل یعنی قوم عرب سے تعلق رکھنے والے نہ تھے، کہ اس قومی اور نسلی تعلق کی بنا پر اس قوم کو ان سے فطری دلچسپی ہوتی اور اپنی تاریخ اور روایات میں وہ انہیں جگہ دیتی۔ اس لیے قدرتی طور پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عام بنی اسماعیل کو ان کے حالات سے کوئی خاص واقفیت نہیں ہو سکتی تھی اس صورت حال کی موجودگی میں قرآن نے ان انبیاء کی سرگزشتیں بیان فرمائیں اور اس طرح بیان فرمائیں کہ خود تورات کو، اور *انجیل* صحیفہ *سماویہ* کو ان میں سے کسی کی تردید کی جرات نہ ہو سکی اور اگر اس نے کہیں یہ جرات کی بھی تو وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ بلکہ اس کے ذریعہ اس نے دراصل خود اپنی ہی تردید کر لی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تورات کے بیانات قرآنی

بیانات سے جہاں کہیں مختلف ہیں وہاں کا یہ اختلاف حقیقی اور اصل تورات کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان تحریفات کا اختلاف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی توراۃ میں اس کے پیروؤں کے ہاتھوں راہ پا چکی ہیں۔ چنانچہ جو شخص بھی نبوت کا مقام و منصب سمجھتا ہے فلسفہ تاریخ سے واقفیت رکھتا ہے اور تنقید کے اصول و قرائن سے کام لے کر ان بیانات کو پرکھ سکتا ہے وہ تحقیق کی گہری نظر ڈال کر صاف محسوس کر لے گا کہ جہاں کہیں بھی قرآن اور تورات کے بیانات میں اختلاف ہے وہاں توراۃ کے بیانات حقیقت کے مطابق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور یہ کہ حق قطعی طور پر قرآن ہی کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔

قرآن مجید کے لیے پچھلے انبیاء کرام کے قصوں کو اس طرح صحیح صحیح بیان کر دینا کہ موجودہ توراۃ کی غلطیوں کی بھی تصحیح ہو جائے، اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ اس کے یہ بیانات خدائے علیم و خیر کی طرف سے ہیں اور وہ ضرور بالضرور آسمانی کتاب ہے۔ ۳۸

### چھٹا ثبوت:

اس امر کا چھٹا ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بہت سے ایسے علمی حقائق بھی بیان ہوئے ہیں جو اس کے نازل ہونے کے وقت تک پوری دنیا کے لیے عموماً اور عرب کے لیے خصوصاً سر بستہ راز تھے اور سائنس و فلسفے کے اونچے حلقوں میں بھی ان سے کوئی واقف نہ تھا اس کے بعد جب صدیاں گزر گئیں اور علمی و سائنسی تحقیقات نے اپنی ترقی کے متعدد مرحلے طے کر لیے تب کہیں جا کر انھیں پایا جاسکا۔

(الف) کائنات کی تخلیق کے بارے میں قرآن نے فرمایا تھا:

ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنہما ۳۹

ترجمہ: بے شک یہ سارے آسمان اور یہ زمین پہلے سب کے سب باہم ملے ہوئے

تھے تو ہم نے انھیں الگ الگ کیا۔

سارے آسمانوں اور زمین، سے مراد قرآن کی زبان میں پوری کائنات ہوا کرتی ہے۔ آیت

کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ یہ کائنات اپنی موجودہ ہیئت میں آنے سے پہلے پوری کی پوری، ایک ہی

مادے کی شکل میں تھی، ایک ہی قسم کی ایک مخصوص شے تھی جو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ پھر خالق حکیم نے اسے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان سے مختلف اجرام کی صورت میں گری فرمادی۔ یہ مادہ کیا ہے اور کیسا تھا؟ اس کی وضاحت بھی قرآن ہی کی ایک اور آیت (ثم استوی الی السماء وہی دخان (حم سجدہ) سے یہ ہوتی ہے کہ یہ بھی ایک طرح کا دھواں یعنی گیس تھا۔

(ب) جاندار مخلوق کے متعلق اس نے بتایا تھا کہ ان سب کی اصل پانی ہے۔ پانی ہی وہ چیز ہے جس سے ہر ذی حیات کی تخلیق ہوتی ہے۔

وجعلنا من الماء کل شیء حیۃ ۴۰

ترجمہ: ہم نے (یعنی خدا نے) ہر جاندار شے کو پانی سے بنایا ہے۔

(ج) جاندار اور غیر جاندار ساری مخلوقات کے بارے میں اس نے ایک بات یہ

بیان کی تھی کہ:

ومن کل شئی خلقنا زوجین ۴۱

ترجمہ: ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے ہیں۔

یعنی اس عالم وجود میں جو کچھ ہے اس میں کی ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ نے جوڑا اور مد مقابل بھی پیدا کر رکھا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرے اور دونوں مل کر ایک دوسرے سے تعاون کر کے وہ نتائج ظہور میں لائیں جو اس عالم کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لیے مطلوب ہیں، ایسا نہ ہو کہ مختلف اشیاء کے طبعی اختلافات انھیں باہم ٹکراتے رہیں اور اس کے نتیجہ میں یہ کارخانہ ہستی پر سکون تعمیر و ترقی کے بجائے انتشار خرابی اور تباہی کی نذر ہو جاتے۔

(د) چاند اور سورج وغیرہ کی دائمی حالت اس نے یہ قرار دی تھی کہ:

والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم والقمر

قدرناہ منازل ..... وکل فی فلك یسبحون ۴۲

ترجمہ: سورج اپنے ایک مستقر کی طرف رواں دواں ہے، یہ غالب اور باخبر ذاتِ باری کا ٹھہرایا ہوا ضابطہ ہے، اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں اور ہر ایک اپنے خاص دائرے میں برابر تیرتا (یعنی گھومتا) رہتا ہے۔

یقیناً یہ ساری باتیں ثابت شدہ حقیقتیں ہیں علمی تحقیقات کہہ رہی ہیں کہ کائنات اپنی ابتدائی حالت میں ایک گیس کے خزانے کی شکل میں تھی حیات کا سرچشمہ پانی ہے۔ مخلوقات کے اندر زوجیت کا قانون کارفرما ہے اور چاند اور سورج اور سارے کُرے اپنے اپنے متعینہ مدار پر گردش کر رہے ہیں۔ لیکن جس وقت قرآن حکیم ایسے یقین بھرے لب و لہجہ میں یہ سب کچھ فرما رہا تھا اس وقت کے اہل علم و ادب باب تحقیق کو ان حقائق کا تصور بھی نہیں ہو سکا تھا۔ ان کا ثابت شدہ حقائق تسلیم کیا جانا تو دور کی بات ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر قرآن میں صدیوں پہلے ان علمی حقیقتوں کا تذکرہ کیسے آیا؟ اور یہ بات کیسے ممکن ہو سکی کہ عرب کے ایک امی (روحی فداہ) کی زبان سے کائنات کے وہ عظیم حقائق بیان ہو جائیں جو صرف اسی وقت نہیں بلکہ اس کے بعد بھی ایک طویل زمانے تک علم و تحقیق کی نگاہوں سے بالکل مخفی رہے ہوں؟ ظاہر ہے کہ اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ جس قرآن نے ان حقائق کی نشاندہی کی تھی وہ کسی انسان کی طرف سے تھا ہی نہیں بلکہ اس خدا کی طرف سے تھا جو ساری کائنات کا خالق ہے اور جس نے خود ان حقائق کو اپنی کائنات کے اندر وجود بخشا ہے۔ ۴۳

### ساتواں ثبوت:

اس حقیقت کا ساتواں ثبوت قرآن عظیم کا اچھوتا اندازِ بیان اور اسی کی غیر معمولی بلاغت و قوتِ تاثیر ہے۔

کلام کی بلاغت نام اس بات کا ہے کہ وہ سننے والے کے دل میں اتر جائے اور اس انداز سے اتر جائے کہ کلام سنانے کا جو اصل مقصد ہو وہ سننے والے کی عقل کو اطمینان اور دل کو سکون بخشتا ہو پوری طرح حاصل ہو جائے..... بلاغت کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اگر جائزہ لیا جائے تو پوری انسانی

تاریخ میں کوئی ایسا کلام نہیں مل سکتا جو اپنی قوت تاثیر میں اور دلوں میں اور دماغوں میں جیت لینے میں قرآن کے برابر پہنچ سکا ہو، قرآن کی اس بلاغت کا اس کی اس قوت تاثیر کا اور اس کی اس صفت تسخیر کا حال واقعات کی روشنی میں دیکھیے :

قریش کے سرداروں نے دعوت اسلامی کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی عوام کو جو ہدایتیں دے رکھی تھی ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ :

لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۴۴

ترجمہ: اس قرآن کو نہ سنو، اور اس (کے سنائے جانے کے وقت شور و شغب کے

ذریعہ اس) میں گڑ بڑی ڈال دیا کرو۔ توقع ہے کہ اس طرح تم غالب رہو گے۔

اہل شرک کی یہ تدبیر و ہدایت واضح طور پر اس حقیقت کا اعتراف تھی کہ اگر عوام توجہ سے اس قرآن کو سنتے رہے تو وہ اپنے آپ کو اس کے سپرد کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

مکہ میں ایمان لانے والوں پر جب کفار کی ستم رانیاں اپنی حد کو پہنچ گئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار ہجرت کا ارادہ کر لیا اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے راستہ میں ابن دغنه نامی ایک شخص ملا، اور آپ کو اپنی امان کا وعدہ کر کے مکہ واپس لایا جب یہاں کے لوگوں کو اس امان دہی کی خبر ملی تو انھوں نے ابن دغنه سے کہا ہم ابو بکرؓ کو صرف اس شکل میں یہاں رہنے دیں گے کہ وہ قرآن زور سے نہ پڑھیں اور ہماری عورتوں اور بچوں کو سننے کا موقع نہ دیں۔

ابو جہل اور اخنس بن شریق سے بڑھ کر قرآن سے نفرت رکھنے والے اور اسلام کے مخالف کون رہے ہوں گے۔ مگر اپنی تمام تر نفرتوں اور مخالفتوں کے باوجود ان کا بھی حال یہ تھا کہ ایک بار قرآن سن لینے کے بعد اس کی غیر معمولی حلاوت اور اس کی پرکشش بلاغت کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ دن کو عناد و مخالفت کا بازار گرم کرتے مگر راتوں کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سن پاتے تو بڑھتے ہوئے قدم خود بخود رک جاتے۔ اور چھپ چھپا کر دیر تک اسے سنتے رہتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خانہ کعبہ میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، حاضرین میں اہل ایمان اور اہل کفر ہر طرح کے لوگ موجود تھے جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو حکم خداوندی کے مطابق سرسجدے میں ڈال دیا۔ آپ کو سر بسجود ہوتے دیکھ کر (صرف ایک شخص ابولہب کے علاوہ) سارے حاضرین بھی سجدے میں گر گئے۔

عقل انسانی کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ صورت واقعہ وجود میں نہیں آسکتی تھی اگر قرآن انسانی کلام ہوتا، اس لیے یہ نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے نہ کسی اور بشر کا بلکہ قطعاً اس خدا کا کلام ہے جو سارے اہل بلاغت کی طرح خود کمال بلاغت کا بھی خالق ہے۔ ۴۵

### آٹھواں ثبوت:

قرآن کے کلام الہی ہونے کا آٹھواں ثبوت اس کی تعلیمات ہیں، کیوں کہ ان تعلیمات کا اگر جائزہ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف تو ان میں غایت درجہ کا اعتدال اور فطری عقلیت پائی جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ انسانیت کے لیے ایک جامع ترین ہدایت نامہ ہیں۔ ان میں الہیات کے ضروری حقائق اور دین کے اصول و عقائد کی تفصیل بھی ہے اور انسانی اخلاق آداب کی تشریح بھی ہے۔ معبود برحق کی پرستش کے متعلق جامع ہدایات بھی ہیں اور اس کے حقوق کے متعلق مفصل تلقینات بھی ہیں۔ فرد کی تربیت کے خطوط بھی ہیں اور معاشرے کی تعمیر کے اصول بھی ہیں۔ خاندانی، معاشرتی، تمدنی، معاشی اور سیاسی احکام بھی ہیں اور صلح و جنگ کے آداب و قوانین بھی ہیں، ان تعلیمات میں سے جہاں تک اجتماعی احکام کا تعلق ہے، ان کی نوعیت دنیا کے سارے نظاموں سے الگ ہے۔ اور وہ ہر قوم، ہر زمانے اور ہر ملک کے لیے یکساں طور پر موزوں ہیں۔ صدیوں تک موزوں ثابت ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی جب کبھی انھیں اپنایا جائے گا موزوں ہی ثابت ہوں گے۔ پھر یہ تعلیمات اپنی معقولیت اور صداقت پر اور اپنے عملی نتائج کی خوبی پر مضبوط دلائل اور ناطق شہادتیں بھی رکھتی ہیں ان کی بنیاد پر انسانی زندگی کی جب بھی تعمیر کی گئی اسے مسرت ہی مسرت ملی۔

سوچئے کیا یہ بے نظیر تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ذہن کی پیداوار تھیں؟ یہ سوچتے وقت دو بدیہی حقیقتوں کو لازماً سامنے رکھیے۔ ایک تو یہ کہ یہ مابعد الطبیعی، یہ دینی یہ اخلاقی یہ تمدنی اور یہ سیاسی علوم و مباحث جن کے سلسلے میں قرآن حکیم نے اتنی کامیابی سے کلام فرمایا ہے، معمولی درجے کے علوم و مباحث نہیں، بلکہ ایسے اونچے علوم ہیں جن میں گفتگو کا حق اور بصیرت کا مقام حاصل کرنے کے لیے عمریں کھپادی جاتی ہیں۔ تب کہیں جا کر اکے دے افراد کو یہ حق اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ جس شخص نے قرآن کو پیش کیا تھا اس کے حالات زندگی یہ ہیں کہ وہ عرب جیسے پسماندہ ملک میں پیدا ہوا تھا، اس کا بچپن یتیمی میں گزرا تھا، نو جوانی گلہ پانی میں اور جوانی کاروبار تجارت میں بسر ہوئی تھی۔ وہ امی داں تھا۔ اسے تعلیم و تدریس کی ہوا بھی نہ لگی تھی وہ اہل فن کے ناموں سے بھی واقف نہ تھا۔ اسے مکے کے لوگ ایک خاموش بااخلاق، امن پسند، راست باز اور شریف شہری کی حیثیت سے تو ضرور جانتے تھے مگر چالیس سال کی عمر تک کسی نے اس کو کبھی علم و حکمت کی باتیں کرتے نہ سنا تھا، کسی نے اسے الہیات اور فلسفہ اخلاق پر، زندگی کے اجتماعی مسائل پر، قانون اور سیاست پر ایک دن بھی بحث کرتے نہ پایا تھا، کسی نے اسی وجود باری، توحید الوہیت، وحی اور رسالت، آخرت اور جزا و سزا، جنت و دوزخ، آسمانی کتابوں، اور پچھلی نبوتوں پر کبھی ایک لفظ کہتے نہ سنا تھا، لیکن اپنی چالیس سالہ زندگی کے اس بے رنگ اور سادہ پس منظر کے بعد اس نے یکا یک دنیا کو وہ کلام سنانا شروع کر دیا جو ان بے نظیر تعلیمات پر مشتمل تھا۔ کوئی شک نہیں کہ ان دونوں حقیقتوں کو، جو دو پہر کے سورج کی طرح ناقابل انکار ہیں سامنے رکھ کر غور کرنے والا کوئی بھی شخص کبھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ یہ تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیداوار تھیں اس کے بخلاف اس کا فیصلہ صرف یہ ہوتا کہ یہ تعلیمات وحی الہی کا نتیجہ تھیں جیسا کہ ان کے پیش کرنے والے نے بار بار زور دے کر اور پوری صراحت سے فرمایا ہے۔ ۴۶



## نواں ثبوت:

قرآن کے کلام الہی ہونے کا نواں ثبوت وہ نتائج ہیں جو قرآن کی پیروی نے دنیا کے سامنے پیش کیے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے سچے انبیاء کی پہچان یہ بتائی ہے کہ تم انھیں ان کے پھلوں سے پہچانوں گے۔ یہی بات خود قرآن نے بھی ایک اور انداز میں اس طرح فرمائی تھی کہ ”کلمہ طیبہ“ (یعنی دعوت قرآنی) کی مثال ایک اچھی ذات کے درخت کی سی ہے جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہوں اور وہ ہر وقت اپنے رب کے اذن سے بہترین پھل دیتا رہتا ہو۔ ۴۷

گویا کسی کتاب کے کتاب الہی ہونے کی واضح ترین علامت یہ ہے کہ وہ نظری اور عملی ہر حیثیت سے انسان کو کتنا راست رو، صالح اور بامراد بناتی ہے۔ اگر کسی نبی اور کتاب کی صداقت معلوم کرنے کے لیے یہ ایک صحیح اور کامیاب کسوٹی ہے اور کوئی شک نہیں کہ بات یوں ہی ہے، تو تسلیم کرنا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی اور قرآن کا کتاب الہی ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کیوں کہ مذاہب کی معلوم تاریخ میں کوئی اور کتاب نہیں جو اس معیار پر قرآن سے زیادہ ثابت ہوتی ہو۔ اس کتاب کے ذریعہ جو انقلاب وجود میں آیا، اس سے زیادہ عظیم، زیادہ مکمل اور زیادہ صالح انقلاب کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ بارہ لاکھ مربع میل کے وسیع علاقوں میں پھیلے ہوئے جنگجو شرکش، جاہل اور منتشر عربوں کو اس کتاب نے دنیا کی سب سے زیادہ انسانیت نواز، منظم، نرم خواہ اور خیر بستہ قوم بنادیا۔ اس کی تعلیمات نے ایسے افراد تیار کیے جن کا وجود کمال انسانیت کی شرح تھا، ایسا معاشرہ بنایا جو سراپا عدل و احسان تھا، ایسی ریاست قائم کی جو اس زمین پر صحیح معنوں میں آسمانی بادشاہت تھی۔ قرآن کے دیئے ہوئے ان پھلوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اس نے اپنے بارے میں جو دعویٰ کیا تھا وہ غلط اور جھوٹا تھا؟ برائی کی نیل سے بھلائی کا اور جھوٹ کی شاخ سے سچائی کا پھول آج تک کبھی نہیں کھلا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کتاب اور دعوت کی بنیاد یہی جھوٹ اور فریب پر ہو اس سے دنیا میں راست بازی اور دیانت کی بہاریں آگئی ہوں۔ ۴۸

## دسواں ثبوت:

اس دعویٰ کا دسواں ثبوت عجز کی وہ مکمل خاموشی ہے جو قرآن کی تحدی (چیلنج) کے جواب میں اختیار کی گئی۔ قرآن کے منکروں نے جب ہر دلیل کی طرف سے اپنے کان بند کر لیے اور اسے اللہ کی کتاب نہ تسلیم کرنے پر پیہم اصرار کرتے رہے تو اس نے اپنے نازل کرنے والے کی طرف سے انہیں چیلنج دیا کہ:

وَان كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ

وَدَعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۲۹

ترجمہ: اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں جسے ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا ہے، (ہمارے جانب سے ہونے میں) کوئی شک ہو تو اس جیسی کوئی ایک ہی سورت بنا لاؤ، اور اس غرض کے لیے اللہ کو چھوڑ کر اپنے سارے نمائندوں کو بھی بلاؤ، اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو۔

یعنی اگر تم اپنے اس خیال کو صحیح سمجھتے ہو کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ ایک انسان کا کلام ہے تو یہ بحث تمہارے حق میں ابھی ختم ہو سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ تم بھی لفظی اور معنوی صفات کی حامل ایسی ہی ایک کتاب جیسا کہ یہ قرآن ہے تصنیف کر لاؤ۔

بلکہ اس جیسی کوئی ایک ہی سورت بنا کر پیش کر دو۔ پھر اس سلسلے میں تم پر یہ بھی کوئی قید نہیں کہ تم میں سے کوئی ایک ہی فرد یہ کام کر دکھائے، اس کے بخلاف تم کو اس معاملہ میں پوری آزادی دی جاتی ہے۔ تم سب مل کر اور جس کسی کو بھی اپنی مدد کے لیے تم بلانا چاہو سب کو بلا کر کوشش کر ڈالو، حتیٰ کہ پوری نوع انسانی کو اس کام کے لیے اکٹھا کر لینے کی تمہیں پوری چھوٹ حاصل ہے۔ اگر تم نے اس طرح اس چیلنج کا کامیاب جواب دے دیا تو قرآن کا انسانی کلام ہونا مسلم ہو جائے گا اور پھر وہ اپنے کو کلام الہی کہنا ترک کر دے گا۔ ظاہر بات ہے کہ اگر تنہا صرف ایک شخص (حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ قرآن تصنیف کر سکتا ہے جو امی بھی ہے اور جس کی خطابت اور شاعری کا آج تک کوئی شہرہ بھی نہیں سنا جاسکا ہے تو تمہارے پورے گروہ کے لیے جس میں بڑے بڑے شاعر اور نامور خطیب موجود ہیں، اس کا جواب مرتب کر کے پیش کر دینا ذرا دشوار نہ ہوگا۔ تم بڑی آسانی سے اس چیلنج کو قبول کر کے اس شخص کا منہ بند کر سکتے ہو۔ یہ چیلنج ان عربوں کو دیا گیا تھا جن کو اپنے حسنِ بلاغت کی یکتائی پر ناز تھا اور جو اپنے کمالِ خطابت کے پندار میں بجا طور پر باقی ساری دنیا کو عجم (گوٹکا) کہا کرتے تھے، مگر پورا عرب اس چیلنج کو سن کر خود گوٹکا بن گیا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان لوگوں کے اندر قرآن مجید کو انسانی کلام ثابت کر دینے کی کتنی بے پناہ خواہش تھی۔ یہ قطعی نہ ممکن تھا کہ اپنی اس خواہش کے پورے کر لینے کی کوئی شکل اور کوئی تدبیر ان کے بس میں ہوتی اور وہ اسے اختیار کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر لگاتے۔ انھوں نے قرآن کو کتابِ الہی نہ مان کر کون سا زبان تھا جو برداشت نہیں کیا، سیادت ان کی چھنی، قید و بند کی ذلتیں انھوں نے اٹھائیں۔ خانہ کعبہ سے اپنے آبائی معبودوں کی جلا وطنی اور نگوں ساری رُزید انھیں دیکھنا پڑا خاک و خون میں وہ نہائے۔ مگر ان خطرات اور بدترین انجاموں سے بچنے کے لیے جو ایک آسان سی تدبیر ان کے سامنے رکھ دی گئی تھی اسے انھوں نے کبھی نہیں استعمال کیا، حالاں کہ اس کے لیے انھیں بار بار متوجہ کیا گیا، مکہ میں بھی کئی بار ان کے سامنے یہ چیلنج رکھا گیا، اور پھر مدینہ میں بھی اسے دہرایا گیا، مگر انھوں نے کبھی اسے قبول نہیں کیا۔ کیا عقل مان سکتی ہے کہ قبول کر لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود انھوں نے از خود ایسا نہیں کیا؟

یہ چیلنج آج بھی اپنی جگہ بدستور موجود ہے۔ دنیا کی دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن کریم کی زبان مردہ بھی نہیں ہو چکی ہے بلکہ اپنے قدیم و جدید ہر طرح کے سرمایوں کے ساتھ زندہ ہے۔ ۵۰

## گیارہواں ثبوت:

قرآن کے کتاب الہی ہونے کا آخری ثبوت اس کے عینی شاہد کی شہادت ہے۔ اس قرآن کے پیش کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی جانب سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیش کیا ہے۔ یعنی آپ کا کہنا ہے اور بار بار کا کہنا ہے کہ یہ کلام جو میں پیش کر رہا ہوں مجھ پر اللہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہے۔ وہ اپنے بزرگ فرشتہ (جبرائیل امین) کو میرے پاس بھیجتا ہے اور وہ مجھے یہ کلام سنایا کرتا ہے۔ پوچھا جائے گا کہ آخر کیا ضروری ہے کہ آپ کی اس بات اور آپ کی اس گواہی کو سچ ہی باور کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی شخصیت وہ شخصیت ہے جس کی راست گوئی ہمیشہ شک و شبہ سے بالاتر رہی ہے صرف اپنوں ہی کے نزدیک نہیں بلکہ غیروں کے نزدیک بھی۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ آپ کی مخالفت میں عرب کے لوگوں نے وہ سب کچھ کر اور کہہ ڈالا جو ان کے بس میں تھا۔ مگر انھوں نے اس اعتراف سے کبھی انکار نہیں کیا کہ آپ ایک سچے اور امانت دار انسان ہیں۔ اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ نے ان کے عوام و خواص دونوں نے آپ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا اعلان نبوت کے بعد اگرچہ انھوں نے خاص اس دعوے کی حد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی، اور آپ کے بار بار کہنے کے باوجود قرآن کو کلام الہی تسلیم نہیں کیا، مگر جہاں تک اس خاص معاملے کے سوا دوسرے امور و معاملات کا تعلق تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گوئی اور دیانت کے اب بھی پوری طرح معترف تھے۔ ابوسفیان جیسے جانی دشمن سے جب قیصر نے اپنے دربار میں پوچھا کہ کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اس شخص پر تم لوگوں نے کبھی جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ تو انھوں نے اپنے انتہائی جذبہ عداوت کے باوجود ہاں کہنے کی کوئی گنجائش نہیں پائی، اس نے پھر پوچھا کہ کیا یہ شخص وعدہ خلافی کر جاتا ہے؟ تو انھیں پھر کہنا پڑا کہ نہیں ابھی تک تو اس نے ایسا کبھی نہیں کیا ہے، البتہ اس وقت ہمارے اور اس کے درمیان ایک معاہدہ صلح (صلح حدیبیہ) نافذ ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے بارے میں اس کا کیا رویہ رہے گا۔

حق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت، قرآن کے کتاب الہی ہونے کا ایک ایسا ثبوت ہے جس کے بعد کسی سلیم الطبع انسان کے لیے کسی اور ثبوت کی مطلق ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر خاصی تعداد میں دلیلیں پیش کی جا چکی ہیں ان دلیلوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی کتاب کے آسمانی کتاب ہونے پر جو فطری وجوہ استدلال ہو سکتے ہیں، جن وجوہ استدلال کو ضروری قرار دیا جاسکتا ہے ان دلیلوں میں وہ سب کے سب موجود ہیں۔ ان باضابطہ دعوؤں کی موجودگی کے ابتدائی ضروری ثبوت بھی ہیں۔ داخلی صفات کے دلائل بھی ہیں۔ نتائج اور ثمرات کی گواہیاں بھی ہیں، پھر مثبت دلیلیں بھی ہیں اور منفی دلیلیں بھی۔ ان دلائل کو دیکھ کر انصاف اور حق پسندی کا فیصلہ جو کچھ ہو سکتا ہے وہ کسی اظہار و بیان کا محتاج نہیں۔ یقینی طور پر یہ فیصلہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ قرآن بھی اسی فیضان ہدایت کا ایک درخشاں ظہور ہے، جو انسانوں کے خالق و پروردگار کی طرف سے جاری رہا ہے۔ اور اس کے کلام الہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ۵۱

### قرآن کی سورتوں، آیتوں، کلمات اور حروف کی تعداد:

قرآن کی سورتوں پر جن لوگوں کا اجتماع قابل تسلیم اور معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ اور ایک قول میں سورہ انفال اور سورہ براءۃ کو ایک ہی سورہ ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ہی سورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ۵۲

قرآن کریم کی سورتیں مکہ اور مدینہ میں جس ترتیب سے نازل ہوئیں تھیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

## مکی ترتیب نزول

١	العلق	٢٣	النجم	٤٥	طہ	٦٧	الذريت
٢	القلم	٢٤	عبس	٤٦	الواقعه	٦٨	الغاشية
٣	المزمل	٢٥	القدر	٤٧	الشعراء	٦٩	الكهف
٤	المدثر	٢٦	الشمس	٤٨	النمل	٧٠	النحل
٥	الفاتحة	٢٧	البروج	٤٩	القصص	٧١	نوح
٦	الھب	٢٨	التين	٥٠	بنی اسرائیل	٧٢	ابراهيم
٧	الكورت	٢٩	قريش	٥١	يونس	٧٣	الانبياء
٨	الاعلى	٣٠	القارعة	٥٢	هود	٧٤	المؤمنين
٩	الليل	٣١	القيمة	٥٣	يوسف	٧٥	السجده
١٠	الفجر	٣٢	الهمزة	٥٤	الحجر	٧٦	الطور
١١	الضحى	٣٣	المرسلت	٥٥	الانعام	٧٧	الملك
١٢	الم نشرح	٣٤	ق	٥٦	الصفّت	٧٨	الحاقة
١٣	العصر	٣٥	البلد	٥٧	لقمن	٧٩	المعارج
١٤	العاديات	٣٦	الطارق	٥٨	سبا	٨٠	النبأ
١٥	الكوثر	٣٧	القمر	٥٩	الزمر	٨١	النزعت
١٦	التكاثر	٣٨	ص	٦٠	المؤمن	٨٢	الانفطار
١٧	الماعون	٣٩	الاعراف	٦١	حم سجده	٨٣	الانشقاق
١٨	الكافرون	٤٠	الجن	٦٢	الشورى	٨٤	الروم
١٩	الفيل	٤١	يسين	٦٣	الزخرف	٨٥	العنكبوت
٢٠	الفلق	٤٢	الفرقان	٦٤	الدخان	٨٦	المطففين
٢١	الناس	٤٣	فاطر	٦٥	الجاثية		
٢٢	الاخلاص	٤٤	مريم	٦٦	الاحقاف		

## مدنی ترتیب نزول

۱	البقرہ	۸	الحديد	۱۵	الحشر	۲۲	التغابن
۲	الانفال	۹	محمد	۱۶	النور	۲۳	الصف
۳	ال عمران	۱۰	الرعد	۱۷	الحج	۲۴	الجمعة
۴	الاحزاب	۱۱	الرحمن	۱۸	المنفقون	۲۵	الفتح
۵	الممتحنة	۱۲	الدھر	۱۹	المجادلة	۲۶	المائدة
۶	النساء	۱۳	الطلاق	۲۰	الحجرات	۲۷	التوبة
۷	الزلزال	۱۴	البينة	۲۱	التحریم	۲۸	النصر

ماخوذ از قرآن پاک مطبوعہ ماہنامہ آستانہ دہلی

قرآن کریم کی پہلی منزل سورہ فاتحہ سے دوسری سورہ مائدہ سے تیسری سورہ یونس سے چوتھی سورہ نبی اسرائیل سے پانچویں سورہ شعراء سے چھٹی سورہ صافات سے اور ساتویں سورہ ق سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۰

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں قرآن کی سورتوں اور آیتوں کے متعلق الموصلی کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

”قرآن کی سورتیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی آیتوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں پایا جاتا نہ اجمالی اور نہ تفصیلی۔ دوسری قسم میں وہ سورتیں شامل ہیں جن کی آیتوں کے شمار میں محض ازروئے تفصیل اختلاف ہے ازروئے اجمال نہیں۔ اور تیسری قسم ان سورتوں کی ہے جن کی آیتوں کی تعداد میں اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح اختلاف ہے۔

قسم اول میں چالیس سورتیں ہیں (۱) یوسف: ۱۱۱ آیتیں۔ (۲) البحر: ۹۹ آیتیں۔ (۳) النحل: ۱۲۸ آیتیں۔ (۴) الفرقان: ۷۷ آیتیں۔ (۵) الاحزاب: ۷۳ آیتیں۔ (۶) الفتح: ۲۹ آیتیں۔ (۷، ۸) الحجرات: اور التغابن: ۱۸ آیتیں۔ (۹) ق: ۴۵ آیتیں۔ (۱۰) الذاریات: ۶۰ آیتیں۔

(۱۱) القمر ۲۵ آیتیں۔ (۱۲) الحشر: ۲۴ آیتیں۔ (۱۳) الممتحنة: ۱۳ آیتیں۔ (۱۴) الصف: ۱۴ آیتیں۔ (۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹) الجمعة، المنافقون، الضحیٰ اور العاديات: ۱۱ آیتیں۔ (۱۹) التحريم: ۱۲ آیتیں۔ (۲۰) ن: ۵۲ آیتیں۔ (۲۱) الانسان: ۳۱ آیتیں۔ (۲۲) المرسلات: ۵۰ آیتیں۔ (۲۳) التکویر: ۲۹ آیتیں۔ (۲۴ و ۲۵) انفطار، اور سج: ۱۹ آیتیں۔ (۲۶) التطفیف: ۳۶ آیتیں۔ (۲۷) البروج: ۲۲ آیتیں۔ (۲۸) الغاشية: ۲۶ آیتیں۔ (۲۹) البلد: ۲۰ آیتیں۔ (۳۰) الليل: ۲۱ آیتیں۔ (۳۱، ۳۲ و ۳۳) الم نشرح، التین اور الہکم: ۸ آیتیں۔ (۳۴) الہزّة: ۹ آیتیں۔ (۳۵، ۳۶ و ۳۷) الفیل، الفلق اور تبت: ۵ آیتیں۔ (۳۸) الکافرون: ۶ آیتیں۔ (۳۹ و ۴۰) الکوثر، اور النصر: ۳ آیتیں۔

دوسری قسم کی چار سورتیں ہیں۔ (۱) القصص: ۸۸ آیتیں۔ اہل کوفہ نے طسم کو ایک آیت شمار کیا ہے اور باقی علما نے اس کے بجائے امة من الناس یسقون کو گنا ہے۔ (۲) العنکبوت: ۶۹ آیتیں۔ اہل کوفہ نے الم کو ایک آیت گنا ہے۔ اہل بصرہ نے اس کے بجائے مخلصین له الدین کو اور اہل شام نے وتقطعون السبیل کو آیت شمار کیا ہے۔ (۳) الجن: ۲۸ آیتیں۔ مکی نے لن یجیرنی من اللہ احد کو اور باقی لوگوں نے اس کی جگہ پر ولن اجد من دونہ ملتحدا کو آیت شمار کیا ہے۔ (۴) والعصر: ۳ آیتیں۔ مدنی کے شمار میں آخری آیت وتواصوا بالحق الآیة تیسری آیت ہے اور والعصر آیت نہیں مگر باقی علماء کے شمار میں اس کے برعکس ہے۔

تیسری قسم میں ۷۰ سورتیں ہیں (۱) سورہ الفاتحہ: جمہور نے اس کی آیتیں سات شمار کی ہیں۔ مگر کوئی اور مکی انعمت علیہم کو آیت نہیں شمار کرتے اور اس کی جگہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ایک آیت گنتے ہیں۔ اور باقی علماء اس کے برعکس شمار کرتے ہیں۔ حسن نے کہا ہے کہ اس کی آٹھ آیتیں ہیں۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ اور انعمت علیہم دونوں کو شمار کر لیا۔ بعض لوگوں نے صرف چھ آیتیں مانی ہیں یعنی ان دونوں کو شمار سے خارج کر دیا۔ پھر ایک صاحب نو آیتیں بتاتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کے علاوہ ایک نعبہ کو بھی ایک آیت گن لیتے ہیں۔ پہلے قول کی تائید اور تقویت اس



حدیث سے ہوتی ہے جس کو احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن خزمہ، حاکم اور دارقطنی وغیرہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد لله رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک يوم الدين، اياك نعبد و اياك نستعين، اهدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ چنانچہ انھوں نے اس کی ایک ایک آیت جدا کر کے پڑھی اور اس کو اعراب کے طور پر شمار کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ایک آیت گنا مگر علیہم کو آیت شمار نہیں کیا۔ دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ عبد خیر سے روایت کی ہے کہ حضرت علی سے السبع المثانی کی نسبت سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا: الحمد لله رب العالمین۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ تو صرف چھ آیتیں ہیں حضرت علی نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی ایک آیت ہے۔ ۵۳

**آیات:** ابن الضریس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ <sup>۶۶۱۶</sup> ہیں۔ ۵۴

**کلمات:** قرآن کریم کے کلمات کے شمار میں بھی علماء میں اختلاف ہے۔ بہت سے علماء نے قرآن پاک کے کلمات کا شمار ستھتر ہزار نو سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتایا ہے اور بعض مفسرین نے ستھتر ہزار چار سو تینتیس (۷۷۴۳۷) اور کچھ علماء نے ستھتر ہزار دو سو ستھتر (۷۷۲۷۷) رکلمات بیان کیے ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کئی قول آئے ہیں۔ کلمات کی تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھر اس کا مجاز بھی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے لفظ اور رسم الخط کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان سبھی امور کا اعتبار کرنا جائز ہے۔ چنانچہ ان علماء میں سے جو باہم اختلاف رکھتے ہیں ہر ایک نے ان ہی میں سے کسی ایک بات کا اعتبار کیا ہے۔

**حروف:** قرآن کریم کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکھتر (۳۲۳۶۷۱)

## حواشی

- ۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، اشاعت ۱۹۷۸ء، جلد: ۱۶، صفحہ: ۳۱۸
- ۲۔ نفس مصدر، ص: ۳۱۸
- ۳۔ نفس مصدر، ص: ۳۱۹ تا ۳۲۰
- ۴۔ الاتقان فی علوم القرآن، جلد: ۱، ص: ۱۸۶، ۱۸۸ (ترجمہ)، تحقیق فواز احمد زمری، ناشر فیصل پبلی کیشن، دیوبند، ۲۰۰۶ء
- ۵۔ نفس مصدر، ص: ۳۲۱
- ۶۔ قرآن مجید کا تعارف، مولانا صدر الدین اصلاحی، اشاعت ۱۹۷۴ء، ناشر مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ص: ۱۱ تا ۱۱
- ۷۔ سورہ یوسف: ۱۱۱
- ۸۔ سورہ اعراف: ۱۵۷
- ۹۔ استثناء باب ۳۳، آیت: ۲۰
- ۱۰۔ استثناء باب ۱۸، آیات: ۱۸ تا ۱۹
- ۱۱۔ انجیل متی، باب: ۲۱، آیات: ۴۲ تا ۴۴
- ۱۲۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۶، آیات: ۱۲-۱۳
- ۱۳۔ ملاکی، باب ۳، آیت: ۱
- ۱۴۔ انجیل متی باب: ۴، آیت: ۱۷
- ۱۵۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۴، آیات: ۱۵ تا ۱۷
- ۱۶۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۴، آیت: ۲۶
- ۱۷۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۴، آیت: ۲۹-۳۰
- ۱۸۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۶، آیات: ۷-۸
- ۱۹۔ یسعیاہ باب: ۴۲، آیات: ۹ تا ۱۷
- ۲۰۔ جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۱۷، آیت: ۱۰ میں صراحت فرمائی گئی ہے
- ۲۱۔ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۲۱ تا ۲۱

سورہ انعام: ۱۱۵	۲۲
سورہ شعراء: ۱۹۷	۲۳
سورہ عنکبوت: ۴۷	۲۴
سورہ مائدہ: ۸۳	۲۵
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۲۲-۲۳	۲۶
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۲۳ تا ۲۴	۲۷
سورہ فتح: ۲۷	۲۸
سورہ نور: ۵۵	۲۹
سورہ مائدہ: ۶۷	۳۰
سورہ طور: ۴۸	۳۱
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۲۶ تا ۲۷	۳۲
سورہ حجر: ۹	۳۳
سورہ روم: ۴۲ تا ۴۳	۳۴
سورہ اعراف: ۱۹۶	۳۵
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۲۸ تا ۳۰	۳۶
سورہ ہود: ۴۹	۳۷
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۳۰ تا ۳۱	۳۸
سورہ انبیاء: ۳۰	۳۹
سورہ سبا: ۳۰	۴۰
سورہ ذاریات: ۴۹	۴۱
سورہ یسین: ۳۹-۴۰	۴۲
قرآن مجید کا تعارف، ص: ۳۳ تا ۳۴	۴۳
سورہ جم سجدہ: ۳۵	۴۴

- ۴۵ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۳۶ تا ۳۹
- ۴۶ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۳۹ تا ۴۱
- ۴۷ ابراہیم: ۲۴-۲۵
- ۴۸ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۴۱ تا ۴۲
- ۴۹ سورہ بقرہ: ۲۳
- ۵۰ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۴۲ تا ۴۵
- ۵۱ قرآن مجید کا تعارف، ص: ۴۵ تا ۴۷
- ۵۲ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۲۸
- ۵۴ ماخوذ از قرآن پاک مطبوعہ ماہنامہ آستانہ دہلی
- ۵۵ الاتقان فی علوم القرآن، جلد: ۱، ص: ۳۶-۳۵
- ۵۴ الاتقان، جلد: ۱، ص: ۲۳۳ (ترجمہ)
- ۵۵ الاتقان، جلد: ۱، ص: ۲۳۳، (ترجمہ)

## عہد نامہ جدید کیا ہے؟

### انجیل مقدس یا نیا عہد نامہ:

کتاب مقدس (Holy Bible) کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ عہد نامہ عتیق کے نام سے معروف ہے۔ یہ حصہ یسوع مسیح سے قبل کے انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفوں اور یہودی تاریخ و روایات پر مشتمل ہے۔ یہودی اور عیسائی دونوں ہی اس حصے کو الہامی خیال کرتے ہیں۔

دوسرے حصہ کا نام نیا عہد نامہ (New testament) یا انجیل مقدس (Holy Gosple) ہے جسے صرف مسیحی مانتے ہیں۔ انجیل مقدس جس کا قرآن مجید میں بھی متعدد مرتبہ ذکر آیا ہے عام طور پر یونانی زبان کا لفظ قرار دیا گیا ہے جس کی اصل شکل (Eu-angellion & Rvangel) تحت مادہ یا تحت مادہ (Gosple) ہے۔ یونانی زبان میں اس لفظ کے لغوی معنی خوشخبری اور بشارت کے ہیں۔ Oxford Dictionary میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ لفظ انجیل یونانی لفظ angelos سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ”پیغامبر“ کے ہیں۔ انجیل کو عہد نامہ جدید یا New Testament کا نام عیسائیوں نے دوسری صدی عیسوی کے اواخر میں دیا۔ اس عہد نامہ جدید میں حسب ذیل نوشتے ہیں:

- ۱۔ متی کی انجیل۔ (Matthew)
- ۲۔ مرقس کی انجیل۔ (Mark)
- ۳۔ لوقا کی انجیل۔ (Luke)
- ۴۔ یوحنا کی انجیل۔ (John)
- ۵۔ رسولوں کے اعمال (Theact of Apostles)

- ۶۔ رومیوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (Romans)
- ۷۔ کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط۔ (Corinthians)
- ۸۔ کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط۔ (Corinthians)
- ۹۔ گلیتوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (Galatians)
- ۱۰۔ افسیوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (Ephesians)
- ۱۱۔ فلپیوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (Philippians)
- ۱۲۔ کلسیوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (Colassians)
- ۱۳۔ تھسلونکیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط۔ (Thessalonians)
- ۱۴۔ تھسلونکیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط۔ (Thessalonians)
- ۱۵۔ تیمتھیہس کے نام پولس رسول کا پہلا خط۔ (Timothy)
- ۱۶۔ تیمتھیہس کے نام پولس رسول کا دوسرا خط۔ (Timothy)
- ۱۷۔ ططس کے نام پولس رسول کا خط۔ (Titus)
- ۱۸۔ فلیمون کے نام پولس رسول کا خط۔ (Philemon)
- ۱۹۔ عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط۔ (To the Hebrews)
- ۲۰۔ یعقوب کا عام خط۔ (James)
- ۲۱۔ پطرس کا پہلا عام خط۔ (Peter)
- ۲۲۔ پطرس کا دوسرا عام خط۔ (Peter)
- ۲۳۔ یوحنا کا پہلا عام خط۔ (John)
- ۲۴۔ یوحنا کا دوسرا خط۔ (John)
- ۲۵۔ یوحنا کا تیسرا خط۔ (John)

(Jude)

۲۶۔ یہوداہ کا عام خط۔

(Revelation)

۲۷۔ یوحنا عارف کا مکاشفہ ۳

ان نوشتوں کو ہم باسانی پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

**اناجیل اربعہ:**

یہ وہ انجیلیں ہیں جو متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی طرف منسوب ہیں۔ ان انجیلوں میں یسوع مسیح کے حالات، معجزات اور تعلیمات کا ذکر ہے۔ مگر اس طرح کی ترتیب، اندازِ بیان اور واقعات کی تفصیل میں ہر انجیل دوسری انجیل سے مختلف ہے۔

یہ بات اب تقریباً طے شدہ ہے کہ ان مصنفین میں سے کوئی بھی یسوع مسیح کا شاگرد نہیں ہے۔

**رسولوں کے اعمال:**

رسولوں کے اعمال میں یسوع مسیح کے مقرر کردہ بارہ رسولوں اور پولس رسول کی دعوتی سرگرمیوں اور ان کے اور روح القدس کے معجزانہ کرشموں کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب کس کی تصنیف کردہ ہے۔ قطعیت سے کچھ کہنا ناممکن ہے۔

**خطوط:**

یہ خطوط پولس رسول کی طرف منسوب ہیں اور ان کی تعداد چودہ ہے۔

**دیگر خطوط:**

یہ خطوط ہیں۔ یسوع مسیح کے مختلف شاگردوں کی طرف منسوب۔ یہ کل سات ہیں۔

**یوحنا عارف کا مکاشفہ:**

یہ مکاشفہ یسوع مسیح کے شاگرد یوحنا عارف کی طرف منسوب ہے اور عجیب و غریب ہے۔

یہ ہے نیا عہد نامہ اپنی موجودہ شکل میں۔ یہ شکل کب اور کیسے وجود میں آئی، قیاس آرائی کے

سوا یقین سے کوئی بات کہنا ممکن نہیں ہے۔ مویشیم (Mosheim) مسیحی کلیساؤں کی مشہور مستند تاریخ

"Institutes of Ecclesiastical History, Ancient and Modern" میں فرماتے ہیں۔ یہ بات کہ کس وقت اور کن لوگوں کے ذریعہ نئے عہد نامہ کی کتابیں ایک جلد میں جمع ہوئیں اہل علم کی اس سلسلے میں مختلف آراء بالفاظ صحیح تر قیاس آرائیاں ہیں کیوں کہ یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر غور کرتے وقت ہم لوگ، جو کہ بعد کے زمانوں کے ہیں، عظیم اور تقریباً ناقابل حل دشواریوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ (صفحہ: ۳۶)

موجودہ نیا عہد نامہ عیسائیوں کے متفقہ انجیل نہیں ہے۔ یہ ان مسیحی فرقوں کے خیالات کی آئینہ دار اور ان کی رائج کردہ ہے جو تثلیث کے قائل تھے۔ لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ تثلیث پرست ابتدا سے اس نئے عہد نامہ پر متفق تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان کے مابین بھی اس مسئلہ میں سخت اختلاف تھا جو کئی سو برس چلتا رہا اور بعد میں زمانے کے نشیب و فراز اور کچھ غیر معمولی اثرات رکھنے والے مسیحی پیشواؤں کے اثر و نفوذ سے ختم ہو سکا۔<sup>۵</sup> انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، کا مقالہ نگار اس صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

”دوسری صدی عیسوی کے اختتام اور تیسری صدی کے آغاز کے مسیحی لٹریچر سے واضح ہوتا ہے کہ نئے عہد نامہ کی بنیادی چیزوں کے بارے میں وسیع پیمانے پر اتفاق پیدا ہو چکا تھا یعنی چار انجیلیں، سینٹ پال کے تیرہ خطوط، اسی طرح یہوداہ کا خط، یوحنا کا پہلا خط یا پیٹر (پیٹر یا پطرس، یسوع کے خلیفہ اعظم) کا پہلا خط عام طور سے تسلیم کر لیے گئے تھے۔ اگرچہ آخری خط موریتورین کے (بائبل کے) نسخے میں نہیں ہے اور غالباً افریقی کلیسا کے ابتدائی نئے عہد نامہ میں بھی نہیں تھا۔ یوحنا کے مکاشفہ کا مصنف یوحنا رسول ہے، یہ بات مغرب میں تسلیم کر لی گئی تھی۔ مگر مشرق میں نہیں، عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط اور یعقوب کا خط مشرق میں رسولوں کے خط اور نئے عہد نامہ کے جزو مان لیے گئے تھے۔ مگر مغرب میں نہیں۔ اسکندریہ میں وسیع تر مجموعہ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اسکندریہ کا کلیمنٹ (عظیم مسیحی پیشوا)، برناباس کے خط، پیٹر کے مکاشفہ اور روم کے کلیمنٹ کے خط کی رسولی حیثیت کا اقرار کرتا ہے۔



(یہ سب خطوط نئے عہد نامہ میں موجود نہیں ہیں اور جعلی شمار ہوتے ہیں۔)

اور اور ڈائی ڈیچ (Didach) (بارہ حواریوں کے واسطے سے یسوع مسیح کے اخلاقی ضوابط کا مجموعہ، خصوصیت سے کلیسا کے مختلف اداروں کے سلسلے میں یہ مشہور مسیحی نوشتہ ہے اور نئے عہد نامہ میں اب شامل نہیں ہے۔) کا حوالہ کتاب مقدس کے جزو کی حیثیت سے دیتا ہے، دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے یعقوب کا خط، پیٹر کا دوسرا خط اور یوحنا کا تیسرا خط نہیں ملا تھا۔ کلیسا کے عام رویہ کے خلاف ایک اہم استثناء عدلیس اور میسوپوٹامیہ کے سریانی کے بولنے والے کلیساؤں میں پایا جاتا ہے۔ ان کے نئے عہد نامہ میں ٹیٹین کی Diatessaron انجیل تھی (جس میں چاروں انجیلوں کے متفقہ اجزاء تھے) رسولوں کے اعمال اور سینٹ پال کے خطوط تھے اگرچہ ابتدائی زمانے ہی میں چار متفرق انجیلوں نے اس انجیل کی جگہ لے لی تھی مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عوامی عبادت کے موقع پر اس انجیل کی حیثیت (عرصے تک) برقرار رہی تھی۔

نوٹ: گویا یہ ایک اور انجیل تھی جو عبادت کے موقع پر بھی استعمال ہوتی تھی۔

تیسری صدی کے اوائل میں اوریجن (Origen) کے عظیم اثر سے وسیع تر نئے عہد نامہ کی ہمت افزائی ہوتی۔ اوریجن ان تمام خطوط سے واقف نظر آتا ہے جو بعد میں تسلیم کر لیے گئے اگرچہ وہ یعقوب کے خط، پیٹر کے دوسرے خط اور یوحنا کے دوسرے اور تیسرے خط کے بارے میں تذبذب کا اظہار کرتا ہے۔ ۶۔

گویا تیسری صدی عیسوی تک بھی یہ طے نہ ہو سکا تھا کہ انجیل مقدس کیا ہے اور کیا نہیں ہے اس سلسلے میں اگر کوئی پیش رفت ہوتی تو وہ اوریجن کے غیر معمولی اثر کا نتیجہ تھی۔ مقالہ نگار بحث کو جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے:

”نئے عہد نامہ نے چوتھی صدی کے دوران آخری شکل اختیار کی، اس صدی کے شروع میں بہت کچھ غیر یقینی صورت حال موجود تھی۔ یوسی بیس (Eusebius) اس صورت حال کو بیان کرتا ہے اور

نئے عہد نامہ کی کتابوں کی تین قسمیں کرتا ہے۔ (۱) وہ کتابیں جو عام طور پر تسلیم کر لی گئی تھیں۔ (۲) وہ کتابیں جن میں اختلاف تھا مگر زیادہ تر مان لی گئی تھیں۔ (۳) جو رد کردی گئی تھیں۔ پہلی قسم میں چار انجیلیں رسولوں کے اعمال، پولس رسول کے خطوط، بطرس کا پہلا خط، یوحنا کا پہلا خط اور اگر چاہا جائے تو یوحنا کا مکاشفہ داخل تھیں۔ دوسری قسم میں یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط، بطرس کا دوسرا اور تیسرا خط اور یوحنا کا تیسرا خط داخل تھے اور آخری قسم میں پولس رسول کے اعمال، ہرماس کا چرواہا، بطرس کا مکاشفہ، ڈائی ڈیج اور کچھ لوگ یوحنا کا مکاشفہ اور کچھ اور لوگ عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط کو (اسی رد کردہ قسم میں) شمار کرتے ہیں۔

گویا چوتھی صدی کے شروع تک نئے عہد نامہ کی کتابوں کے بارے میں سخت تذبذب موجود تھا۔ یہ تذبذب اور اختلاف کس طرح دور ہوا؟ مقالہ نگار اس پر روشنی ڈالتا ہے۔

”کہ موجودہ نیا عہد نامہ جس نے بالآخر قبولیت عام حاصل کر لی، سب سے پہلے ۳۶۷ء کے اتھاناسیس کے جشن والے خط میں ظاہر ہوتا ہے۔ مصر میں اس وقت تک نئے عہد نامہ کی قطعی مشتملات کے بارے میں سخت بے یقینی اور ڈھیلے پن کی کیفیت تھی۔ اتھاناسیس (Athanasius) اس صورت حال کو ٹھیک کرنے کے لیے فرمان جاری کرتا ہے۔ مشرق و مغرب میں اتھاناسیس کے غیر معمولی اثر نے اس کے (مرتب کردہ) نئے عہد نامہ کے بقیہ کی مسیحیت کے ساتھ ساتھ چھاجانے کا موقع دیا۔ (نوٹ: بقیہ کی کونسل میں تثلیث پرستوں کو دوسرے مسیحی فرقوں میں غلبہ حاصل ہوا۔ اس غلبہ میں اتھاناسیس کا بہت بڑا حصہ تھا۔ بقیہ کی مسیحیت سے مراد موجودہ تثلیث پرستی ہے)۔ لیکن نئے عہد نامہ



کی، دوسری روایات بھی ایک عرصے تک جاری رہیں۔ انیٹیاچ کے مکتب فکر نے حواریں کے خطوط میں سے صرف یعقوب کے خط، پیٹر کے پہلے خط اور یوحنا کے پہلے خط کو تسلیم کیا جب کہ اس کے ممتاز نمائندہ موپسیسیا (Mopsuestia) کے تھوڈور (Theodore) نے نئے عہد نامہ کے اس پورے حصے (حواریں

کے خطوط) کو رد کر دیا۔ (یہ رد کردہ خطوط آج نئے عہد نامہ کا جز ہیں)

۸۰۰۷

یروشلم کے Cyril اور Nazianzum کے گریگری کی جانب سے نئے عہد نامہ کی جو شکل پیش کی گئی وہ پہلے ہی اتھانائیس کے عین مطابق تھی اس استثنا کے ساتھ کہ یوحنا کے مکاشفہ کو تسلیم کرنے میں ابھی تذبذب باقی تھا۔ ۸

گویا نیا عہد نامہ اتھانائیس کا مرتب کردہ ہے اور اتھانائیس کے غیر معمولی اثر و رسوخ نے اسے کتاب مقدس کا درجہ دیا۔ مقالہ نگار مزید لکھتا ہے:

”مغرب نے اتھانائیس کی رہنمائی قبول ۳۸۲ء میں کلیسا کی ایک عام مجلس روم میں پوپ ڈیماکس کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں یروم (عظیم مسیحی پیشوا) کے اثر سے نئے عہد نامہ کے مشتملات کی فہرست اتھانائیس کے مطابق اختیار کی گئی..... یہی فہرست اگیٹائن (عظیم مسیحی پیشوا) کی رہنمائی میں افریقہ کے صوبہ کے لیے کلیسا کی ان مجلسوں میں آزادانہ تسلیم کی گئی جو پورے پچیس میں ۳۹۳ء میں کارٹیج میں ۳۹۷ء اور ۴۱۹ء میں ہوئیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگیٹائن نے اگرچہ عبرانیوں کے نام خطوط کو کتاب مقدس کا جزو تسلیم کر لیا تھا۔ مگر اس کا حوالہ دینے کا انداز بتاتا ہے کہ اسے اس بات میں اب تک خاص شک ہے کہ یہ سینٹ پال کا خط ہے۔“

گویا اتھانائیس، یروم اور اگیٹائن کے عظیم اثرات کے باوجود پانچویں صدی عیسوی تک تذبذب کی کیفیت باقی تھی اور خود اگیٹائن اس میں مبتلا تھا۔ مقالہ نگار اس بحث کا خاتمہ ان الفاظ پر کرتا ہے۔ ”دوسری ٹرو لین کونسل (Trullan Council) ۶۹۲ء میں ہوئی، اس کے اختیار کردہ دوسرے نئے عہد نامہ Quinise-xtum کو یہ حیثیت دی جاسکتی ہے کہ اس نے مشرق و مغرب کے لیے نئے عہد نامہ کی ترتیب و تشکیل پانے کے عمل کو رسمی طور سے ختم کر دیا۔ ۹

گویا ساتویں صدی کے تقریباً خاتمے پر نیا عہد نامہ آخری طور پر تشکیل پاسکا۔

## رسولوں کے اعمال اور خطوط

انا جیل اربعہ کے بعد انجیل برنابا کے سوا جنہیں کلیسا مسیحیت کا ماخذ سمجھتا ہے، رسولوں کے اعمال اور خطوط کی اہمیت ہے وہ ان مسیحی تعلیمات کا ماخذ ہیں، جو مذہب کی تشکیل اور واجبات کی تعیین کرتی اور رسوم و شعائر اور دینی آداب کو واضح کرتی ہیں، مسیحیت پر بحث کے لیے ہم ان کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

(۱) معنی (۲) عدد (۳) تدوین کی زبان (۴) ان کے کاتبین (۵) ان کی دینی حیثیت۔

### (۱) رسائل کے معنی:

”رسولوں کے اعمال“ کلیسا کی اصطلاح میں تعلیمی رسالے، کہے جاتے ہیں اس لیے کہ وہ حضرت مسیح کی زندگی کی تشریح و توضیح، عملی لحاظ سے کرتے ہیں، جب کہ انجیلیں صرف حضرت مسیح سے متعلق قصوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح ان کا تعلق ماضی کی ایک داستان سے ہے، البتہ اس میں تقدس کا ایک رنگ بھی ہے، لیکن یہ رسائل حرکت و عمل سے تعلق رکھتے ہیں اور واجب و فرض کی تعلیم دیتے ہیں۔ لہذا وہ مسیحیت کا وہ نظام عمل ہے، جسے ایک مسیحی کو اپنے حال اور مستقبل میں عملاً اپنانا ہوتا ہے۔ اس اہمیت کے سبب یہ رسائل مسیحیت کا ایک بڑا ماخذ بن جاتے ہیں۔

بائبل کے مطابق عہد نامہ جدید میں پہلی چار کتابیں انا جیل اربعہ یعنی چار مختلف مؤلفین کے ذریعہ لکھی گئی چار سوانح مسیح علیہ السلام میں ان چار سوانح کے بعد رسولوں کے اعمال نامی کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السمع (نصاری کے مطابق بعد از مصلوب) کے بعد اگلے تیس پینتیس سال کی مسیح تاریخ ہے جو کلیسا کی بنیاد ہے۔ حواریں کی تبلیغ غیر یہود کے مسیحیت میں داخلے اور سینٹ پال کے تبدیل مذہب (ترک یہودیت اور دخول مسیحیت) اور رومی سلطنت کی راجدھانی روم میں سینٹ پال کی تصلیب وغیرہ پر مبنی ہے۔ یہ کتاب پوری طرح سے عیسائیت کے قرن اولیٰ کی عکاسی

کرتی ہے اور سب سے آخری کتاب یعنی مکاشفہ یوحنا عیسائیت کو درپیش آنے والے مستقبل کے واقعات، مبشرات اور پیش گوئیوں پر مبنی ہے ان دونوں کتابوں یعنی رسولوں کے اعمال اور یوحنا کے مکاشفات کے درمیان حواریین و مبلغین وغیرہ کے اکیس خطوط ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

## (۲) رسائل کی تعداد:

۱ تا ۱۳ وہ کتاب یا خط ہیں جنہیں پولس نے مختلف شہر کے لوگوں کے نام لکھا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں: روم، کرنٹھی، گلنی، افسی، فلپی، کلستی، تھسلینک، تیمتھی، ططس، فلیمون، عبرانی پھر سولہواں خط یعقوب نے سترہواں، اٹھارہواں پطرس نے۔

یوحنا حواری

۱۹ تا ۲۱ یوحنا نے بائیسواں یہوداہ نے لکھا۔ نمبر ۲۱ پر یوحنا عارف کا مکاشفہ ہے، جسے بھی کی کتاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد و منہاج سابقہ رسولوں سے مختلف ہے اس لیے کہ اس میں حضرت عیسیٰ کی الوہیت و سلطنت بیان ہوئی ہے جب کہ دوسرے رسائل و عطا، عبادت کے قصوں اور دینی سبق پر مشتمل ہیں۔

رسالہ یوحنا میں الوہیت مسیح کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ مسیح کو کلیسا، ارباب کلیسا اور اس کے مستقبل کا علم بھی ہے اس میں بھی خدا کو ایک بوڑھے کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ جو مسیح کا ہم شکل ہے اور اپنے سینے پر ایک سونے کا منکا باندھے ہوئے ہے اس کی آنکھیں شعلے کی طرح ہیں اس کے ہاتھ میں سات ستارے اور ایک دودھاری تلوار ہے۔ اور کبھی سچ کو ایک مذبح کی شکل میں بتایا گیا ہے۔ جس کی سات سیٹیں اور سات آنکھیں ہیں۔ اصحاح ۱، ۵، ۱۲۔

تحریر کی زبان اور اس کے لکھنے والے:

تاریخی رسائل کے ماہرین کی رائے ہے کہ یہ رسائل جس زبان میں لکھے گئے تھے وہ یونانی زبان تھی، ان رسائل کو چھ اشخاص نے لکھا تھا، (۱) لوقا (۲) یوحنا (۳) پطرس (۴) یعقوب (۵) یہوداہ (۶) پولس۔

(۳) پطرس حواریوں میں سے تھا، اس کا اصلی نام شمعون تھا، اس کا پیشہ ماہی گیری تھا، حضرت مسیح کے بعد وہ انطاکیہ اور رومیہ میں مسیحی مبشر اور مبلغ کے طور پر گیا تھا، اس کا انجام یہ ہوا کہ نیرو کے مظالم کا شکار ہوا، پھانسی کی سزا سنائی گئی تو اس نے درخواست کی کہ اسے التالٹکا کر پھانس دی جائے تاکہ مسیح کی صلیب کے مشابہ نہ ہو۔

صاحب 'مروج الاخبار' فی تراجم الابرار کا یہ کہنا قابل غور بات ہے کہ یہ اور اس کا شاگرد مرقس الوہیت مسیح کے منکر تھے۔

(۴) یعقوب یوحنا بن فریدی کا بھائی تھا، جو حواری تھے اور شکار پیشہ مسیحی اہل قل کا کہنا ہے کہ یعقوب بھی اپنے بھائی کی طرح حواری تھے اور وہ یروشلم کے پہلے پوپ (اسقف) مقرر ہوئے تھے۔

تاریخ الامۃ القبطیۃ کا ان کے مرتبہ کے بارے میں بیان ہے کہ وہ اپنی طہارت و نظافت کے لیے اتنے مشہور تھے کہ ان کا نام ہی 'نیک یعقوب' پڑ گیا۔ ان کا انجام یہ ہوا کہ یہودیوں نے سنگسار کر کے ہلاک کر دیا انھیں یہ سز ۶۱۱ء یا ۶۲ میں دی گئی۔

(۵) یہوداہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ یہود السخر یوطی تھا، جس نے مسیح کو گرفتار کرایا تھا یا کوئی اور ہے۔

انجیل متی میں یہوداہ کا ذکر تد اوس کے نام سے ہوا ہے، برنابا کا کہنا ہے کہ وہ السخر یوطی نہیں بلکہ دوسرا شخص ہے کچھ لوگ اسے یعقوب کا چھوٹا بھائی مانتے ہیں اس طرح زیدی صیاد کے تین بیٹے ہوتے ہیں۔ (۱) یوحنا حواری (۲) یعقوب حواری (۳) اور یہوداہ۔ اگرچہ متی نے یوحنا اور یعقوب ہی کا نام لیا اور کہا ہے کہ زیدی کے یہی دو بیٹے تھے اس نے یہوداہ اور اس کے بلاد عجم میں مرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لیے یہوداہ کی شخصیت تحقیق کی محتاج رہ جاتی ہے کہ وہ کون تھا؟ ۱۳۔

(۶) پولس۔ کی شخصیت مسیحی تاریخ میں بہت اہم سمجھی جاتی ہے اس لیے کہ شروع میں تو اس

کی زندگی مسیحیت کے شایاں نہیں معلوم ہوتی لیکن بعد میں وہ مسیحی علوم کا شارح اور عبادات و رسوم اور کلیسائی نظام کا معلم بن کر سامنے آیا خصوصاً دینی رسوم و تقریبات کے سلسلے میں صرف اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے، خود اس کا کہنا ہے کہ:

”میں یہودی ہوں اور کلکیہ کے شہر ترس میں پیدا ہوا۔ مگر میری تربیت اس شہر (یروشلم) میں گلی ایل کے قدموں میں ہوئی“۔ ۱۴

لیکن ۲۳ میں اصحاب میں ہے کہ:

”جب پولس نے یہ معلوم کیا کہ بعض صدوتی ہیں اور بعض فریسی تو عدالت میں پکار کے کہا کہ اے بھائیو! میں فریسی اور فریسیوں کی اولاد ہوں مردوں کی امید اور قیامت کے بارے میں مجھ پر مقدمہ ہو رہا ہے“۔ ۱۵

اصحاب ۲۲ اور ۲۶ میں ہے:

”تو پلٹن کے سردار نے حکم دے کر کہا کہ اسے قلعہ میں لے جاؤ اور کوڑے مار کر اس کا اظہار لو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ وہ کس سبب سے اس کی مخالفت میں یوں چلاتے ہیں جب انھوں نے اسے تسموں سے باندھ لیا تو پولس نے اس صوبہ دار سے جو پاس کھڑا تھا کہا کہ کیا تمہیں روا ہے کہ ایک رومی آدمی کے کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کیے بغیر۔ ۱۶

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولس کو رومی، فریسی یہودی یا کیا سمجھا جائے؟ اس کی قومیت کا تعین ایک اہم معاملہ ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بارے میں خود پولس کے اقوال میں تضاد کیوں ہے؟

**پولس اور مسیحیت:**

(۱) پولس شروع میں مسیحیت کا سخت مخالف اور مسیحیوں کی ایذا رسانی میں سب سے آگے

تھا، یہ تفصیلات رسولوں کے اعمال میں موجود ہیں جیسے یہ ہے کہ:

اور شاؤل (پولس) جو ابھی تک خداوند کے شاگردوں کو دھمکانے اور قتل کرنے کی دھن میں تھا، سردار کاہن کے پاس گیا۔“ ۱۷۔  
دوسری جگہ ہے:

”اس نے یروشلم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے کیوں کہ ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔“ ۱۸۔

(۲) انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پولس (شاؤل) کو پھر مقدس مان لیا گیا:

”جب وہ سفر کرتا ہوا دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ یکا یک آسمان سے ایک نور اس کے گرد اگرد آچکا اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے شاؤل اے شاؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ اس نے پوچھا اے خداوند! تو کون ہے؟ اس نے کہا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے مگر اٹھ شہر میں جا اور جو تجھے کرنا چاہیے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔“ ۱۹۔

یہاں قاری کو ایک خلا محسوس ہوگا کہ پولس مسیحیت کے دشمن سے مسیحیت کا مبلغ بن گیا؟ اور جس چیز کا وہ مخالف تھا اب اسی کا مصدر و ماخذ کیسے ہو گیا؟ کیا خدا شر پسندوں میں سے کسی کو بناتا ہے اور اپنے دین کے دشمن کو یہ اعزاز بخشتا ہے۔ اس کے علاوہ عقلاً بھی یہ بات نہیں سمجھ میں آتی کہ کوئی شخص عداوت سے محبت کی طرف یکبارگی ایسی جست لگا سکتا ہے اور مخالفت چھوڑ کر اس دین پر ایمان لاسکتا ہے۔ چہ جائے کہ اسی عقیدہ کا رکن رکین اور مضبوط ستون بن جائے۔

اس واقعہ کے نفسیاتی مطالعہ اور تاریخی جائزہ۔ دونوں کی ضرورت ہے تاکہ پولس کی تعلیمات کا پس منظر سمجھا جاسکے اور ان کی صحت معلوم ہو سکے اس لیے کہ یہ تعلیمات ہی آج مسیحیت کا اول و آخر مرجع سمجھی جا رہی ہے۔

پولس کا انجام بھی عبرتناک ہوا، اور ۶۶ء یا ۶۷ء میں نیرو کے حکم سے قتل ہوا۔ ۲۰۔

رسائل پر چند ملاحظات:



ان رسائل میں مندرجہ ذیل نکات کی تحقیق ضروری ہے۔

(۱) ان کے لکھنے والوں نے یہ کلام مقدس کہاں سے حاصل کیا۔ اور اس کے الہامی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔

(۲) یہ رسالے وحی ہیں یا وحی کی تشریح و توضیح۔

(۳) کیا یہاں حضرت مسیح پر وحی کا امکان بھی ہے، حالاں کہ وہ عیسائی عقیدے میں ابن اللہ ہیں، کیوں کہ وحی تو خدا اور پیغمبر کے درمیان ہوتی ہے اور خدائی گھرانے کے لیے وحی کا واسطہ سمجھ میں نہیں آتا۔

(۴) رسالہ اعمال نے ان ۱۲۰ افراد کے نام نہیں بتائے جو روح القدس سے بھرے گئے تھے۔

(۵) گیارہ حواریوں میں سے صرف چند ہی کے رسالے موجود ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ نے رسالے نہیں لکھے، جب کہ دوسرے غیر حواریوں نے رسالے لکھے ہیں، اب ایسے لکھنے والوں کے لیے الہام مانا جائے یا نہیں؟ الہام ماننے کی صورت میں الہام کی پھر کوئی تخصّص نہیں رہ جاتی، اور پھر غیر حواریوں کے لیے کیسے الہام مانا جاسکتا ہے؟۔

اب یہاں دو صورتیں ہیں اگر رسائل کو الہامی نہ مانا جائے تو ان کی دینی اہمیت باقی نہیں رہتی اور اگر الہام کو ضروری قرار دیا جائے تو غیر حواری جسے الہام نہیں ہوتا تو وہ کیسے ایک الہامی کتاب لکھ سکتا ہے؟

(۶) اس سلسلے میں مسیحیت کے مصنف یوسف چلپی الہام کے متعلق چند مسیحیوں کے خیالات یہاں لکھتے ہیں۔

مسٹر ریس کا کہنا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کو الہامی کہا ہے، لیکن یہ بھی مانا ہے کہ ان کتابوں کے مؤلفین کے قول و فعل میں تضاد پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ جب متی کے آیات ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱

پھر ان کا مقابلہ 'اعمال' کی ان ۶ آیات سے کریں جو ۲۳ ویں اصحاح میں ہیں تو واضح اختلاف

نظر آتا ہے۔ ۲۱

اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا کہ بعض حواری صاحب وحی نہیں تھے جیسے کہ یروشلیم کی کونسل کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے، انجیل متی کے بارے میں خود قدیم مسیحیوں کا خیال تھا کہ وہ الہامی نہیں۔ استاذ لن انجیل یوحنا کو غیر الہامی مانتے ہیں اور رسولوں کے خطوط کی بھی یہی حالت ہے اکثر مسیحی ۳۶۳ء تک رسالہ یعقوب اور یوحنا کے پہلے دوسرے رسالے اور مکاشفہ کو غیر الہامی مانتے ہیں۔ انجیل کا تضاد اس کے غیر الہامی ہونے کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

چند اختلافات ملاحظہ ہوں:

حضرت عیسیٰ کی نسبت اختلاف یہ ہے کہ متی میں انھیں حضرت داؤد کے سلسلے میں بتایا ہے اور لوقا میں ہے کہ وہ سلاطین کی نسل سے نہیں بلکہ داؤد اور نشان ہی اس سلسلے میں ہیں، مجنون لڑکی شفا چاہنے والی عورت کو متی اصحاح ۲ میں کنعانہ اور مرقس کے اصحاح ۸ میں اسے فیثقیہ اور شامیہ بتایا گیا ہے۔

(۷) ۳۲۵ء میں نیقیہ میں منعقد شدہ مسیحی کونسل نے ان رسائل کو تسلیم نہیں کیا تھا:

پولس کا خط عبرانیوں کے نام، پطرس کا دوسرا خط، یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط، یعقوب اور یہوداہ کے خطوط اور یوحنا کا مکاشفہ۔

یہ تمام رسائل مسیحیت کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں مگر اسے لودیسیا کی کونسل نے ۳۶۴ء میں تسلیم

کیا۔

(۸) ان رسائل کے مسلسل سند اور روایت بھی موجود نہیں بلکہ یہ ارینوس کے ذریعہ ۲۰۰ء

اور کلیمنس کے ذریعہ ۲۱۶ء میں متعارف ہوئے۔

(۹) رومی حکومت نے ۳۰۳ء میں تمام کلیساؤں اور کتابوں کی بربادی اور مسیحیوں کی عبادتی

اجتماعات کو ممنوع کر دیا تھا، اور پولس بھی حکمرانوں کا آلہ کار تھا، جیسا کہ 'اعمال' کا نواں اصحاب یہ تفصیلات پیش کرتا ہے۔

اس بحث و تحقیق کا داعیہ مسیحیت کے خلاف کوئی تعصب نہیں بلکہ یہ جذبہ ہے کہ تلاش حق بنی آدم کی مشترکہ تلاش ہے اور پوری انسانیت کے مفاد میں ہے اور اسے نظر انداز کرنا انسانیت پر ظلم ہے۔ بحث و تحقیق سے ادعا اور انسانیت ختم ہوتی ہے اور صحیح علم ہی کے ذریعہ انسان، حیوانی سطح سے بلند ہوتا ہے، اس لیے عدل، حق اور انسانیت کے لیے ہم سب کی تلاش جاری رہنی چاہیے۔ ۲۲

## عہد نامہ جدید کی کتابوں کے باب اور آیات

انا جیل اربعہ:

متی باب: (۲۸)

۲۸(۵)	۲۵(۴)	۱۷(۳)	۲۳(۲)	۲۵(۱)
۴۲(۱۰)	۳۸(۹)	۳۴(۸)	۲۹(۷)	۳۴(۶)
۳۹(۱۵)	۳۶(۱۴)	۵۸(۱۳)	۵۰(۱۲)	۳۰(۱۱)
۳۴(۲۰)	۳۰(۱۹)	۳۵(۱۸)	۲۷(۱۷)	۲۸(۱۶)
۴۶(۲۵)	۵۱(۲۴)	۳۹(۲۳)	۴۶(۲۲)	۴۶(۲۱)
		۲۰(۲۸)	۶۶(۲۷)	۷۵(۲۶)

مرقس باب (۱۶)

۴۳(۵)	۴۱(۴)	۳۵(۳)	۲۸(۲)	۲۵(۱)
۵۲(۱۰)	۵۰(۹)	۳۸(۸)	۳۷(۷)	۵۶(۶)
۴۷(۱۵)	۷۳(۱۴)	۳۷(۱۳)	۴۴(۱۲)	۳۳(۱۱)
				۲۰(۱۶)

لوقا باب (۲۴)

۳۹(۵)	۴۴(۴)	۳۸(۳)	۵۲(۲)	۸۰(۱)
۴۲(۱۰)	۶۲(۹)	۵۶(۸)	۵۰(۷)	۴۹(۶)
۳۲(۱۵)	۳۵(۱۴)	۳۵(۱۳)	۵۹(۱۲)	۵۴(۱۱)
۴۷(۲۰)	۴۸(۱۹)	۴۳(۱۸)	۳۷(۱۷)	۳۱(۱۶)
	۵۳(۲۴)	۵۶(۲۳)	۷۱(۲۲)	۳۸(۲۱)

یوحنا باب (۲۱)

۴۷(۵)	۵۴(۴)	۳۶(۳)	۲۵(۲)	۵۱(۱)
۴۲(۱۰)	۴۱(۹)	۵۹(۸)	۵۳(۷)	۷۱(۶)
۲۷(۱۵)	۳۱(۱۴)	۳۸(۱۳)	۵۰(۱۲)	۵۷(۱۱)
۳۱(۲۰)	۴۲(۱۹)	۴۰(۱۸)	۲۶(۱۷)	۳۳(۱۶)

۲۵(۲۱)

رسولوں کے اعمال باب ۲۸

۴۲(۵)	۳۷(۴)	۲۶(۳)	۴۷(۲)	۲۶(۱)
۴۸(۱۰)	۴۳(۹)	۴۰(۸)	۶۰(۷)	۱۵(۶)
۴۱(۱۵)	۲۸(۱۴)	۵۲(۱۳)	۲۵(۱۲)	۳۰(۱۱)
۳۸(۲۰)	۴۱(۱۹)	۲۸(۱۸)	۳۴(۱۷)	۴۰(۱۶)
۲۷(۲۵)	۲۷(۲۴)	۳۵(۲۳)	۳۰(۲۲)	۴۰(۲۱)

۳۱(۲۸) ۴۴(۲۷) ۳۲(۲۶)

رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۱۶)

۲۱(۵)	۲۵(۴)	۳۱(۳)	۲۹(۲)	۳۲(۱)
۲۱(۱۰)	۳۳(۹)	۳۹(۸)	۲۵(۷)	۲۳(۶)
۳۳(۱۵)	۲۳(۱۴)	۱۴(۱۳)	۲۱(۱۲)	۳۶(۱۱)

۲۷(۱۶)

کرنٹیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب (۱۶)

۱۳(۵)	۲۱(۴)	۲۳(۳)	۱۶(۲)	۳۱(۱)
-------	-------	-------	-------	-------

۳۳(۱۰)      ۲۷(۹)      ۱۳(۸)      ۴۰(۷)      ۲۰(۶)

۵۸(۱۵)      ۴۰(۱۴)      ۱۳(۱۳)      ۳۱(۱۲)      ۳۴(۱۱)

۲۴(۱۶)

کرنہیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط باب (۱۳)

۲۱(۵)      ۱۸(۴)      ۱۸(۳)      ۱۷(۲)      ۲۴(۱)

۱۷(۱۰)      ۱۵(۹)      ۲۴(۸)      ۱۶(۷)      ۱۸(۶)

۱۴(۱۳)      ۲۱(۱۲)      ۳۳(۱۱)

گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۶)

۲۶(۵)      ۳۱(۴)      ۲۹(۳)      ۲۱(۲)      ۲۴(۱)

۱۸(۶)

افسیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۶)

۳۳(۵)      ۳۲(۴)      ۲۱(۳)      ۲۲(۲)      ۲۳(۱)

۲۴(۶)

فلپیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۴)

۲۳(۴)      ۲۱(۳)      ۳۰(۲)      ۲۰(۱)

کلسیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۴)

۱۸(۴)      ۲۵(۳)      ۲۳(۲)      ۲۹(۱)

تحسلنیکیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب (۵)

۲۸(۵)      ۱۸(۴)      ۱۳(۳)      ۲۰(۲)      ۱۰(۱)

تحسلنیکیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط باب (۳)

۱۸(۳) ۱۷(۲) ۱۲(۱)

تیسٹھیس کے نام پولس رسول کا پہلا خط باب (۶)

۲۵(۵) ۱۶(۴) ۱۶(۳) ۱۵(۲) ۲۰(۱)

۲۱(۶)

تیسٹھیس کے نام پولس رسول کا دوسرا خط باب (۴)

۲۱(۴) ۱۷(۳) ۲۶(۲) ۱۸(۱)

ططس کے نام پولس رسول کا خط باب (۳)

۱۵(۳) ۱۵(۲) ۱۶(۱)

فلیون کے نام پولس رسول کا خط باب (۱)

باب (۱) آیات ۲۵

عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط باب (۱۳)

۱۴(۵) ۱۶(۴) ۱۹(۳) ۱۸(۲) ۱۴(۱)

۳۹(۱۰) ۲۸(۹) ۱۳(۸) ۲۸(۷) ۲۰(۶)

۲۴(۱۳) ۲۹(۱۲) ۴۰(۱۱)

یعقوب کا عام خط باب (۵)

۲۰(۵) ۱۷(۴) ۱۸(۳) ۲۶(۲) ۲۷(۱)

پطرس کا پہلا عام خط باب (۵)

۱۴(۵) ۱۹(۴) ۲۲(۳) ۲۵(۲) ۲۵(۱)

پطرس کا دوسرا عام خط باب (۳)

۱۸(۳) ۲۲(۲) ۲۱(۱)

یوحنا کا پہلا عام خط باب (۵)

۲۱(۵)      ۲۱(۴)      ۲۴(۳)      ۲۹(۲)      ۱۰(۱)

یوحنا کا دوسرا خط باب (۱)

باب (۱) آیات ۱۳

یوحنا کا تیسرا خط باب (۱)

باب (۱) آیات ۱۴

یہوداہ کا عام خط باب (۱)

باب (۱) آیات ۲۵

یوحنا عارف کا مکاشفہ باب (۲۲)

۱۴(۵)      ۱۱(۴)      ۲۲(۳)      ۲۹(۲)      ۲۰(۱)

۱۱(۱۰)      ۲۱(۹)      ۱۳(۸)      ۱۷(۷)      ۱۷(۶)

۸(۱۵)      ۲۰(۱۴)      ۱۸(۱۳)      ۱۷(۱۲)      ۱۹(۱۱)

۱۵(۲۰)      ۲۱(۱۹)      ۲۴(۱۸)      ۱۸(۱۷)      ۲۱(۱۶)

۲۳      ۲۱(۲۲)      ۲۷(۲۱)



## حواشی

- ۱۔ انجیلیں اور تثلیث، سید حامد علی، اشاعت ۱۹۶۵ء، ناشر ادارہ شہادت حق، میرٹھ، یوپی
- ۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۳، ص: ۳۰۷ تا ۳۰۹
- ۳۔ ماخوذ از کتاب مقدس، بائبل، سوسائٹی ہند، بنگلور
- ۴۔ نفس مصدر، ص: ۶۰ ۵۔ انجیلیں اور تثلیث، ص: ۱۹
- ۶۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص: ۵۱۴، انجیلیں اور تثلیث، ص: ۲۰ تا ۲۱
- ۷۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص: ۵۱۴، انجیلیں اور تثلیث، ص: ۲۱ تا ۲۲
- ۸۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص: ۵۱۴، انجیلیں اور تثلیث، ص: ۲۲ تا ۲۳
- ۹۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص: ۵۱۴، انجیلیں اور تثلیث، ص: ۲۳ تا ۲۴
- ۱۰۔ مسیحیت، تالیف متولی یوسف چلی، ترجمہ: مولوی شمس تبریز خاں، ص: ۱۰۴-۱۰۵، اشاعت ۱۹۷۶ء، ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ
- ۱۱۔ مسیحیت، ص: ۱۰۵ ۱۲۔ عہد نامہ جدید، International Version، صفحہ: ۱۳۱۲
- ۱۳۔ مسیحیت، ص: ۱۰۵ تا ۱۰۶ ۱۴۔ مسیحیت، ص: ۱۰۷
- ۱۵۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۲۲، آیت: ۳، ص: ۲۸۹
- ۱۶۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۲۳، آیت: ۷، ص: ۲۹۱
- ۱۷۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۲۲، آیت: ۲۶، ص: ۲۹۰
- ۱۸۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۹، آیت: ۱، ص: ۲۵۴
- ۱۹۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۹، آیت: ۱۷، ص: ۲۵۶
- ۲۰۔ عہد نامہ جدید اعمال، باب: ۹، آیت: ۳-۶، ص: ۲۵۵
- ۲۱۔ مسیحیت، ص: ۱۰۹ ۲۲۔ مسیحیت، ص: ۱۱۰ تا ۱۱۱
- ۲۳۔ مسیحیت، ص: ۱۱۱ تا ۱۱۲ ۲۴۔ ماخوذ از کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی ہند، بنگلور

## بَاب دوم

قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا نزول

## قرآن کریم کا نزول

جمہور مفسرین اور تمام ارباب تحقیق اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ قرآن کریم ماہ رمضان اور شب قدر میں یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ اس کی تائید قرآن مجید اور صریح و صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔ قرآن خود بیان فرماتا ہے:

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔

(رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا)

انا انزلناہ فی لیلة القدر۔

(بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا)

مسند امام احمد اور شعب الایمان الیہتی میں واثلہ بن اسقع سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراة لست مضین من

رمضان، والانجیل لثلاث عشرة خلت منه، والزبور لثمان عشرة

خلت منه والقرآن لاربعة وعشرين خلت من شهر رمضان۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت کا نزول ۶ رمضان کو اور انجیل ۱۳

رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو اور قرآن ۲۴ رمضان کو ہوا) (یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے

کہ ۲۴ رگز کر پچیسویں شب کو نزول قرآن ہوا ہو)

ابو عبد اللہ حاکم، مستدرک میں بطریق منصور عن سعید بن جبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ

عنہما سے روایت کرتے ہیں:

انزل القرآن جملة واحدة فى ليلة القدر الى السماء الدنيا وكان بمواقع النجوم، وكان الله ينزله على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعضه فى اثر بعض-۴

(شب قدر میں قرآن کریم یکبارگی آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ اور ستاروں کے غروب کی جگہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یکے بعد دیگرے تھوڑا تھوڑا نازل فرماتا رہا)

یہ حدیث امام بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔۵

حضرت ابن عباس ہی سے بطریق داؤد بن نہد، عکرمہ راوی ہیں:

قال انزل القرآن جملة واحدة الى السماء الدنيا فى ليلة القدر ثم انزل بعد ذلك لعشرين سنة-۶

(فرمایا قرآن یکبارگی شب قدر میں آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا پھر اس کے بعد ۲۰ برس تک نازل ہوتا رہا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهما قال فضل القرآن من الذكر فوضع فى بيت العزة فى السماء الدنيا فجعل جبريل ينزله على النبى صلى الله عليه وسلم ويرتله ترتيلا-۷

(سعید ابن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا قرآن ذکر سے جدا کر کے آسمان دنیا میں 'بیت عزت' کے اندر رکھا رہا پھر جبریل اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے رہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی ابتداء چالیس سال کی عمر میں ہوئی۔ اس کے ساتھ

جب اس حدیث کو ملا لیں کہ بعد بعثت بیس سال رہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں بھی ہے۔ بعثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ عشر سنین، ينزل عليه القرآن وبالمدينة عشر سنین تو عمر شریف کل ساٹھ برس ہوتی ہے۔ مگر دوسری روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مقدس ترسٹھ سال ہوئی۔ لہذا تطبیق کے لیے یہ کہا جائے گا کہ راوی نے تیرہ کی بجائے دس بیان کی اور کسر چھوڑ دی۔ اسی طرح بعض رواۃ نے صرف ساٹھ بیان کی اور کسر چھوڑ دی۔ کسر چھوڑنے کا قطعی فیصلہ اس لیے ہے کہ جن لوگوں نے ساٹھ یا ترسٹھ سے زیادہ کی روایت کی ہے خود ان ہی لوگوں سے ترسٹھ کی روایت آئی ہے۔ اس لیے معتمد یہی ہے کہ عمر شریف ترسٹھ سال ہوئی۔ جن روایات میں کم کا ذکر ہے ان میں کسر ترک کر دی گئی ہے جن میں زیادہ کا ذکر ہے ان میں مہینوں کی کسر پوری کر کے پورا سال شمار کر لیا گیا ہے۔ ۵۔

ان تمام حدیثوں کی سندیں صحیح ہیں علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

وهذا كله مطابق لقوله تعالى شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن  
ولقوله تعالى انا انزلناه في ليلة القدر. فيحتمل ان تكون ليلة  
القدر في تلك السنة كانت تلك الليلة فانزل فيها جملة الى السماء  
الدنيا- ۹

(یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”ماہ رمضان جس میں قرآن اتارا گیا“ اور اس کے فرمان ”بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا“ کے مطابق ہے۔ ہو سکتا ہے اس سال شب قدر وہی رات رہی ہو تو اس میں پورا قرآن آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل الله القرآن الى الدنيا  
في ليلة القدر فكان الله اذا اراد ان يوحى منه شيئاً - ۱۰

(خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمان دنیا پر اتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔)

شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔

گزشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن کا نزول ۲۴ رمضان کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔

فی الحدیث انه عليه الصلوة والسلام سئل كم انزل الله تعالى من كتاب قال مائة واربع كتب منها على آدم عليه السلام عشر صحف وعلى شيث عليه السلام خمسين صحف وعلى ادريس عليه السلام ثلاثين صحف وعلى ابراهيم عليه السلام عشر صحف في ست ليال مضين من رمضان والتوارة على موسى عليه السلام في ست ليال مضين من شهر رمضان والزبور على داود عليه السلام في ثمان عشر ليلة مضت من شهر رمضان والانجيل على عيسى عليه السلام في ثلاثة عشر ليلة مضت من شهر رمضان والفرقان على لمحمد صلى الله عليه واله وصحبه وسلم في ست ليالى بقين من شهر رمضان۔

(یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم پر، پچاس شیث پر، تیس ادريس پر و دس ابراهيم پر جب کہ رمضان کی چھ راتیں گزر گئی تھیں اور تورات موسیٰ پر رمضان کی چھ راتیں گزرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گزرنے کے بعد اور انجیل عیسیٰ پر رمضان کی تیرہ راتیں گزرنے پر، اور قرآن

مجید محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب چھ راتیں رمضان کی گزرنے میں رہیں)

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے: قال الحافظ فی شرح الصحيح خرج احمد والبيهقي في الشعب عن واثلة بن اسقع ان النبي صلى الله عليه وسلم قال انزلت التوراة النخ اور اسی مضمون کی ایک حدیث کنزل العمال جلد اول میں ہے۔

یہ ایک عام اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اس کی عادات و حرکات اور سکنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول کریم بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے۔ کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس قسم کے اعمال و افعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سن شریف میں ترقی ہوتی گئی آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلاف عقل و انسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل و فطرت کے مطابق اور انسانیت کی شرافت کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔ ترقی سن کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا اور وہاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت امور خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا، امانت کا ادا کرنا، وعدے کا پورا کرنا، غریبوں اور اہل حاجت کی مدد کرنا، سب کے ساتھ محبت و اخلاق سے پیش آنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعار تھے۔

اہل وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے علیحدہ ہو کر غار حرا میں (جو مکہ سے منیٰ کی طرف دو میل کوہ حرا میں ہے) بیٹھا کرتے تھے۔ کئی کئی دن کا کھانا لے جاتے جب وہ ختم ہو جاتا گھر آ کر اور لے جاتے۔ اس خلوت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب نظر آتے تھے۔ ۱۲

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف و مراقب تھے کہ حضرت جبریل

سامنے آئے اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا میں پڑھانہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھیجا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخری بار جبریل نے اس زور سے بھیجا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر پڑھایا:

اقراً باسم ربك الذى خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك

الاکرم. الذى علم بالقلم. علم الانسان ما لم يعلم

(یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو

جسے ہوئے لہو سے بنایا، تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھایا انسان کو

جو وہ نہ جانتا تھا) ۱۳

اخرجه الواحدى عن عكرمة والحسن انها قال اول ما نزل بسم الله

الرحمن الرحيم واول سورة اقرأ اخرجہ ابن جریر وعیرہ عن ابن عباس انه

قال اول ما نزل جبرئيل عليه السلام على النبي صلى الله عليه وسلم قال يا

محمد استعذ ثم قل بسم الله الرحمن الرحيم۔ یعنی جبریل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

استعاذہ کر اور بسم اللہ پڑھ۔ ۱۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مجھ کو جبریل سے اسی

۸۰۰۷

طرح پہنچی ہے۔ ۱۵

غرض آیات اقرأ پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں بتا کر جبریل غائب ہو گئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپکپی چڑھ گئی۔ ہانپتے کانپتے گھر آئے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے

کمبل اڑھا دو، انھوں نے کمبل اڑھا دیا، جب ذرا جی ٹھہرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور

فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے



ہیں لوگوں کے کام سنوارتے ہیں گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں، خدا آپ کو رسوا اور ضائع نہ کرے گا۔ ۱۶۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا کرتا تھا۔ کاش میں اس وقت طاقت ور ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت آپ کی قوم آپ کو جلاوطن کرے گی۔ حضور نے فرمایا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے، ورقہ نے کہا بے شک جو بھی وہ چیز لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں تو اسے اذیت دی گئی۔ اگر اس وقت میں زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد انتقال کر گئے۔ ۱۷۔

ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔ مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشن گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں۔

چوں کہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا، نبوت کا ذکر آیا، اس لیے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ اس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی۔ حضور کا ان کے ساتھ جانا ان کے اطمینان قلب کے لیے تھا کہ اس کا ذریعہ اس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبریل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آچکا تھا۔ کبھی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیوں کہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی سرہنگ سلطانی سے بھی دوچار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو، جس نے کبھی کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اس کو اک دم ایک مقرب خاص یا جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک

عہدہ جلیلہ کے عطا ہونے کا فرمان سنایا جائے تو اس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہوگی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے اس لیے تھا کہ جبریل نے جو کچھ بتایا تھا جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا اور حضور قوم کی افتاد طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، ہٹی ہیں، لڑا کا ہیں، یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجھ کو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے۔ یہ وحی ۱۷/۱ رمضان مطابق ۲۸ جولائی ۶۱۰ء بروز دوشنبہ کو آئی ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈھائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔ ۱۸۔ اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے:

یعنی ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے ان سے عقیل نے ان سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کیا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا۔ ان سے عائشہ نے کہا کہ پہلے پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے تھے آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے، کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لے جاتے، مدت تک یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہنچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ، آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ یعنی سورہ علق کی ابتدائی آیات پڑھائیں، مالم یعلم تک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیتیں سن کر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اوڑھایا، جب حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرضے ادا کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ کے پاس آیا تھا۔ کاش میں تمہاری پیغمبری کے زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس

وقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی آنحضرت نے فرمایا کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔ آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر جان دے دوں کہ جبریل آکر سمجھاتے اور کہتے محمد تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔ ۱۹

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے۔ فلما سمع كلامه ايقن بالحق واعترف به جب اس نے اس کا کلام سنا تو اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اس نے اعتراف کیا۔

سیاق و سباق کلام سے ظاہر ہے کہ یقین کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے ورقہ نے رسول کریم سے حالات سن کر نبوت کی تصدیق کی۔ اس تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وحی رک جانے سے حضور کا اضطراب بچا نہ تھا آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جس کی طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔

نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا مشکل سے شاہد مقصود نے ذرا منہ دکھایا تھا اور پھر کچھ خبر نہ رہی اس لیے یہ اشتیاق بھی دامن گیر ہوگا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے، یہ خیال بھی ہوتا ہوگا کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی۔ جو مجھ سے توجہ ہٹالی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی۔ غرض قسم قسم کے خدشہ سوہان روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے۔ جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔

جب حضور پہاڑ پر جاتے، جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سن کر آپ کو

سکون ہوتا تمام خیات واضطراب کا یہ جامع خواب تھا (تم خدا کے رسول ہو) یعنی گھبراؤ مت رسول معزول نہیں ہوتے۔ ان سے سلام و پیام منقطع نہیں ہوا کرتا ان کی کامل طور پر رہنمائی کی جاتی ہے۔

ڈھائی برس بعد ربی الاول ۳؎ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ یا ایہا المدثر قم فانذر ربک فکبر (اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ اور ڈر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہوا آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہو گئیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنين وصلت خدیجہ آخر

یوم الاثنين وصلى على يوم الثلاثاء من الغد ثم زيد بن حارثہ ثم ابوبکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکر نے۔

علی، زید، ابوبکر ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریم اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ جب آیت فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی تو آپ نے اعلانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی۔ یا آپ کے دعویٰ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔ اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں اور مختلف حیثیتوں کے لوگ کسی طرح مشرف باسلام ہوتے کفار کیوں ایذا دیتے، کیوں کہ آیت فاصدع بما تؤمر حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے۔ یعنی ربیع الاول ۷؎ نبوی میں اور اس وقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ ابوبکر مکہ کے چیف جسٹس تھے عثمان دولت مند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار مکہ نے بھی خوب ایذا رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہو چکی تھیں یہ صورت اس اخفا

سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اخفا کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی۔ مجموعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کی جاتی تھی اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہو گئی۔ ۲۰

نزول آیات مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس مکہ میں اور تیرہ برس مدینہ میں جاری رہا۔ آخری وحی آپ کو وفات سے نو دن پہلے یعنی ۳ ربیع الاول ۱۱ھ یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیات یستفتونک قل اللہ یفتیکم الخ نازل ہوئی۔

عن البراء ابن عازب قال: آخر آية نزلت (یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ) و آخر سورة نزلت براءة ۲۱

اس بارے میں کافی اختلاف ہے کہ قرآن کا آخری نازل ہونے والا حصہ کون سا ہے۔ بخاری حضرت ابن عباس سے، بیہقی حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ آیت رب اٹھی یعنی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذر ما بقی من الربا وغیرہم۔ عکرمہ نے ابن عباس سے، ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اور عطیہ نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت واتقوا یوماً ترجعون فیہ الآیۃ ہے۔ ۲۲

متدرک میں حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم اخیر سورة تک ہے۔ ۲۳

حکمت، تنزیل، ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن لوح محفوظ سے یکبارگی رمضان کے مہینے، قدر کی رات میں آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا، اس طریقہ تنزیل کی حکمت خود قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے:

وقال الذين كفروا لولا انزل عليه القرآن جملة واحدة كذلك  
لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا ولا يأتونك بمثل الا جئناك  
بالحق واحسن تفسيراً-۲۴

(کافر بولے ان پر قرآن ایک ساتھ کیوں نہ اترے۔ ہم نے یوں ہی بتدریج اسے اتارا  
ہے تاکہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں۔ اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا اور وہ کوئی  
کہاوٹ تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے)  
وقرأنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث و نزلناه تنزيلاً-۲۵  
اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا تاکہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اور ہم  
نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا۔

حضرت عکرمہ سے حاکم، نسائی اور بیہقی کی جو روایت گزری اس کے آخر میں ابن ابی حاتم نے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ مزید روایت کیے ہیں۔

فكان المشركون اذا حدثوا شيئاً احدث الالهم جواباً-۲۶  
تو مشرکین جب کوئی نئی بات نکالتے اللہ تعالیٰ ان کا جواب ظاہر فرماتا۔

المرشد الوجيز فيما يتعلق بالقرآن العزيز: السرفى انزاله جملة  
الى السماء تفخيم امره وامر من نزل عليه وذلك باعلام سكان  
السموات السبع أن هذا آخر الكتب المنزلة على خاتم الرسل  
لاشرف الامم قد قربناه، اليهم لتنزله عليهم ولولا ان الحكمت  
الالهية اقتضت وصوله اليهم منجما بحسب الوقائع لهبط به الى  
الارض جملة، كسائر الكتب المنزلة قبله، ولكن الله باين بينه  
وبينها فجعل له الامرين: انزاله جملة، ثم انزاله مفرداً، تشريفاً

للمنزل عليه - ۲۷

(ابوشامہ بیان فرماتے ہیں اسے یکبارگی آسمان کی طرف نازل فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ قرآن اور اس ذات کی عظمت کا اظہار ہو جس پر قرآن نازل ہوا۔ وہ اس طرح کہ ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کو پہلے ہی خبردار کر دیا جائے کہ یہ آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر پر سب سے بہتر امت کے لیے نازل ہونے والی ہے ہم نے اسے ان کے قریب کر دیا ہے تاکہ ان پر اسے بتدریج نازل فرمائیں اور اگر حکمت الہیہ کا تقاضا یہ نہ ہوتا کہ بلحاظ واقعات و حوادث تھوڑی تھوڑی ان تک پہنچے تو اس سے پہلے نازل شدہ دیگر کتابوں کی طرح یہ بھی یکبارگی اتاری جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آخری کتاب اور دوسری آسمانی کتابوں کا معاملہ جدا رکھا۔ اسے دونوں طرز بخشے یکبارگی نزول پھر جدا جدا نزول۔ تاکہ اس ذات کا شرف ظاہر ہو جس پر اس کا نزول ہوا۔)

ابوشامہ مزید فرماتے ہیں:

فان الوحى اذا كان يتجدد وفى كل حادثة كان اقوى بالقلب،  
واشد عناية بالمرسل اليه، ويستلزم ذلك كثرة نزول الملك اليه،  
وتجدد العهد به وبما معه من الرسالة الواردة من ذلك الجنب  
العزیز، فيحدث له من السرور ما تقصر عنه العبارة، ولهذا كان  
اجود ما يكون فى رمضان لكثرة لقائه جبريل - ۲۸

کیوں کہ ہر واقعہ میں جب وحی کا تازہ نزول ہوتا رہے گا تو قلب مبارک کی زیادہ تقویت کا سبب، اور ہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کے ساتھ ربانی عنایت و اہتمام مزید کا ظہور ہوگا جس کے نتیجے میں لازمی طور پر ان کے پاس فرشتے

کا نزول زیادہ ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ان کا تعلق تازہ ہوتا رہے گا۔ اسی طرح اس پیغام کے ساتھ بھی جو بارگاہ عزیز سے آرہا ہے پھر اس سے وہ کیف و سرور پیدا ہوگا جس کے بیان سے عبارت قاصر ہے جی تو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان سخاوت دیگر ایام سے زیادہ نمایاں رمضان میں ہوتی۔ کیوں کہ فرشتہ یزدانی جبریل امین سے ان کی ملاقات زیادہ ہوتی۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل فرمانے میں چند حکمتیں تھیں۔

(۱) مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی تسکین و تقویت کا سبب ہو۔ اور کفار و مشرکین کی اذیتوں کے مقابلے میں لطف کریم سے تسلی ملتی رہے اور انھیں ہر اذیت پر خدا کی طرف سے صبر کی تلقین ہوتی رہے۔

کبھی یوں کہ بار رسالت اٹھانے والوں کو ہمیشہ ان سختیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ انھوں نے صبر سے کام لیا۔ تم بھی صبر سے کام لو۔

ولقد کذب رسل من قبلك فصبروا علی ما کذبوا۔ ۲۹

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے صبر کیا اس جھٹلانے پر۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ ۳۰

تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فؤادک۔ ۳۱

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبر سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

کبھی یوں کہ ان کو بھی صبر کا حکم دیا جاتا رہے۔

وصبر لحکم ربک فانک باعیننا۔ ۳۲

اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو بے شک تم ہماری نگاہ داشت میں ہو۔



کبھی یوں کہ رسولوں کو ہمیشہ فتح و نصرت ملتی رہی تمہیں بھی غلبہ اور فتح ہی حاصل ہوگی۔

ولقد سبقنا لكمنا لعلنا المرسلين انهم لهم المنصورون وان

جندنا لهم الغلبون - ۳۳

اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے کہ بے شک ان

ہی کی مدد ہوگی اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔

کبھی یوں کہ پہلے ہی بتا دیا جاتا کہ تمہارے اعدا کو شکست ہوگی وہ خائب و خاسر ہوں گے۔

سيهزم الجمع ويولون الدبر. قل للذين كفروا ستغلبون

وتحشرون الى جهنم ولبس المهاد - ۳۴

اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور وہ پٹھیں پھیر دیں گے، فرما دو کافروں سے، کوئی

دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا

بچھونا ہے۔

بار بار نزول سے خدا کے اعزاز اور عنایت کا ظہور ہوتا رہے۔ وصول آیات اور فرشتہ یزدانی کی

ملاقات سے بے پایاں مسرتیں حاصل ہوتی رہیں۔

مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا رہے۔

واقعات و حوادث کے مطابق نزول اور ان پر تنبیہ ہوتی رہے۔

احکام شرعیہ کا نفاذ بتدریج ہوتا کہ امت پر گراں نہ ہو۔

قرآن کا حفظ، قرآن کا فہم و اخذ امت پر سہل ہو۔

اس بات کی رہنمائی بار بار ہوتی رہے کہ قرآن کا کوئی نازل فرمانے والا ہے جس کی طرف

سے تنزیل ہوا کرتی ہے۔ ۳۵

تنزيل من حكيم حميد - ۳۶ اتارا ہوا ہے حکمت والے ستودہ صفات کا۔

## حواشی

- ۱۔ سورۃ البقرۃ، پ: ۲، ع: ۷
- ۲۔ سورۃ القدر، پ: ۳۰
- ۳۔ فتح الباری لابن حجر العسقلانی، ج: ۹، ص: ۵، ناشر دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان
- ۴۔ مستدرک حاکم، ج: ۲، ص: ۲۲۲
- ۵۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۱۵۶
- ۶۔ مستدرک، ج: ۲، ص: ۲۲۲، الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۵۶
- ۷۔ مستدرک، ج: ۲، ص: ۲۲۳، الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۵۷، فتح الباری، ج: ۹، ص: ۳
- ۸۔ فتح الباری، ج: ۹، ص: ۴
- ۹۔ فتح الباری، ج: ۹، ص: ۵
- ۱۰۔ مستدرک حاکم، ج: ۲، ص: ۲۲۲
- ۱۱۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ القدر، بحوالہ تاریخ القرآن، ص: ۸-۹
- ۱۲۔ نفس مصدر، عبدالصمد صارم، ص: ۹
- ۱۳۔ تفسیر ضیاء القرآن، مفسر قرآن پیر کرم شاہ الازہری، ج: ۵، ص: ۶۱۱
- ۱۴۔ الاتقان فی علوم القرآن، ص: ۱۰۹
- ۱۵۔ تاریخ القرآن، ص: ۱۰
- ۱۶۔ تفسیر ضیاء القرآن، ج: ۵، ص: ۶۱۱
- ۱۷۔ تفسیر ضیاء القرآن، ج: ۵، ص: ۶۱۱-۶۱۲
- ۱۸۔ تاریخ القرآن، ص: ۱۰ تا ۱۲
- ۱۹۔ بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۳-۲، طبع رشیدیہ، دہلی
- ۲۰۔ تاریخ القرآن، ص: ۱۳ تا ۱۴
- ۲۱۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۱۴

۲۲	الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۱۱۴
۲۳	الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۱۶
۲۴	سورة الفرقان، پ: ۱۹، ع: ۱
۲۵	سورة بنی اسرائیل، پ: ۱۵، ع: ۱۲
۲۶	الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۵۷-۱۵۶
۲۷	الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۵۹
۲۸	نفس مصدر، ج: ۱، ص: ۱۶۱
۲۹	سورة انعام، پ: ۷، ع: ۱۰
۳۰	سورة احقاف، پ: ۲۶، ع: ۴
۳۱	سورة ہود، پ: ۱۲، ع: ۱۰
۳۲	سورة طور، پ: ۲۷، ع: ۴
۳۳	سورة صفت، پ: ۲۳، ع: ۹
۳۴	سورة آل عمران، پ: ۳، ع: ۱۰
۳۵	تذوین قرآن، مصنف مولانا محمد احمد مصباحی، اشاعت ۲۰۰۵ء، ناشر المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ
۳۶	سورة حم سجده، پ: ۲۴، ع: ۱۹

## عہد نامہ جدید کا نزول

موجودہ عیسائی مذہب کے مصادر و مآخذ:

عیسائیت کا اولین ماخذ و مصادر جن پر کلیسا کو اعتماد ہے دو طرح کی کتابیں ہیں۔

(۱) بائبل قدیم جس کو عہد قدیم بھی کہا جاتا ہے۔ بائبل کے معنی کتاب کے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء کرام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ان کے واسطے سے جو کتابیں ملی ہیں ان پر بائبل قدیم اور عہد نامہ قدیم کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کے تین نسخے ہیں۔ (۱) یونانی نسخہ۔ (۲) عبرانی نسخہ۔ (۳) سامری نسخہ۔ یونانی نسخہ عیسائیوں میں کیتھولک فرقے کے نزدیک مستند ہے جس میں چھالیس کتابیں ہیں۔ عبرانی نسخہ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے یہاں مستند ہے جس میں انتالیس کتابیں ہیں۔ اور عہد نامہ جدید ستائیس کتابوں پر مشتمل ہے۔

(۱) انجیل متی۔ (۲) انجیل مرقس۔ (۳) انجیل لوقا۔ (۴) انجیل یوحنا۔ ان چاروں کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اور ان کی تعلیمات کا بیان ہے۔ اس لیے ان کو تاریخ اسفار (کتابیں) سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۵) رسولوں کے اعمال ان میں مسیح کے ان تلامذہ اور شاگردوں کے حالات اور ان کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ ہے جن کو رسولوں کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ (۶) حواریوں کے خطوط جن کی تعداد ۲۱ ہے پولس رسول کے خطوط جن کی تعداد چودہ ہے۔

(۱) رومیوں کے نام خط۔ (۲) کرنٹیوں کے نام پہلا خط۔ (۳) کرنٹیوں کے نام دوسرا خط۔ (۴) گلٹیوں کے نام خط۔ (۵) افسیوں کے نام خط۔ (۶) فلپیوں کے نام خط۔ (۷) کلسیوں کے نام خط۔ (۸) تھسلونیکیوں کے نام پہلا خط۔ (۹) تھسلونیکیوں کے نام دوسرا

خط۔ (۱۰) تیسٹھیس کے نام پہلا خط۔ (۱۱) تیسٹھیس کے نام دوسرا خط۔ (۱۲) ططس کے نام خط۔ (۱۳) فلیمون کے نام کا خط۔ (۱۴) عبرانیوں کے نام خط۔ (۱۵) یعقوب کا ایک خط۔ (۱۶) پطرس رسول کے نام پہلا خط۔ (۱۷) پطرس رسول کے دو خط۔ (۱۸) یوحنا رسول کے تین خط اور یہودہ کا ایک خط یہ کل اکیس خطوط ہیں جن کو تعلیمی اسفار بھی کہا جاتا ہے۔

یوحنا رسول کا مکاشفہ ہے جس میں عالم بالا میں مسیح کی حکومت کا بیان ہے اس طرح عہد نامہ جدید کل ستائیس کتابوں پر مشتمل ہے۔  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل:

قرآن کریم کا بیان ہے کہ قرآن میں انجیل کا لفظ متعدد بار آیا ہے یہاں پر ان آیات کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ جن میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل کا عطا کیا جانا اور آپ پر انجیل مقدس کے نزول کا تذکرہ ہے۔

(۱) وقفینا علی آثارہم بعیسیٰ ابن مریم مصداقاً لما بین یدیہ

من التوراة و آتیناہ الانجیل فیہ ہدی ونور ۱۔

اذ علمتک الکتاب والحکمة التوراة والانجیل ۲۔

وقفینا بعیسیٰ ابن مریم و آتیناہ الانجیل ۳۔

و یعلمہ الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل ۴۔

قال ابی عبد اللہ آتنی الکتاب وجعلنی نبیا ۵۔

مذکورہ آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ من جانب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔ جس کا نام انجیل ہے۔ لفظ انجیل یونانی ہے جس کے معنی بشارت اور خوشخبری کے ہیں مگر اس کا استعمال علم و نام کی طور پر ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ بشارت و خوشخبری نہیں کرنا چاہیے۔ مگر عہد نامہ جدید میں کبھی انجیل کبھی بشارت اور کبھی خوشخبری کے لفظ سے اس کا تذکرہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہونے کا اناجیل اربعہ سے ثبوت:

انجیل مرقس میں ہے کہ پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری (انجیل) کی منادی کی۔ اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے تو بہ اور خوشخبری (انجیل) پر ایمان لاؤ۔ ۶۔ جو کوئی میری اور انجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اسے بچائے گا۔ ۷۔ اور اس نے ان سے کہا کہ تم دنیا میں جا کر ساری مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ ۸۔ اور ضروری ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔ ۹۔

انجیل متی میں ہے کہ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں اس خوشخبری (انجیل) کی منادی کی جائے گی یہ بھی جو اس نے کیا اس کی یادگاری میں کہا جائے گا۔ ۱۰۔

ان حوالوں میں تو لفظ انجیل کا ذکر ہے اور بہت سے مقامات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو کلام سے تعبیر کیا ہے۔ انجیل یوحنا میں ہے کہ یسوع نے ان یہودیوں سے کہا جنہوں نے اس کا یقین کیا تھا کہ اگر تم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے۔ ۱۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں سے کہا کہ ”میں جانتا ہوں کہ تم ابراہام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی نسل سے ہو تو بھی میرے قتل کی کوشش میں ہو کیوں کہ میرا کلام تمہارے دل میں جگہ نہیں پاتا۔ ۱۲۔ انجیل یوحنا میں ہے مسیح نے جواب میں انہیں کہا میرے ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۳۔

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا کا کلام انجیل کے نام سے نازل ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو انجیل کی منادی کرنے کا بھی حکم دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے انجیل دی مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ انجیل کن لوگوں کو دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارہ حواریوں کا انتخاب صلیب پر چڑھنے سے پہلے کیا تھا ان کا ارشاد ہے جو باتیں میں نے اپنے باپ سے سنی وہ سب تم کو بتادی تم نے مجھے نہیں چنا ہے بلکہ میں نے تمہیں چنا ہے اور تم کو

مقرر کیا کہ جا کر پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے۔ ۱۴۔

..... جس سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام حواریوں کو انجیل حوالے کی مگر پولس رسول افسیوں کے خط میں لکھتا ہے کہ ”اور اسی نے بعض کو رسول اور بعض کو نبی اور بعض کو مشیر اور بعض کو چرواہا اور استاد بنا کر دے دیا۔ تاکہ مقدس لوگ کامل بنیں اور خدمت گزاری کا کام کیا جائے“۔ ۱۵۔ جس نے شبہ پیدا کر دیا کہ سب حواریوں کو انجیل نہیں حوالے کی بلکہ بعض کو حوالہ کی پھر یہ حوالے کرنا تحریری طور سے ہوا تو اس کا آج تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔

لیکن بارہ حواریوں کو تبلیغی انجیل کی جس کو صرف یہوداہ کے قبائل میں ترویج کرنے کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ یہاں تک کہ ان بارہ حواریین کے نام بھی موجود ہیں۔ مکمل ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

بارہ رسولوں کے نام یہ ہیں:

پہلا شمعون جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کا بھائی اندریاس، زبدی کا بیٹا یعقوب اور اس کا بھائی یوحنا۔ فلپس اور برنٹائی۔ تو ما اور متی محصول لینے والا۔ حلفی کا بیٹا یعقوب اور تدی، شمعون قنانی اور یہوداہ اسکر یوتی جس نے اسے پکڑوا بھی دیا۔ ۱۶۔

انجیل لوقا میں ہے کہ جب یسوع مسیح پہاڑ پر دعا مانگنے کو نکلا اور خدا سے دعا مانگنے میں ساری رات گزاری۔ جب دن ہوا تو اس نے اپنے شاگردوں کو بلا کر ان میں سے بارہ چن لیے اور ان کو رسول کا لقب دیا۔ یہ بارہ وہی حواری ہیں جن کے نام انجیل متی کے حوالے سے اوپر ذکر کیے جا چکے ہیں۔ ۱۷۔ ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انھیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس۔ اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ بیماروں کو اچھا کرنا، مردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک صاف کرنا، بدروحوں کو نکالنا، تم نے مفت پایا مفت دینا۔ نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے، راستے کے لیے نہ جھولی لینا نہ دودو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی۔ کیوں کہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے۔ اور جس

شہر یا گاؤں میں داخل ہو در یافت کرو کہ اس میں کون لائق ہے اور جب تک وہاں سے روانہ نہ ہو اس کے یہاں رہو۔ اور خیر میں داخل ہوتے وقت اسے دعائے خیر دو۔ اور اگر وہ گھر لائق ہو تو تمہارا سلام اسے پہنچے۔ اور اگر لائق نہ ہو تو تمہارا سلام تم پر پھر آئے۔ اور اگر کوئی تمہیں قبول نہ کرے اور تمہاری باتیں نہ سنے تو اس گھر یا اس شہر سے باہر نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ عدالت کے دن اس شہر کی نسبت سوم اور عموراء کے علاقے کا حال زیادہ برداشت کے لائق ہوگا۔ ۱۸

دیکھو میں تم کو بھیجتا ہوں گویا بھیڑوں کو بھیڑیوں کے بیچ میں۔ پس سانپوں کی مانند ہوشیار اور کبوتروں کی مانند بے آزار بنو۔ مگر آدمیوں سے خبردار رہو کیوں کہ وہ تم کو عدالتوں کے حوالے کریں گے اور اپنے عبادت خانوں میں تم کو کوڑے ماریں گے۔ اور تم میرے سبب سے حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے تاکہ ان کے اور غیر قوموں کے لیے گواہی ہو۔ لیکن جب وہ تم کو پکڑوائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح کہیں یا کیا کہیں کیوں جو کچھ کہنا ہوگا اسی گھڑی تم کو بتایا جائے گا۔ کیوں کہ بولنے والے تم نہیں بلکہ تمہارے باپ کی روح ہے جو تم میں بولتی ہے۔ بھائی کو بھائی قتل کے لیے حوالہ کرے گا اور بیٹے کو باپ۔ اور بیٹے اپنے ماں باپ کے برخلاف کھڑے ہو کر ان کو مروا ڈالیں گے۔ اور میرے نام کے باعث سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہی نجات پائے گا۔ لیکن جب تم کو ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے کو بھاگ جاؤ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر سکو گے کہ ابن آدم آجائے گا۔ ۱۹

### پولس رسول کے قول سے دلیل:

پولس رسول جو بعد میں عیسائی ہوا اس کے چودہ خطوط عہد نامہ جدید میں شامل ہیں وہ بھی عیسائیوں کے یہاں مثل انجیل مقدس شمار ہوتے ہیں اس میں ططس کے خط کے علاوہ بارہ خطوط میں تقریباً ستر بار انجیل کا لفظ استعمال کرتا ہے کبھی اس کو خدا کی انجیل، کبھی خدا کے بیٹے، کبھی مسیح کی انجیل اور کبھی مطلق انجیل لکھتا ہے۔ ۲۰



## امردوم:

کسی چیز کے محفوظ و باقی رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) مکتوب شکل میں ہو۔ (۲) حفظ و زبانی یاد کر لینا۔ انجیل مسیح عہد مسیح میں کسی قابل تحریر شئی پر لکھی گئی ہو تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اگر حضرت مسیح نے مکتوب کی شکل میں لوگوں کو دیا ہوتا اور مسیح کا متن اور اس کی کوئی شرح کتاب کی شکل میں موجود ہوتی تو بعد میں غیر اصلی انجیلوں مثلاً متی، مرقس، لوقا، یوحنا، اور دیگر اسی طرح انجیلوں کا وجود نہ ہوتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے انجیل کی تعلیم حواریوں کو دی ان کو منادی کرنے کا حکم دیا۔ حواری اس تعلیم کو روایت بالمعنی کے طور پر اپنے الفاظ میں جن کی جو زبان ہوتی اس میں بیان کرتے۔ ۲۱

راڈ ویل ترجمہ قرآن مجید کے صفحہ ۵۲۷ میں لکھتا ہے کہ انجیل کے لفظ سے یہ مجموعہ یا عہد نامہ جدید کا یا اس کا کوئی حصہ نہ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ وحی سمجھنا چاہیے جو خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اسی طرح مسیحی علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ ابتداء خاص تعلیم مسیح پر انجیل کا اطلاق ہوتا تھا اور یہ مجموعہ جسے اب انجیل کہا جاتا ہے اس کو حواریوں کی یادداشت کہا جاتا تھا ان کو بہت دنوں بعد انجیل کا لقب ملا۔ ۲۲

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کس مہینہ کی کس تاریخ میں نازل ہوئی اس کے متعلق مختلف

اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ انجیل ۴ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ ۲۳

دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۲ رمضان المبارک کو انجیل کا نزول ہوا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ انجیل کا نزول ۱۳ رمضان المبارک کو ہوا۔ ۲۴

اور چوتھا قول یہ ہے کہ ۱۸ رمضان المبارک کو انجیل کا نزول ہوا۔ ۲۵

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں نقل کرتے ہیں

کہ انجیل میں سورتیں تھیں جن میں سے ایک سورت کا نام سورة الامثال تھا۔ ۲۶

## حواشی

- ۱۔ سورہ مائدہ: آیت: ۴۶
- ۲۔ سورہ مائدہ، آیت: ۱۱۰
- ۳۔ سورۃ التحدید، آیت: ۲۷
- ۴۔ سورہ عمران، آیت: ۴۸
- ۵۔ سورہ مریم، آیت: ۳۰
- ۶۔ انجیل مرقس، باب: ۱، آیت: ۱۵
- ۷۔ انجیل مرقس، باب: ۹، آیت: ۲۵
- ۸۔ انجیل مرقس، باب: ۱۵، آیت: ۱۶
- ۹۔ انجیل مرقس، باب: ۱۳، آیت: ۱۰
- ۱۰۔ انجیل متی، باب: ۲۶، آیت: ۱۳
- ۱۱۔ انجیل یوحنا، باب: ۸، آیت: ۳۱
- ۱۲۔ انجیل یوحنا، باب: ۸، آیت: ۲۷
- ۱۳۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۴، آیت: ۲۴
- ۱۴۔ انجیل یوحنا، باب: ۱۵-۱۰، رد عیسائیت (کلیسا کی روشنی میں) مصنف، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، بابت ۱۴۱۷، ناشر، دفتر محاضرات علمیہ دارالعلوم دیوبند
- ۱۵۔ افسیوں کے نام کا خط، باب: ۴، آیت: ۱۱-۱۲
- ۱۶۔ انجیل متی، باب: ۱۰، آیت: ۱ تا ۴/ انجیل مرقس، باب: ۳، آیت: ۱۴ تا ۱۹
- ۱۷۔ انجیل لوقا، باب: ۶، آیت: ۱۲ تا ۱۷/ اعمال، باب: ۱، آیت: ۱۳
- ۱۸۔ انجیل متی، باب: ۱۰، آیت: ۱۵ تا ۱۵/ انجیل مرقس، باب: ۶، آیت: ۷ تا ۱۳/ انجیل لوقا، باب: ۹، آیت: ۶ تا ۱۶
- ۱۹۔ انجیل متی، باب: ۱۰، آیت: ۱۶ تا ۲۳

- ۲۰ ردعیسائیت ( کلیسا کی روشنی میں )، ص: ۲۱-۲۲
- ۲۱ ردعیسائیت ( کلیسا کی روشنی میں )، ص: ۲۲
- ۲۲ ردعیسائیت ( کلیسا کی روشنی میں )، ص: ۲۲
- ۲۳ حاشیہ شرح عقائد، ص: ۱۰۱، بحوالہ معلومات قرآن، مفتی محمد مسعود شروانی مظاہری
- ۲۴ عمدۃ القاری شرح بخاری، ج: ۱، ص: ۷۶، بحوالہ، معلومات قرآن، مفتی محمد مسعود شروانی مظاہری
- ۲۵ البدایہ والنہایہ، ج: ۲، ص: ۷۸
- ۲۶ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۳۲

## بَاب سوم

قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین

## جمع قرآن کی جمع و تدوین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جسے اپنی بعض اہم خصوصیات کی بنا پر تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ قرآن کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی محفوظیت ہے جس کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید عہد نبوی میں جس صورت میں تھا بعینہ آج بھی اسی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس کے الفاظ، جملے، ترتیب کسی میں بھی ادنیٰ تغیر واقع نہیں ہوا ہے۔ ہمارے قدماء نے تدوین قرآن کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کی رو سے یہ تدوین تین مراحل میں مکمل ہوئی۔

اول: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں پورے قرآن کو مختلف اشیاء پر لکھوا دیا تھا۔

دوم: حضرت صدیق اکبر نے اپنے دور خلافت میں انھیں یکجا کرادیا۔

سوم: آخر میں حضرت عثمان نے جب یہ محسوس کیا کہ اہل عجم کے کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو جانے کی وجہ سے قراءتوں اور لب و لہجہ کے اختلاف سے فتنہ کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے تو انھوں نے اس کے سد باب کے لیے چند جلیل القدر صحابہ پر مشتمل ایک ٹیم کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک مستند نسخہ تیار کرایا، یہ نسخہ دیگر مصاحف سے اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ اس میں قراءتوں کے اختلافات کو ختم کر دیا گیا تھا اور اس کی سورتوں کی ایک مستقل ترتیب مقرر کی گئی تھی۔ اس نسخہ کے تیار ہو جانے کے بعد اس کی سات کاپیاں تیار کرائی گئیں اور انھیں مختلف اسلامی ریاستوں میں بھیج دیا گیا ساتھ ہی یہ فرمان بھی جاری کر دیا گیا کہ اسی مصحف کو اصل سمجھا جائے اور وہ تمام مصاحف نذر آتش کر دیئے جائیں جو اس

سے مختلف ہیں۔۱

جمع قرآن کے دو معنی ہیں:

- (۱) 'جمع القرآن' سے کبھی قرآن کا حفظ کرنے اور اس کو بغیر دیکھے تلاوت کرنا مراد لیتے ہیں۔۲
- (۲) جمع کے لغوی معنی متفرق چیزوں کو ملانے اور جوڑنے کے ہیں۔ حفظ کرنے یا زبانی یاد کرنے کے لیے حروف اور الفاظ کو ایک دوسرے سے ملانا اور جوڑنا پڑتا ہے اس لیے اس کو بھی جمع کہتے ہیں۔۳

قرآن مجید میں ہے:

لا تحرك به لسانك لتعجل به ، ان علينا جمعه وقرآنه فاذا قرآنه فاتبع

قرآنہ ثم ان علينا بیانہ۔۴

(اے حبیب) (آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ جلدی یاد کر لیں اس کو ہمارے ذمہ ہے اس کو) (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھانا پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اسے پڑھنے کا، پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا۔)

نبوت کی نازک اور گراں ذمہ داریوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از حد احساس تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو حضور پوری طرح متوجہ ہوتے اور جبرئیل امین جو نبی اللہ تعالیٰ کے کلام کی قرأت شروع کرتے، حضور بھی اسے جلدی جلدی سے تلاوت کرتے۔ مبادا کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ بیک وقت تین کام۔ (۱) سراپا توجہ بن کر سننا۔ (۲) پھر اسی وقت اس کی تلاوت کرنا۔ (۳) اور اس کے مفہوم کو سمجھنا۔ بڑا دقت طلب اور تکلیف دہ کام تھا اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ تکلیف گوارا نہ ہوئی۔ اس زحمت سے بچانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ سہ گونہ زحمت کی ضرورت نہیں جب جبرئیل ہماری آیتیں پڑھ کر سنار ہے ہوں تو اس وقت آپ صرف دھیان سے سنتے جائیں اور یہ فکر نہ کریں کہ کلام کا کوئی حصہ فراموش ہو جائے گا یا کوئی حکم پوری طرح سمجھا نہ جائے گا۔ یہ فکر دل سے نکال

دیں۔ یہ دونوں کام ہم نے اپنے ذمہ لے لیے ہیں۔ جب جبریل وحی کا القا کر چکیں گے تو اس کا ایک ایک کلمہ بلکہ ایک ایک حرف آپ کے حافظہ میں نقش ہو جائے گا اور پھر ہر آیت کا، آیت کے ہر کلمہ کا مقصد اور مفہوم آپ کو سمجھا دینا، یہ بھی ہمارا کام ہے۔ ۵۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنے لگے۔ ۶۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اس آیت کی تفسیر میں جمع سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے میں آیتوں کا محفوظ کر دینا مراد لیا گیا ہے۔ ۷۔

زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ کی 'مناہل العرفان' میں ہے:

کلمۃ جمع القرآن تطلق تارة ويراد منها حفظه واستظهاره في الصدور وتطلق تارة اخرى ويراد منها كتابته كله حروفاً وكلمات وآيات وسوراء، وهذا جمع في الصحائف والسطور، وذاك جمع في القلوب والصدور۔

'جمع قرآن' مطلق بول کر کبھی قرآن کا حفظ اور اس کو دیکھے بغیر پڑھنا مراد لیا جاتا ہے اور کبھی مطلق بول کر پورے قرآن کے حروف، کلمات، آیات اور سورتوں کا لکھنا مراد لیا جاتا ہے اور اس کو صحیفوں میں اور سطروں میں (لکھ کر) جمع کرنا کہا جاتا ہے۔ اور اس (پہلے) کو دلوں میں جمع کرنا کہتے ہیں۔

اور کبھی جمع القرآن سے جیسا کہ سطور بالا میں گزرا قرآن کے حروف، کلمات، آیتوں اور

سورتوں کو لکھ کر ایک جگہ جمع کرنا مراد لیتے ہیں۔ ۸۔

**قرآن مجید کا لکھا جانا:**

قرآن مجید کے لکھنے کا اہتمام تین مرتبہ کیا گیا اور ہر مرتبہ کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہیں:

پہلی مرتبہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں۔

دوسری مرتبہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں۔

تیسری مرتبہ: حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں۔ ۹۔

عہد رسالت میں پہلی بار تدوین قرآن:

پہلے پیغمبروں پر جو کتابیں نازل کی گئی تھیں ان کو لکھ کر محفوظ کیا جاتا تھا۔ قرآن بھی آسمانی کتاب ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے صرف یاد کر لینے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ پرانے طریقہ کو جاری رکھا۔ آپ نے وحی الہی لکھنے کے لیے صحابہ کرام میں سے کچھ خاص لوگوں کو اس اہم خدمت کے لیے منتخب فرمایا تھا جن میں سے چند یہ ہیں:

حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت سعید بن العاص، حضرت ابان بن سعید، حضرت خالد بن ولید، حضرت ثابت بن قیس، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم۔ ۱۰۔ صحیح بخاری میں ہے:

عن قتادة قال سالت انس بن مالك من جمع القرآن على عهد

النبي صلى الله عليه وسلم قال اربعة كلهم من الانصار ابي بن

كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابوزيد۔ ۱۱۔

قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ میں قرآن کس نے جمع کیا، انھوں نے کہا چار آدمیوں نے اور وہ چاروں انصاری

تھے ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اور ابوزید (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

بخاری کی دوسری روایت میں ابی بن کعب کے بجائے ابوالدرداء کا نام ہے۔ ۱۲۔ (یہ روایت

حضرت انس بن مالک سے ہے)



اس روایت میں حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک سے قرآن کے لکھنے والوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں، جس کے جواب میں حضرت انس نے اپنے علم کے مطابق فرمایا کہ چار آدمی تھے کہ جنہوں نے قرآن جمع کیا اور چاروں انصاری تھے یہاں جمع سے مراد پورے قرآن کا لکھنا ہے۔ ورنہ چار کی تخصیص بے معنی ہوگی۔ کیوں کہ قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ حصہ لکھنے والے بہت سے صحابہ تھے۔ ممکن ہے کہ چار کی یہ تخصیص حضرت انس نے کتابت کے کسی خاص معیار کے پیش نظر کی ہو اور جو لوگ ان کے خیال میں اس معیار پر پورے اترتے تھے ان کے نام گنا دیئے ہوں۔ حالاں کہ صحابہ کرام میں سے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پورا قرآن لکھ لیا تھا، ان کی تعداد چار سے کہیں زیادہ تھی۔ جیسا کہ آئندہ سطور سے ظاہر ہو جائے گا۔

عقل اس بات کو آسانی سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ حضرت قتادہ کا سوال حفاظ قرآن کے بارے میں تھا، اس لیے کہ اس دور میں قرآن کے حافظوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیوں کہ صرف بیرمعونہ کی جنگ میں شہید ہونے والی قراء (حفاظ) کی تعداد ۷۰ کے قریب تھی۔ تو کل قراء یقیناً اس سے زیادہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت قرآن کی امکانی تدابیر شروع ہی سے اختیار فرمائی تھیں، یہ بات قرین عقل و قیاس نہیں کہ آپ نے تمام قراء کو جنگ پر بھیج دیا ہو۔

وحی کے مشہور لکھنے والوں کے علاوہ صحابہ کرام میں سے متعدد لوگ بطور خود قرآن کریم لکھتے تھے۔ اور ان کے پاس اپنا اپنا لکھا ہوا مصحف تھا کہ جس کو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے یا آپ سے حفظ کرنے کے بعد لکھا تھا، مثلاً مصحف حضرت عبداللہ بن مسعود، مصحف حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مصحف حضرت عائشہ، مصحف حضرت ابی بن کعب، مصحف حضرت عثمان بن عفان، مصحف حضرت تمیم داری، مصحف حضرت ابوالدرداء، مصحف حضرت ابویوب انصاری، مصحف حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت زید بن ثابت کے پاس بھی ان کے لکھے ہوئے مصاحف تھے۔ حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے کا مشہور واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ انہوں نے

اپنی بہن کے گھر میں قرآن مجید کے کچھ اوراق دیکھے تھے جن کو پڑھ کر اسلام کی صداقت ان کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اسلام لے آئے۔ اس سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ مکہ میں جو پڑھے لکھے مسلمان تھے وہ قرآن لکھ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۔

### کتابت قرآن کا طریقہ:

محدث حاکم نے متدرک میں زید بن ثابت سے بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق روایت کیا ہے کہ زید بن ثابت نے کہا ہم عہد رسالت میں رقاع (ٹکڑوں) سے قرآن جمع کیا کرتے تھے۔ ۱۴۔  
مذکورہ صدر حدیث میں 'رقاع' کا جو لفظ وارد ہوا ہے یہ رقعہ (ٹکڑا) کی جمع ہے اس کا اطلاق چمڑے، کپڑے، اور کاغذ کے ٹکڑوں پر کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کاتبین وحی عہد رسالت میں کتابت کے لیے کس قسم کا سامان استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ نازل شدہ قرآن کریم کو پتھر کی باریک اور چوڑی سلوں، کھجور کی ٹہنیوں، اونٹ یا بکری کے شانہ کی ہڈیوں، اونٹ کے کبادہ کی ٹکڑیوں اور چمڑے کے ٹکڑوں پر تحریر کیا جاتا تھا۔ ۱۵۔

### حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں دوسری بار تدوین قرآن:

پورا قرآن عہد رسالت میں لکھا جا چکا تھا مگر اس کی آیتیں اور سورتیں یکجا نہ تھیں۔ اولین شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مطابق اس کو مختلف صحیفوں میں جمع کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ۱۶۔

ابو عبد اللہ محاسبی (حارث بن اسد محاسبی کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، آپ فقہ و اصول فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔) اپنی کتاب 'فہم السنن' میں رقم طراز ہیں:

”قرآن کی کتابت کوئی نئی چیز نہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ البتہ وہ کاغذ کے ٹکڑوں، شانہ کی ہڈیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر بکھرا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر نے متفرق جگہوں سے اس کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب اشیاء یوں تھیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے گھر میں اوراق منتشر پڑے ہوں اور ان میں قرآن لکھا ہوا ہو۔ ایک جگہ جمع کرنے والے حضرت ابوبکر نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔ ۱۷

حضرت ابوبکر نے تدوین قرآن کا آغاز جنگ یمامہ کے بعد ۶۱ھ میں کیا۔ یہ جنگ اہل اسلام اور مسلمانوں کے مابین ہوئی تھی۔ اس میں ستر حفاظ قرآن صحابہ نے شہادت پائی۔ حضرت عمرؓ اس سے بہت خوفزدہ ہوئے اور بارگاہ صدیق میں حاضر ہو کر قرآن جمع کرنے کا مطالبہ کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے بلا بھیجا۔ حضرت فاروق بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق نے فرمایا جناب فاروق میرے یہاں آئے اور کہا ”جنگ یمامہ میں کثیر حفاظ قرآن نے شہادت پائی ہے۔ اگر حفاظ قرآن کی شہادت کا یہی عالم رہا تو قرآن کا کافی حصہ ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے، اس لیے قرآن کو یکجا کر لینا چاہیے۔“ میں نے عمر سے کہا ”ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟“ عمر نے کہا ”بخدا یہ بہتر کام ہے۔ عمر مجھ سے بار بار مطالبہ کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں مجھے شرح صدر سے نوازا۔ آپ ایک دانشمند نوجوان ہیں۔ ہمیں آپ پر کوئی بدگمانی نہیں۔ آپ عہد رسالت میں کاتب وحی رہ چکے ہیں۔ اس لیے قرآن کو تلاش کر کے جمع کیجیے۔ حضرت زید کا بیان ہے کہ بخدا اگر جناب صدیق مجھے کسی پہاڑ کو اسی کی جگہ سے منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے اس ذمہ داری کی بہ نسبت آسان تر ہوتا۔ میں نے کہا آخر آپ ایسا کام کیوں کر کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بخدا یہ بہتر ہے۔ پھر حضرت ابوبکر مجھ سے تاکید یہی بات کہتے رہے۔ حتیٰ کہ ابوبکر و عمر کی طرح مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں شرح صدر عطا کیا۔ میں نے قرآن کو پتھر کی باریک سلوں، کھجور کی ٹہنیوں، اور آدمیوں کے سینوں سے تلاش کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورہ توبہ کا آخری حصہ مجھے ابو خزیمہ انصاری کے پاس ملا کسی اور سے نہ مل سکا۔ وہ آیت یہ تھی: لقد جاءكم رسول من

انفسکم - سورہ توبہ کے آخر تک - میرے تحریر کردہ صحیفے کے بعد یہ صحیفہ حضرت حفصہ کی تحویل میں آگئے۔ ۱۸۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ سورہ توبہ کا آخری جزو میں نے ابو خزیمہ انصاری کے پاس پایا تھا۔ جن کی شہادت کو سرور کائنات نے دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی قرار دیا تھا۔ ۱۹ مگر تہذیب التہذیب میں ہے کہ جس شخص کی شہادت کو آپ نے دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی قرار دیا تھا وہ خزیمہ بن ثابت انصاری تھے نہ کہ ابو خزیمہ انصاری۔ گویا خزیمہ بن ثابت انصاری اور ہیں اور ابو خزیمہ انصاری شخصے دیگر۔ ۲۰ صحیح بخاری میں ہے کہ زید نے خزیمہ بن ثابت کے پاس سورہ احزاب کی آیت پائی تھی۔ ۲۱۔

ممکن ہے کہ رواۃ حدیث اور مؤرخین کو اس معاملہ میں غلطی لگی ہو۔ ممکن ہے کہ مذکورہ صدر واقعہ پڑھ کر قاری اس اشکال میں مبتلا ہو کہ حضرت زید کو یہ آیت دیگر صحابہ کے پاس کیوں نہ ملی؟ مگر یہ اشکال جلد ہی زائل ہو جائے گا جب قاری کو معلوم ہوگا کہ حضرت زید کا مقصد یہ بتانا تھا کہ وہ آیت کسی اور صحابی کے پاس لکھی ہوئی نہ تھی۔ امام سیوطی ابوشامہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ زید نے اسے ابو خزیمہ انصاری کے سوا اور کے پاس نہیں پایا یعنی لکھا ہوا صرف ان ہی کے پاس پایا کیوں کہ زید محض یادداشت پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ کتابت کو بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ ۲۲۔

جب ابو خزیمہ انصاری کے پاس وہ آیت تحریر شدہ صورت میں مل گئی تو حضرت زید نے اسے قبول کر لیا۔ اس لیے کہ بہت سے صحابہ بلکہ خود حضرت زید کو بھی یہ آیت زبانی یاد تھی۔ مگر وہ بنا و رع و تقویٰ یہ چاہتے تھے کہ یہ آیت تحریری صورت میں بھی مل جائے۔ تاکہ حفظ و کتابت کے مل جانے سے اس میں مزید پختگی اور استحکام پیدا ہو جائے۔ ۲۳۔

حضرت ابوبکر کے حکم سے جو قرآن حضرت زید نے جمع کیا تھا وہ اس میں اسی راہ پر گامزن رہے۔ ہر آیت یا چند آیات کو قبول کرنے کے لیے دو گواہوں کی ضرورت تھی اور وہ تھے..... حفظ اور

کتابت..... ۲۴ حضرت ابوبکر نے عمر فاروق اور زید بن ثابت سے کہا تھا کہ ’مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جائیے اور جو شخص کتاب اللہ کے کسی حصے پر دو گواہ پیش کرے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔ ۲۵

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت تھی۔ (یعنی قرآن اس کو یاد بھی ہو اور اس کے پاس لکھا ہوا بھی ہو)۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ اس کو ابن ابی داؤد نے بطریق ہشام بن عروہ از والد خود روایت کیا ہے۔ مگر اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مذکورہ صدر توجیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایک گواہ حفظ کے لیے اور ایک کتابت کے ضمن میں کافی ہے۔ بخلاف ازیں جمہور کے نزدیک دو عادل گواہ حفظ کے لیے اور دو کتابت کے لیے یعنی کل چار گواہ ضروری ہیں۔ ۲۶

جمہور علماء اس کی دلیل میں ابن ابی داؤد کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو انھوں نے بطریق یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے قرآن کا کچھ حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کیا ہو وہ پیش کرے۔ لوگ ان دنوں قرآن کریم کی آیات کو صحیفوں، تختیوں اور کھجور کی چوڑی ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے۔ جب تک دو گواہ شہادت نہ دیتے تب تک آپ کسی کی پیش کردہ آیات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ۲۷

سخاوی اپنی کتاب جمال القراء میں رقم طراز ہیں:

مقصد یہ ہے کہ دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تحریر کی گئی تھیں۔ ۲۸ سورہ توبہ کی آخری آیات کو اس قاعدہ سے اس لیے مستثنیٰ کیا گیا تھا کہ اکثر صحابہ کو یہ آیات زبانی یاد تھیں اس لیے ان کی نقل و روایت تواتر کے درجہ تک پہنچی ہوتی تھی۔ تو گویا یہ متواتر نقل و روایت دو گواہوں کے قائم مقام تھی کہ سورہ توبہ کا یہ آخری حصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تحریر کیا گیا ہے۔ ۲۹

باقی رہا زید بن ثابت کا یہ قول کہ ”میں نے ان آیات کو صرف ابو خزیمہ کے پاس پایا، تو اس

سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حضرت زید نے بذات خود یہ آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ یہ آیات کہاں اور کس سورت سے متعلق ہیں اس ضمن میں صحابہ کی تلاش تائید وتقویت کے لیے تھی۔ اس لیے نہیں کہ آپ قبل ازیں ان آیات سے آگاہ نہ تھے۔ ۳۰

حضرت ابوبکر کے اہتمام سے جمع و تدوین قرآن کا کام ایک سال کی مدت میں تکمیل پذیر ہوا۔ اس لیے کہ آپ نے حضرت زید کو اس خدمت پر جنگ یمامہ کے بعد مامور فرمایا تھا۔ جنگ یمامہ اور حضرت صدیق کی وفات کے درمیان صرف ایک سال کی مدت تھی۔ ۳۱

جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کو کس طرح کاغذ کے ٹکڑوں، کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلوں، چمڑے کے ٹکڑوں اور کجاوہ کی لکڑیوں سے فراہم کیا گیا تھا تو ہمیں صحابہ کے بلند پایہ عزم اور عالی ہمتی کی داد دینی پڑتی ہے۔ ہم یہ دیکھ کر حضرت علی کا مقولہ دہرانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے وہ اولین شخص تھے جس نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع

کیا۔ ۳۲

جہاں تک حضرت فاروق اعظم کا تعلق ہے وہ تدوین قرآن کے نظریہ کے موجد تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس نظریہ کی عملی تکمیل کی سعادت حضرت زید بن ثابت کے لیے مقدر تھی۔ ۳۳

امام بخاری نے جو روایت حضرت زید سے نقل کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ جن صحیفوں میں قرآن جمع کیا گیا تھا وہ پہلے حضرت ابوبکر کے پاس رہے۔ جب آپ نے وفات پائی تو خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ ان کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ کی شہادت کے بعد یہ صحیفے خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے پاس نہیں بلکہ ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کی تحویل میں رہے۔ یہاں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا یہ امر زیادہ موزوں نہ تھا کہ ان صحیفوں کو حضرت عثمان کی

حفاظت میں دیا جاتا۔ ۳۴

ڈاکٹر صحیحی صالح اس سوال کے جواب میں اپنی کتاب علوم القرآن میں عرض پرداز ہیں کہ ”ان صحیفوں کا حضرت حفصہ کے زیر حفاظت رہنا موزوں تر تھا۔ کیوں کہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ ان صحیفوں کو حضرت حفصہ کی تحویل میں رکھا جائے۔ اس لیے کہ محترمہ موصوفہ ام المؤمنین ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی تھیں۔ پورا قرآن آپ کے سینہ میں محفوظ تھا اور آپ اس کی قرات و کتابت میں پوری مہارت رکھتی تھیں۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کا معاملہ شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا ظاہر ہے کہ خلیفہ بنائے جانے سے قبل یہ امانت حضرت عثمان کو کیسے تفویض کی جاسکتی تھی۔ ۳۵

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو ’مصحف‘ کا نام سب سے پہلے حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں دیا گیا تھا۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب المصاحف میں بطریق موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ جب قرآن کو جمع کر کے اوراق پر لکھا گیا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا اس کا کوئی نام مقرر کیجیے۔ بعض نے ’السفر‘ (پیغامات) تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا یہ یہود کا تجویز کردہ نام ہے۔ بعض لوگوں نے ’المصحف‘ نام رکھنے کی تجویز پیش کی۔ یہ نام حبشہ میں رائج تھا۔ اسی پر اتفاق ہو گیا۔ ۳۶ اور قرآن کریم کو ’المصحف‘ کہا جانے لگا۔ حضرت ابوبکر کے جمع کردہ قرآن پر پوری امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اس کو متواتر کا درجہ حاصل ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر نے قرآن کریم کو قرات سبعہ کے مطابق مدون کیا جس طرح وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس اعتبار سے حضرت صدیق کے جمع کردہ قرآن اور عہد رسالت میں مرتب قرآن کے درمیان کامل یک رنگی و ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور دونوں میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ ۳۷

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں تیسری بار تدوین قرآن اختلاف لغات:

جیسے اردو کے بعض محاورات والفاظ میں خود فصحاء اہل زبان کا اختلاف ہے۔ اسی طرح مختلف قبائل عرب کا عربی زبان میں بہت کچھ اختلاف تھا۔ مثلاً جس کلمہ مضارع کا عین ماضی میں

مکسور ہو اس کی علامت مضارع اب.ن کو غیر اہل حجاز کسرہ دیتے۔ اسی طرح علامت مضارع ی کو جب کہ اس کے بعد کوئی دوسری ی ہو۔ اس لیے وہ تَعْلَمَ کو تَعْلَمَ، يَنْتَظِرُ کو يَنْتَظِرُ بولتے۔ ۳۸

بنی ہذیل حتی کو عتی کہتے۔ اہل مدینہ کے یہاں تابوت کا لفظ تابوہ تھا بنی قیس کا ف تانیث کے بعدش بولتے۔ صربک بجائے ضربکش کہتے ہیں۔ اس طریق تلفظ کو کشکشہ قیس سے تعبیر کیا جاتا۔ بنی تمیم 'ان' ناصبہ کو 'عن' کہتے اسی طرح ان کے نزدیک لیس کے مشابہ ماولا مطلقاً عامل نہیں۔ ماہذا بشر، ان کے لغت پر ماہذا بشر ہوگا اس طرح کے بہت سے اختلاف تھے۔ ۳۹ یوں ہی طرز ادا مثلاً تَفْخِيم و تَرْقِيق (پر اور باریک پڑھنا) ادغام، اظہار، امالہ، تحقیق ہمزہ، تخفیف ہمزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔

قرآن کریم پہلے ایک زبان، زبان قریش میں نازل ہوا، جیسا کہ حضرت عثمان کی حدیث میں آرہا ہے۔ اور فاروق اعظم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ابن الانباری نے وقف میں ابوداؤد نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ”حضرت عمر نے ایک شخص کو یسبحنہ عتی حین پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا تمہیں یہ کس نے پڑھایا؟ عرض کیا حضرت ابن مسعود نے فاروق اعظم نے اس کی اصلاح فرمائی، یسبحنہ حتی حین۔ ۴۰ پھر حضرت ابن مسعود کو خط لکھا۔

سلام عليك اما بعد فان الله انزل القرآن فجعله قرآنا عربيا

مبيناً وانزله بلغه هذا الحى من قريش ، فاذا اتاك كتابى هذا فأقر

الناس بلغه قريش ولا تقرهم بلغه هذيل۔ ۴۱

(تمہیں بعد سلام معلوم ہو کہ اللہ نے قرآن نازل فرمایا تو اسے قرآن عربی میں فرمایا

اور اسے قبیلہ قریش کی زبان میں اتارا۔ تو میرا یہ خط پانے کے بعد تم لوگوں کو زبان

قریش کے مطابق قرآن پڑھاؤ۔ قبیلہ ہذیل کی زبان میں نہ پڑھاؤ۔)

مگر ابتداء جب کہ مختلف قبائل عرب اسلام میں نئے نئے داخل ہو رہے تھے اور ان میں



بوڑھے، بچے، جوان، مرد و عورت، خواندہ ناخواندہ سبھی تھے، تو ایسی حالت میں سب کے لیے زبان قریش کی پابندی، اپنے قبیلہ کی زبان اور طریق ادا کا ترک بہت دشوار تھا۔ اگر سب کے لیے یہ پابندی لگادی جاتی تو بہت کم لوگ قرآن سیکھ پاتے۔ حالاں کہ احکام دین کی اشاعت کے پیش نظر قرآن کی بھی تعلیم و اشاعت ضروری تھی۔ ۴۲

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند کریم سے دعائے تسہیل کی۔ فرماتے ہیں:

ارسل التی ان اقرأ القرآن علی حرف فرددت الیہ ان ہون علی  
امتی فرد الی الثانیۃ اقرء ہ علی حرفین فرددت الیہ ان ہون علی  
امتی، فرد الی الثالثۃ اقرء ہ علی سبعة احرف۔ ۴۳

(باری تعالیٰ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ ایک حرف (زبان) پر قرآن پڑھوں میں  
نے بارگاہ ایزدی میں رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما، دوسری بار جواب ملا دو  
زبانوں پر پڑھو۔ میں نے پھر اس کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی  
فرما۔)

جواب آیات زبانوں میں پڑھو۔ مذکورہ حدیث بقدر ضرورت لی گئی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انزل القرآن علی سبعة احرف قرآن سات حرفوں (زبانوں) پر نازل فرمایا گیا۔ ۴۴  
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن حجر الجملة الاولى جاءت من احد وعشرين صحابيا  
ومن ثم نص ابو عبيد على انها متواترة اي معنى واختلفوا في  
معناها على اربعين قولاً۔ ۴۵

علامہ ابن حجر نے فرمایا: حدیث کا پہلا جملہ (عبارة مذکورہ) اکیس صحابہ سے مروی ہے

اسی وجہ سے ابو عبید نے نص فرمایا کہ یہ حدیث معناً متواتر ہے اور اس کے معنی کی تعیین میں چالیس مختلف اقوال ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

’اکثر برانند کہ مراد بان ہف لغت است کہ در عرب مشہور است و مشہور بفصاحت بودند و آن لغت قریش و طے و ہوازن و اہل یمن و ثقیف و ہذیل و بنی تمیم است۔ ۲۶۔‘

اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ حرفوں سے مراد وہ سات زبانیں ہیں جو عرب میں مشہور تھیں اور جن کے فصیح ہونے کی شہادت موجود ہے۔ وہ قریش، طے، ہوازن، اہل یمن، ثقیف، ہذیل اور بنی تمیم کی زبانیں ہیں۔

حکم ربانی مل جانے کے بعد لوگوں کو ان سات زبانوں پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زبانوں پر لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے۔ اسی لیے عہد رسالت میں متعدد واقعات اس طرح کے پیش آئے کہ ایک شخص کی قرأت کو دوسرا شخص اپنی قرأت کے مخالف پا کر اس سے بحث کر بیٹھا۔ اور معاملہ بارگاہ رسالت تک جا پہنچا تو سرکار نے دونوں کی تصدیق فرما کر بتایا کہ قرآن کی تلاوت میں رخصت اور آسانی دی گئی ہے۔

فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، ان کی قرأت اس کی مخالف تھی جو میں پڑھتا تھا اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا (اس لیے یہ مخالف قرأت سن کر مجھے غصہ آیا) اور قریب تھا کہ میں ہشام پر جلدی کروں، میں نے انھیں اتنی مہلت دی کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ پھر ان کے گلے میں ان کی چادر ڈالے ان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اس سے سنا کہ وہ سورہ فرقان اس قرأت کے خلاف پڑھ رہا ہے۔ جو آپ نے مجھے پڑھائی ہے۔ سرکار نے فرمایا: اسے جھوڑ دو، ان سے فرمایا پڑھو۔ انہوں نے پھر اسی طرح پڑھا جس طرح پڑھتے

ہوئے میں ابھی سن چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں ہی نازل ہوئی ہے۔ مجھ سے فرمایا تم پڑھو۔ میں نے بھی پڑھا۔ تو فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقراوا ماتيسر منه - ۴۷  
یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ تو جو آسان ہو پڑھو۔  
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

اس طرح کا واقعہ متعدد صحابہ کے درمیان پیش آیا۔ حضرت عمرو ہشام ہی کی طرح ابن بن کعب کا عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ سورہ نحل میں حضرت عمر ابن العاص کا ایک آیت قرآنی میں ایک اور شخص کے ساتھ اختلاف ہوا۔ ۴۸

واضح رہے کہ زبانوں کے اختلاف سے اصل معانی میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی سب کا معنی ایک تھا۔ جلیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہری سے مروی ہے:

بلغنی ان تلك السبعة الاحرف انما هي في الامر تكون واحدا لا  
تخطف في حلال وحرام - ۴۹

مجھے خبر ملی ہے کہ یہ ساتوں زبانیں دین کے معاملہ اور حکم میں ایک ہوتیں ان میں کسی حلال و حرام کا اختلاف نہ تھا۔

البتہ یہ بات تنقیح طلب ہے کہ عہد رسالت ہی میں اباحت تبدیل ختم اور ایک لغت پر قرأت قرآن کی پابندی ہو گئی ہے بعد میں بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ عہد عثمانی میں پابندی ہوئی اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ عہد رسالت ہی میں پابندی ہو گئی تھی۔ اسی کو قاضی ابوبکر الطیب، علامہ ابن عبد البر، علامہ ابن العربی وغیرہم نے اختیار کیا۔ کیوں کہ ابتدائے امر میں جب اختلاف لغات کے باعث لوگوں کے لیے ایک طریقہ اور ایک لغت کی پابندی دشوار تھی تو ہر ایک کو اپنے طریقہ لغت پر تلاوت کی رخصت دی گئی۔ پھر جب معاملہ ضبط کے تحت آ گیا، زبانوں کی مشق ہو گئی، اور ایک طرز لغت کی پابندی

پر لوگ قابو پا گئے تو عہد رسالت کے آخری رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوبار دورہ قرآن کیا، دورہ اخیر کی قرات پر معاملہ ثابت و مستقر ہو گیا۔ تو خدا ہی کی طرف سے اسی طرز مقرر کی پابندی واجب اور گزشتہ رخصت ختم کر دی گئی۔ ۵۰

تدوین ثالث کے اسباب و محرکات:

اس تفصیلی اور ضروری تمہید کے بعد تدوین ثالث کے اسباب و محرکات کا سمجھنا آسان ہو گیا۔ مذکورہ رخصت خواہ زمانہ ذوالنورین تک باقی رہی ہو یا عہد رسالت میں ہی ختم ہو گئی ہو، اور بلاد و امصار میں پھیلے ہوئے تمام مسلمانوں کو اس کی اطلاع نہ ملی ہو۔ بہر تقدیر عہد عثمانی میں ایک سنگین صورت حال پیش آئی۔ ایک طرز ادا والا اپنی ہی قرات کو صحیح اور دوسرے کی قرات کو غلط سمجھنے لگا اس پر آپس میں جنگ و جدال اور زد و کوب تک کی نوبت پہنچی۔

عمارہ بن عزیہ کی روایت میں ہے:

عزوة فلم يدخل بيته حتى اتى عثمان فقال يا امير المؤمنين ادرك الناس، قال وما ذلك، قال غزوة فرج ارمينه فاذا اهل الشام يقرأون بقراءة ابى بن كعب وياتون بمالم يسمع اهل العراق واذا اهل العراق يقرأون بقراءة ابن مسعود فيأتون بمالم يسمع اهل الشام فيكفر بعضهم بعضا۔ ۵۱

حضرت حذیفہ ایک جنگ سے واپس آئے تو گھر جانے سے پہلے حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین، لوگوں کو تھامیے، فرمایا کیا بات ہے؟ کہا میں سرحد ارمینہ کی لڑائی میں شریک ہوا تو دیکھا کہ شام والے ابی بن کعب کی قرات پر قرآن پڑھتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا۔ اور عراق والے ابن مسعود کی قرات پر پڑھتے ہیں جیسے اہل شام نے نہیں سنا تو ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے۔

خود حضرت عثمان کے یہاں ایک طرح کا اختلافی مقدمہ پہنچا ابن اشہ نے ایوب کے طریق سے ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ ”مجھ سے انس بن مالک نامی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ عثمان کے عہد میں قرآن کے اندر اس قدر اختلاف تھا کہ پڑھنے والے بچوں اور پڑھانے والوں کے درمیان تلوار چل گئی تھی۔ حضرت عثمان کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا۔ ”لوگ میرے سامنے ہی قرآن کو جھٹلانے اور اس میں غلطی کرنے لگے ہیں“ غالباً جو مجھ سے دور ہوں گے وہ ان کی نسبت سے کہیں بڑھ کر جھٹلاتے اور غلطیاں کرتے ہوں گے۔ ۵۲

یہ ایک فتنے کی ابتداء تھی جس کا انجام بڑا ہی خطرناک اور اندوہ ناک ہو سکتا تھا اس لیے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس کے دفاع کے لیے ممتاز صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کیا اور اپنی رائے پیش کی جس پر تمام حضرات نے فیصلہ کر دیا کہ اب ضروری ہو گیا ہے کہ تمام قبائل عرب بلکہ ساری دنیا کو ایک لغت پر جمع کر دیا جائے اور زبان نزول کے مطابق قرآن کے متعدد نسخے تیار کر کے دیار و امصار میں بھیج دیئے جائیں اور سب کے لیے اسی کی پابندی ضروری قرار دی جائے۔ ۵۳

### تدوین ثالث کی کیفیت:

تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا۔ تمام سورتوں اور تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوین ثانی میں ہر سورت کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئی۔ اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے۔ مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر میں نہ آسکی اس لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو۔ اور جو قرآن الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے۔ اسے ایک مصحف کی شکل میں دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کر دی جائے۔

ابن سعد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی داؤد، ابن الانباری، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت

انس بن مالک سے تدوین ثالث کی تفصیل یوں روایت کی ہے:

حضرت حذیفہ بن الیمان شام و عراق والوں کے ساتھ مل کر اربینہ و آذربائجان کی فتح میں جنگ کر رہے تھے جب انھوں نے قرأت قرآن میں لوگوں کا اختلاف دیکھا تو گھبرا اٹھے۔ معرکہ کے بعد حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا امیر المؤمنین اس امت کو وہ وقت آنے سے پہلے تھا میے جب کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے۔ ۵۴

حضرت عثمان نے یہ بات سن کر حضرت حفصہ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں انھیں بھیج دیجیے۔ تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ ۵۵

ام المؤمنین حضرت حفصہ نے وہ صحائف حضرت عثمان کو بھجوا دیئے اور حضرت عثمان نے زید بن ثابت عبد اللہ بن زبیر سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور تینوں قریش بزرگوں سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کی درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیوں کہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشیوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمان کے حکم کی تعمیل کی۔ ۵۶

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین کے طریق پر کثیر بن ارح سے روایت کی ہے کہ جس وقت عثمان نے مصحفوں کے لکھوانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے اس غرض سے بارہ مشہور آدمی قریش اور انصار دونوں قبیلوں کے جمع کیے۔ پھر قرآن کے صحیفوں کا وہ صندوق منگوایا جو عمر کے گھر میں تھا۔ صندوق مذکور آگیا تو عثمان نے ان لکھنے والوں کی نگرانی اپنے ذمہ لی اور نقل کرنے والوں کا انداز یہ تھا کہ جب ان میں کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو اسے سر دست چھوڑ دیتے تھے اور اس وقت لکھتے نہ تھے۔ ۵۷

محمد بن سیرین کا قول ہے کہ: وہ لوگ اس کی کتابت میں اس لیے تاخیر کر دیتے تھے کہ کسی ایسے شخص کا انتظار کریں جو ان سب کی نسبت سے کلام اللہ کے آخری دور سے قریب تر زمانہ رکھتا ہے۔ اور

پھر اس کے بیان کے مطابق جو کچھ لکھنے سے رہ گیا ہے اسے لکھیں۔ ۵۸۔

ڈاکٹر صبحی صالح اپنی کتاب علوم القرآن میں رقم طراز ہیں کہ: ”جب کسی آیت میں اختلاف پیدا ہوتا تو کہتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فلاں شخص کو پڑھائی تھی۔ چنانچہ وہ شخص مدینہ سے باہر تین میل دور سکونت گزیں ہوتا۔ اس کو بلا کر دریافت کیا جاتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ آیت کیسے پڑھائی تھی؟ جب وہ بیان کرتا تو اسے لکھ لیا جاتا۔ اس کے لیے جگہ وہ پہلے ہی چھوڑ رکھتے تھے۔ ۵۹۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن شہاب زہری نے فرمایا ’تابوت‘ اور تابوہ میں کاتبین کا اختلاف ہوا قریشیوں نے تابوت کہا اور حضرت زید بن ثابت نے تابوہ۔ معاملہ حضرت عثمان کے پاس پہنچا تو انھوں نے فرمایا تابوت لکھو، کیوں کہ قرآن زبان قریش میں نازل ہوا۔ ۶۰۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جس وقت ہم نے مصحف کو لکھا تو سورہ احزاب کی آیت ہمیں نہیں ملی جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا۔ پھر ہم نے اس آیت کو خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پایا اور وہ ہے من المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ الآیۃ۔ چنانچہ ہم نے اس آیت کو اس کی سورت کے اندر اپنے مصحف میں شامل کر دیا۔ ۶۱۔

جب مصاحف میں صحیفوں کی نقل ہو گئی تو حضرت عثمان نے ام المؤمنین حضرت حفصہ کو وہ صحیفہ واپس کر دیئے۔ ۶۲۔

ابن حجر کا قول ہے کہ یہ واقعہ ۲۵ھ کا ہے۔ ۶۳۔

فتح الباری میں ہے کہ یہ تدوین ۲۵ھ میں حضرت عثمان کی خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال ہوئی۔ ۶۴۔

قاضی ابوبکر اپنی کتاب الانصار میں کہتے ہیں کہ عثمان نے حضرت ابوبکر کی طرح قرآن کو مابین اللوحین ہی جمع کر دینے کا قصد نہیں کیا بلکہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت قراءتوں پر

جمع کر دینے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آرہی تھیں۔ اور جس قدر قراءتیں ان کے سوا پیدا ہو گئی تھیں ان کو مٹا دینا چاہا۔ ۶۵۔ اور انھوں نے مسلمانوں کو ایک ایسا مصحف دیا جس میں کوئی تقدیم تاخیر اور تاویل نہیں۔ وہ تنزیل کے ساتھ ثبت کیا گیا ہے۔ اس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ وہ مصحف اپنے رسم کی مثبت دلیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور اس کی قراءت اور مفروض کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں فساد اور شبہ میں نہ پڑ سکیں اور یہ خوف بالکل مٹ جائے۔ ۶۶۔

ابن ابی داؤد نے صحیح سند کے ساتھ سوید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا عثمان کے بارے میں بجز کلمہ خیر کے اور کچھ مت کہو۔ کیوں کہ انھوں نے مصاحف میں جو کچھ بھی تغیر کیا ہے وہ ہماری ایک جماعت کثیر کی رائے سے کیا ہے۔ ۶۷۔

**تعداد مصاحف:**

حضرت عثمان نے دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں جتنے مصاحف ارسال کیے تھے ان کی تعداد میں اختلاف کیا گیا ہے۔ مشہور قول تو یہ ہے کہ وہ سب پانچ مصحف تھے۔ ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ میں نے ابو حاتم بستانی سے سنا کہ سات مصاحف لکھے گئے جن میں سے ایک ایک مصحف مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کو ارسال کیا گیا اور باقی ایک مدینہ میں محفوظ رکھا گیا۔ ۶۸۔

**احراق مصاحف کی روایات:**

تدوین ثالث کی تفصیل میں حضرت انس بن مالک کی منقولہ روایت کا آخری جملہ یہ ہے:

وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔

اس کے علاوہ کسی صحیفے یا مصحف میں جو کچھ قرآن تھا حضرت عثمان نے اسے نذر آتش کر دیا۔ ۶۹۔

فتح الباری میں ہے:

فی رواية الاكثرين ان یحرق بالخاء المعجمة ۰

صحیح بخاری کے اکثر راویوں کے نزدیک ان یحرق خائے معجمہ کے ساتھ ہے۔



اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ انھوں نے باقی سب کو چاک کرادیا۔ اے لیکن اسی فتح الباری میں آگے یہ ہے:

وفی رواية ابی قلابہ فلما فرغ عثمان من المصحف كتب الی اهل  
الامصار انی قد صنعت کذا وکذا محوت ما عندی فامحوا  
ما عندکم والمحو عم ایكون بالغسل او التحریق واكثر الروایات  
صریح فی التحریق فهو الذی وقع - ۲

ابو قلابہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان مصحف کی تدوین سے فارغ ہوئے  
تو اہل بلاد کو لکھا کہ میں نے ایسا کیا ہے اور جو میرے پاس تھا۔ اسے مٹایا تمہارے  
پاس جو ہے اسے تم بھی مٹا دو۔ مٹانا دونوں طرح ہو سکتا ہے، دھو کر بھی اور جلا کر بھی۔  
اور اکثر روایات میں نذر آتش کرنے کا حکم صراحتاً ذکر ہے تو ہوا یہی ہے۔

مثلاً بخاری نے باب خلق افعال العباد میں ابن ابی داؤد اور ابن الانباری نے مصاحف میں  
مصعب بن سعد سے روایت کی ہے۔

قال ادرکت الناس متوافرین حین حرق عثمان المصاحف  
فاعجبهم ذالک ولم ینکر ذالک منهم احد - ۳

میں نے بکثرت لوگوں کو اس وقت پایا جب حضرت عثمان نے مصاحف نذر آتش  
کرائے۔ سب نے اسے پسند کیا اور کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔

- ۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۸-۲۰۷
- ۲۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۳۹، اشاعت ۱۹۸۰ء، ناشر ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- ۳۔ نفس مصدر، ص: ۳۹-۴۰
- ۴۔ سورہ قیامہ، آیت: ۱۶-۱۹
- ۵۔ تفسیر ضیاء القرآن، مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری، اشاعت ۱۹۸۹ء، ناشر اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ج: ۵، ص: ۴۳۲-۴۳۳، تفسیر ابن کثیر، ج: ۴، ص: ۴۴۹
- ۶۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۴۱
- ۷۔ نفس مصدر، ص: ۴۲
- ۸۔ منابہل العرفان، ج: ۱، ص: ۲۳۲
- ۹۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۷ تا ۲۱۴
- ۱۰۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۵۵-۵۶
- ۱۱۔ بخاری، ج: ۲، ص: ۷۸، ابواب فضائل القرآن
- ۱۲۔ بخاری ج: ۲، ص: ۷۸
- ۱۳۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۵۸ تا ۵۷
- ۱۴۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۷
- ۱۵۔ الاتقان، فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۱۱
- ۱۶۔ علوم القرآن، ڈاکٹر صبح صالح، ص: ۱۰۶-۱۰۷
- ۱۷۔ البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۸، علوم القرآن، صبح صالح، ص: ۱۰۷، الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۱-۲۱۰، وحی اور اس کی حقیقت، محمد تقی عثمانی، ص: ۴۲
- ۱۸۔ صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن، ج: ۲، ص: ۷۴۵-۷۴۶، جمع قرآن، مؤلفہ: محمد علی صاحب، اشاعت ۱۹۰۷ء، مطبوعہ مفید عام پریس، لاہور، ص: ۶۲، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۰۸

- ۱۹ البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۴، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۰۸
- ۲۰ تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۱۴۰، علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۰۸
- ۲۱ بخاری کتاب فضائل القرآن، ج: ۲، ص: ۷۴۷
- ۲۲ الاقن، ج: ۱، ص: ۲۱۰
- ۲۳ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۰۸-۱۰۹
- ۲۴ علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۰۹
- ۲۵ الاقن، ج: ۱، ص: ۲۱۰
- ۲۶ علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۰۹
- ۲۷ الاقن، ج: ۱، ص: ۲۱۰-۲۰۹
- ۲۸ الاقن، ج: ۱، ص: ۲۱۰
- ۲۹ علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۱۰
- ۳۰ البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۴، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۰
- ۳۱ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۰
- ۳۲ البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۹
- ۳۳ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۱
- ۳۴ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج: ۲، ص: ۱۱۳۰، علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۱۱
- ۳۵ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۱
- ۳۶ الاقن، ج: ۱، ص: ۱۹۰، علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۱۱-۱۱۲
- ۳۷ علوم القرآن، صبحی صالح، ص: ۱۱۲
- ۳۸ تدوین قرآن مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۲
- ۳۹ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی
- ۴۰ تدوین قرآن محمد احمد مصباحی، ص: ۷۳
- ۴۱ کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۸۵، فتح الباری، ج: ۹، ص: ۹

- ۴۲ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۳
- ۴۳ تدوین قرآن، ص: ۷۳-۷۴
- ۴۵ مشکوٰۃ کتاب العلم، فصل ثانی، بحوالہ تدوین القرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۴
- ۴۶ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۴-۷۵
- ۴۷ اشعۃ اللمعات، ج: ۱، ص: ۱۶۶، بحوالہ، تدوین القرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۵
- ۴۸ بخاری، ج: ۲، ص: ۷۷
- ۴۹ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۶
- ۵۰ بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف، ج: ۱، ص: ۱۹۲، تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۶
- ۵۱ ارشاد الساری، ج: ۷، ص: ۳۶۱
- ۵۲ عمیدۃ القاری، للنعیمی، ج: ۲۰، ۱۸، ارشاد الساری، ج: ۷، ص: ۳۵۸، تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۸۰
- ۵۳ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، تفسیر ابن جریر طبری، ج: ۱، ص: ۲۱
- ۵۴ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲
- ۵۵ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۲، سیرت ضیاء النبی، ص: ۵۸۸
- ۵۶ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۲
- ۵۷ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، تفسیر طبری، ج: ۱، ص: ۲۰-۲۱، سیرت ضیاء النبی، ص: ۵۸۹
- ۵۸ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۳
- ۵۹ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۳
- ۶۰ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، ص: ۲۱، علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ص: ۱۱۶
- ۶۱ ضیاء النبی، ج: ۶، ص: ۵۸۹، ۵۹۰، کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۸۲
- ۶۲ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، بخاری شریف، کتاب الجہاد، ج: ۱، ص: ۳۹۴
- ۶۳ تدوین قرآن مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۸۲
- ۶۴ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲

- ۶۵ فتح الباری، ج: ۹، ص: ۱۴
- ۶۶ الاتقان، ج: ۱، ص: ۳۱۴-۳۱۵، نووی شرح المسلم، ج: ۱، ص: ۲۷۲،
- ۶۷ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۴
- ۶۸ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۳، ضیاء النبی، ص: ۵۹۲
- ۶۹ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۴
- ۷۰ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۹۵
- ۷۱ تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۹۵
- ۷۲ فتح الباری، ج: ۹، ص: ۱۷، تدوین قرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ۹۵-۹۶
- ۷۳ کنز العمال، ج: ۲، ص: ۲۸۱، تدوین القرآن، مولانا محمد احمد مصباحی، ۹۶

## عہد نامہ جدید کی جمع وتدوین

تدوین انجیل متی:

اس انجیل کے لکھنے والے متی حواری تھے۔ جو مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے ایک تھے اور جنہیں مسیحی رسول کہتے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے ملنے سے قبل وہ رومی حکومت کی طرف سے فلسطین میں ٹیکس وصولتے تھے، یہود اس پیشے کو بری نظر سے دیکھتے تھے اور محصل کو ظالم یا کم از کم سخت مزاج سمجھتے تھے۔ اسی انجیل میں متی کے حضرت عیسیٰ کا شاگرد ہونے کے بارے میں یہ عبارت ملتی ہے۔

انجیل متی کی زبان:

مسیحی اہل قلم کا تقریباً متفقہ بیان ہے کہ انجیل متی کی زبان عبری یا سریانی تھی۔<sup>۱</sup> جیسا کہ وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ اس انجیل کا سب سے پرانا نسخہ یونانی زبان میں تھا، مگر ضائع ہو گیا۔<sup>۲</sup>

”یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متی نام ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا میرے پیچھے ہولے۔ وہ اٹھ کر اس کی پیچھے ہولیا۔ اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے گنہگار آ کر یسوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ فریسیوں نے یہ دیکھ کر اس کے شاگردوں سے کہا تمہارا استاد محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ تندرستوں کو طبیب درکار نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مگر تم جا کر اس کے معنی دریافت کرو کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں کیوں کہ میں راست بازوں

کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بلانے آیا ہوں۔“ ۴۔

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی اپنی کتاب رد عیسائیت میں رقم طراز ہیں ڈاکٹر ہارون نے اپنی تفسیر کی جلد چہارم میں ان تمام علماء مقتدین و متاخرین کے نام کو نقل کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ متی نے عبرانی زبان میں اپنی انجیل لکھی اور اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں کہ متی نے عبرانی زبان میں اپنی انجیل مکمل کی ہے ان کی قول کو ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ مزید یہ بھی کہا ہے کہ متی نے اپنی انجیل خاص طور سے مسیح پر ایمان لانے والوں کے لیے لکھی تھی۔ ۵۔

جیروم کا کہنا ہے کہ متی نے انجیل عبری زبان میں لکھی، وہ اس وقت یہودی علاقے میں تھے، جہاں ان کے ماننے والے یہودی رہتے تھے۔ ۶۔

جیروم کا قول قرین قیاس بھی ہے کیوں کہ خود انجیل متی کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اولین بارہ شاگردوں کو صرف اور صرف بنی اسرائیل کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا تھا کسی غیر یہودی حتیٰ کہ سامریوں کی طرف بھی جانے سے منع کر دیا تھا۔ ۷۔

**انجیل متی کی تاریخ تدوین:**

انجیل متی کی تدوین کی تاریخ میں عیسائیوں کے درمیان بہت اختلاف ہے۔ ابن بطریق کہتا ہے کہ ”متی نے اپنی انجیل قلد یوس کے عہد میں لکھی، لیکن اس نے سن تکمیل یاسن آغاز نہیں لکھا، البتہ اس کے مترجم کا نام یوحنا ہے۔ ۸۔

دوسری رائے جرجس زوینی لبنانی کی ہے وہ کہتا ہے کہ: ”متی نے اپنی بشارت یروشلم میں ۳۹ء میں لکھی، اس لیے کہ انھوں نے اسے مسیح پر ایمان لانے والے یہودیوں کے لیے لکھا تھا، یا رسولوں کے کہنے سے لکھا تھا، اور اس کی زبان عبرانی تھی، نہ کہ یونانی جیسا کہ روسی بیدس نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

تیسری رائے اس سلسلے میں ڈاکٹر پوسٹ کی ہے کہ ”متی نے اپنی انجیل یروشلم کی تباہی سے

پہلے لکھی اور اس کی زبان یونانی تھی۔ ۹۔ اس طرح ڈاکٹر پوسٹ کی رائے ان تمام مسیحی مؤرخین کے خلاف ہے۔ جو انجیل متی کی زبان عبرانی یا سریانی بتاتے ہیں۔

چوتھی رائے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اپنی کتاب اظہار الحق میں رقم طراز ہیں کہ انسائیکلو پیڈیا میں انجیل متی کے بارے میں یوں کہا گیا ہے کہ یہ انجیل ۴۱ء میں عبرانی زبان میں اور اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی کے درمیان تھی لکھی گئی لیکن موجودہ صرف یونانی ترجمہ اور عبرانی زبان میں جو آج نسخہ موجود ہے۔ وہ اسی یونانی کا ترجمہ ہے۔ ۱۰۔

پانچویں رائے صاحب 'ذخیرۃ الالباب' کی ہے جو ۴۱ء کو سن تدوین کہتے ہیں اور اس کی زبان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ فلسطین کی کوئی بول چال کی زبان رہی ہوگی، اس لیے عبری یا سریانی و کلدانی ہی زبانیں ہو سکتی ہیں۔ پھر یونانی میں اس کا ترجمہ ہوا ہوگا، پھر ایویوں کے ہاتھوں ضائع ہو گیا ہوگا۔ ۱۱۔

یوسف چلی اپنی کتاب مسیحیت میں رقم طراز ہیں کہ انجیل متی کے مطالعہ میں مسیحیت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

- ۱۔ اس کی تاریخ سے ناواقفیت پر تقریباً تمام مسیحوں کا اجماع ہے۔
- ۲۔ اس کی زبان کے بارے میں بھی بڑے اختلاف ہیں۔
- ۳۔ اصل نسخہ کی کم شدگی اور نابود ہونا بھی مسلم ہے۔
- ۴۔ اس کے مترجم کا نام بھی مجہول ہے۔
- ۵۔ اور یہ انجیل خاص طور پر مسیح پر ایمان لانے والے یہودیوں یا رسولوں کے ایماء پر لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ رسول کون تھے؟ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔
- مسٹر ہورن نے پہلی انجیل کے سن تحریر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۱ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تحریر ہوئی مگر ان سنین کے لیے کوئی تاریخی ثبوت اور دلیل فراہم



نہیں کرتا۔ ۱۱

تدوین انجیل مرقس:

اس کا کاتب کون ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا کاتب یوحنا ہیں۔ جن کا لقب مرقس تھا، یہ حواری تلامذہ میں سے نہیں ان کا سلسلہ نسب فلسطین کے ایک یہودی خاندان سے ملتا تھا۔ یہ شروع ہی سے حضرت مسیح کے پیرو ہو گئے تھے۔ اور جیسا کہ عیسائیوں کا کہنا ہے کہ انھیں حضرت مسیح نے ان ستر لوگوں میں سے منتخب کیا تھا، جن پر روح القدس نازل ہوئے تھے۔

قبطیوں کی تاریخ میں ہے کہ مسیحی جماعتوں کا اس پر اجماع ہے کہ مسیح ان کے گھر جایا کرتے تھے، اور انھوں نے عشائے ربانی اپنے حواریوں کے ساتھ انہی کے گھر میں کھائی تھی، اور اسی کے ایک کمرے میں مسیح کے تلامذہ پر روح القدس کا نزول ہوا تھا۔ ۱۲

اعمال میں ہے کہ رسول حضرت مسیح کے اٹھائے جانے کے بعد انہی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں۔ مرقس انطاکیہ میں مسیحیت کی تبلیغ میں بہت سرگرم رہتے تھے (جواب ترکی کے ماتحت ہے) وہاں وہ پولس اور اپنے ماموں برنابا کے ساتھ گئے اور پھر یروشلم لوٹ آئے تھے اور پھر اپنے ماموں کے ساتھ قبرص چلے گئے اور وہاں سے مرقس پہلی صدی کے نصف میں شمالی افریقہ چلے گئے وہاں مصران کو اپنی دعوت کے لیے ایک نتیجہ خیز زمین اور ملک محسوس ہوا اس لیے انھوں نے اسے اپنی دعوت کا مرکز بنا کر روما اور افریقہ کے تبلیغی سفر کیے۔ اور پھر مصر ہی میں تھے کہ رومی بت پرستوں نے انھیں ۶۲ء میں قتل کر دیا۔

مسیح مؤرخین کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی انجیل رومیہ والوں کے طلب پر لکھی تھی۔

ابن بطریق کاتب مرقس کے بارے میں ایک متضاد خیال رکھتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ حواریوں کے سردار پطرس نے رومیہ شہر میں مرقس کی روایت سے یہ انجیل لکھی اور پھر ان ہی سے منسوب کر دی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حواریوں کا سردار ایک غیر حواری سے کیسے روایت کرتا ہے اور پھر پطرس

اسے مرقس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے۔

مرشد الطالین میں ہے کہ انجیل مرقس، پطرس کی تدبیر سے ۶۱ء میں پطرس کی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے لکھی گئی تھی۔ لیکن اریئوس کہتا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل پطرس اور پولس کی موت کے بعد لکھی۔ ۱۳۔

### زبان:

مؤرخین کا اس پر اختلاف ہے کہ اس انجیل کی زبان یونانی تھی، ڈاکٹر پوسٹ نے اپنی کتاب 'ڈکشنری آف دی بائبل' میں لکھا ہے کہ مرقس نے اپنی انجیل یونانی زبان میں لکھی۔ ۱۴۔  
ہندی تواریخ کلیسا میں اس کی زبان رومی بتائی ہے اور لکھا ہے کہ مرقس نے رومی عیسائیوں کے لیے اس انجیل کو لکھا تھا تو اس کی زبان بھی رومی ہو گئی۔ ۱۵۔

مفتاح الکتاب کے مصنف نے بھی مرقس کی زبان کو رومی بتایا ہے۔ ۱۶۔ مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی اپنی کتاب روعیسیائیت میں رقم طراز ہیں کہ سریانی نسخہ کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ مرقس نے لاطینی زبان میں انجیل لکھی ولینس شہری میں کچھ اس کا حصہ موجود ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہی اصل انجیل مرقس ہے۔ ۱۷۔

### تاریخ تدوین:

مسیحی مؤرخین کا دوسری انجیل کے زمانہ تحریر کے بارے میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر ہورن اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ ہم کو مؤرخین کینسہ کی معرفت اناجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر متعین ہیں، جن سے کس معین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی، اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی، اور ان کی قلم بند کر ڈالا، بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا، اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کا تب سے دوسرے کا تب تک پہنچتی رہیں۔ مدت مدیر گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہو گیا۔ ۱۸۔

مزید مسٹر ہورن کہتا ہے کہ دوسری انجیل ۵۶ء اور اس کے ۶۵ء تک کسی وقت میں اور غالب یہ ہے کہ ۶۰ء یا ۶۳ء میں تالیف ہوئی۔ ۱۹

انجیل مرقس کی تدوین کے بارے میں مرشد الطالین کے مصنف کہتے ہیں کہ اس کی تدوین کی تاریخ ۶۱ء ہے۔ ۲۰

تدوین انجیل لوقا:

پہلا سوال اس کے لکھنے والے کے بارے میں ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انجیل ثالث کے لکھنے والے لوقا تھے، لیکن لوقا کی شخصیت اتنے دھندلے میں ہے کہ اس کا تعین دشوار ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک یہودی طبیب تھے اور سفر و حضر کی سرگرمیوں میں پولس کے ساتھ رہتے تھے، خود پولس کے خطوط میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، چنانچہ تیمستھیس کے نام کے خط کے دوسرے اصحاب میں کہتا ہے کہ لوقا تنہا میرے ساتھ ہے۔ اہل فلیمون نام کے خط میں کہتا ہے کہ مرقس استرخس ویماس اور لوقا میرے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ کلسیوں کے نام خط کے چوتھے، اصحاب میں کہتا ہے کہ طبیب حبیب لوقا تمہیں سلام کہتا ہے۔ ۲۱

ان نصوص سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا طبیب تھے اور انطاکیہ کے رہنے والے، لیکن ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ وہ انطاکیہ کی نہیں بلکہ رومانیہ کے رہنے والے تھے وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ لوقا کے انطاکیہ ہونے کے قائل ہیں۔ وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور لویکیوس انطاکیہ سے ان کو تشابہ ہو گیا ہے ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ لوقا رومانیہ کے رہنے والے تھے۔ اور اٹلی میں ان کی نشوونما ہوئی۔

تاریخ مسیحیت کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ وہ مصور تھے۔

ان سب باتوں کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوقا کون تھے؟ انھیں رومانیہ کا مانا جائے یا انطاکیہ کا، انھیں طبیب مانا جائے یا مصور؟ ان تمام باتوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

زبان:

انجیل لوقا کی زبان کے بارے میں تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ یونانی زبان میں تھی۔ ۲۲

تاریخ تدوین:

یہ موضوع علماء تاریخ کے لیے ایک معرکہ الآراء موضوع ہے۔ یہ جن لوگوں کے لیے لکھی گئی تھی، ان کے اور علماء نصاریٰ کے درمیان وجہ نزاع بن گئی ہے۔ ڈاکٹر پادری ابراہیم سعید مصری کہتے ہیں کہ وہ یونانیوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ انجیل متی یہودیوں کے لیے تحریر کی گئی ہے۔ اور انجیل مرقس روما والوں کے لیے معرض تحریر میں آئی۔ اور انجیل یوحنا عام کلیسا کے لیے وجود میں آئی۔ ۲۳

لیکن انجیل لوقا اس جملے سے شروع ہوتی ہے۔

’چوں کہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انھوں نے شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے، ان کو ہم تک پہنچایا، اس لیے اے معزز تھیوفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔ ۲۴

اس عبارت سے عیاں ہے کہ یہ کتاب ایک تاریخ ہے جو سنی سنائی باتوں کو ترتیب دے کر لکھی گئی ہے۔ اسکاٹ اپنی رومن تفسیر میں لکھتا ہے کہ جو لوقا نے لکھا ہے اس نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا وہ خود کہتا ہے کہ اوروں سے سنا ہوں۔

جیروم لکھتا ہے کہ اس انجیل کا بائیسواں باب اور اس کی کچھ آیات مشکوک ہیں اسی طرح شروع کے دو باب ماریون کی انجیل لوقا میں سرے سے ہے ہی نہیں۔

تھیوفلس کے بارے میں ابن بطریق لکھتا ہے کہ وہ رومی سرداروں میں سے تھا، اور کچھ لوگ اسی مصری النسل کہتے ہیں۔ اسی طرح اس کا سن تدوین بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ اس لیے کہ یہ جن

لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے، ان کا تعین نہیں ہو سکا ہے۔ ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ یہ انجیل یروشلم کی تباہی سے پہلے لکھی گئی ہے۔ اور وہ اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس کا زمانہ تحریر ۵۸ء یا ۶۰ء ہے جب پولس گرفتار ہوا تھا۔

استاذ لارون کہتے ہیں کہ لوقا، پطرس و پولس کے بعد لکھی گئی ہے۔ ۲۵

ڈاکٹر ہارون کا قول پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قدیم مؤرخین کلیسا سے انجیلوں کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ نہایت اتر ہیں جس کی وجہ سے اس کی سنیں مختلف بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ۶۳ء-۶۴ء وغیرہ۔ ۲۶

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اپنی کتاب اظہار الحق میں ڈاکٹر ہارون ہی کا قول نقل کرتے ہیں کہ 'تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی ہے۔ ۲۷

تدوین انجیل یوحنا:

یوحنا کون تھے؟ کیا یہ وہ یوحنا حواری اور شکاری کے بیٹے تھے، جنہیں سیدنا مسیح بہت عزیز رکھتے تھے؟ یا یہ کوئی دوسرے یوحنا ہیں؟ یہ سوالات سب سے پہلے ہمارے سامنے آتے ہیں، دوسری صدی مسیحی کے علماء نے اسی انجیل کی نسبت، حضرت عیسیٰ کے چہیتے یوحنا کی طرف ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ انکار ارینیوس کے سامنے ہوا تھا، جو پولیکارپ کا شاگرد تھا جو یوحنا حواری کا تلمیذ تھا، لیکن ارینیوس جو یوحنا حواری کا علمی وارث تھا، اس نے اس انکار پر خاموشی اختیار کی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نسبت کسی اور یوحنا کی طرف ہے۔ ۲۸

استاد لن کا کہنا ہے کہ پوری انجیل یوحنا مدرہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ دوسری صدی میں فرقہ الوجین اس انجیل اور یوحنا کی طرف تمام منسوب چیزوں کا منکر تھا۔ ۲۹

انسائیکلو پیڈیا میں ہے کہ:

’انجیل یوحنا کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک غیر معتبر کتاب ہے اور یوحنا ومتی کے بیانات میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس جعل ساز مصنف نے متن کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ وہی مسیح کا محبوب یوحنا ہے اور کنسیہ نے بھی اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا کہ وہی مسیح کا یوحنا ہے یہ کتاب بھی توراۃ کی بعض منسوب کتابوں سے زیادہ نہیں جن میں ان کے اور منسوب الہیم کے درمیان کوئی ربط نہیں ملتا۔

ہمیں ان لوگوں پر ترس آتا ہے، جو کسی نہ کسی طرح اس فلسفی یوحنا کو یوحنا حواری بنادینا، اور اسے دوسری صدی کا یوحنا ابن الصیاد ثابت کر دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ وہ غلط راستے پر بھٹک رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ چوتھی انجیل کا لکھنے والا کون ہے؟ لیکن اس کا جواب خود مسیحی مؤرخین کے پاس بھی نہیں؟ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کی شخصیت کے مطالعہ کی اہلیت واضح کروں، اس لیے کہ عقیدہ تثلیث، الوہیت مسیح اسی انجیل میں آیا ہے، اس سے پہلے تیوں، انجیلوں، متی، مرقس اور لوقا میں یہ عقیدہ نہیں مذکور ہوا تھا، اگرچہ بعد میں ان انجیلوں کے ترجموں میں تثلیث، الوہیت مسیح کا نظریہ داخل کر دیا گیا، جو سرتاپا اختراع اور بدعت سیئہ ہے۔ جرجس زوین لبنانی کہتا ہے کہ ”سیر بنطوس“ ایسوں اور ان دونوں گروہ یہ تبلیغ کر رہا تھا کہ مسیح انسان تھے، اور ان کا وجود ان کی والدہ مریم سے پہلے نہیں تھا، تو اسی زمانہ میں ایشیا اور دوسرے علاقوں کے اساقفہ نے ۱۹۶ء میں یوحنا کے پاس اگر مسیح کے بارے میں لکھنے کی فرمائش کی اور یہ کہ وہ ایک ایسی انجیل لکھے جو پہلے نہ لکھی گئی ہو، اور جس میں الوہیت مسیح کو خاص انداز سے لکھا گیا ہو۔

یوسف خوری کہتا ہے یوحنا نے اپنی انجیل اخیر عمر میں ایشیا اور دوسری جگہوں کے اساقفہ کے کہنے پر لکھی تھی، جس کا سبب یہ تھا کہ وہاں کی مختلف جماعتیں الوہیت مسیح کی منکر تھیں، اس لیے یوحنا سے اس عقیدہ کے اثبات اور تینوں انجیلوں پر اضافہ کے لیے کہا گیا۔ صاحب ’مرشد الطالبین‘ کا کہنا

ہے کہ اس کا مقصد مسیح کے سلسلے میں مشتبہ حکایات کا اندراج اور مسیح کی بشریت اور ان کی موت سے انکار تھا، جیسے کچھ معلموں نے مشہور کر رکھا تھا اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اگلے نصاریٰ میں اپنے رب، کفارہ دہندہ اور نجات دہندہ کے بارے میں الوہیت اور بشریت کا اعتقاد راسخ کر دیا جائے۔ ۳۰۔ مانی کنیر فرقہ کا مشہور عالم فاسس کہتا ہے کہ عہد نامہ جدید کو نہ مسیح نے لکھا اور نہ ہی کسی حواری نے بلکہ ایک مجہول شخص نے خود لکھ کر حواریوں کی طرف نسبت کر دیا تاکہ لوگ اس کا اعتبار کریں۔ ۳۱۔ تاریخ تدوین:

اس انجیل کی تدوین کے بارے میں بھی مؤرخوں میں بہت اختلاف ہے، اور یہ مصنف کی شخصیت کے مجہول ہونے کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر پوسٹ کا خیال ہے کہ وہ ۹۵ء، ۹۶ء اور ۹۸ء کے دوران لکھی گئی ہے۔ ۳۲۔

مسٹر ہورن کا کہنا ہے کہ چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۸۹ء یا ۹۸ء میں تالیف ہوئی۔ ۳۳۔ جس زوینی کا کہنا ہے کہ وہ ۹۶ء میں لکھی گئی ہے۔

صاحب مرشد الطالبین کی رائے ہے کہ انجیل یوحنا کی سن تحریر کے بارے میں مؤرخین میں اتفاق رائے نہیں، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ یروشلم کی تباہی سے پہلے ۶۵ء میں معرض تحریر میں آئی۔ اور بعض لوگوں کا قیاس ہے کہ یوحنا نے اپنی جلاوطنی سے واپسی پر اسے ۹۸ء میں لکھا تھا۔ ۳۴۔

بقیہ کتب عہد نامہ جدید:

اعمال رسول اس کا مصنف لوقا ہے اس کتاب میں بارہ باب تک پطرس حواری کے احوال کا تذکرہ ہے اس کے بعد سے پولس رسول کا احوال کا ذکر ہے اس کتاب کی حیثیت ایک تاریخی کتاب کی ہے۔ ۳۵۔

پولس کے چودہ خطوط:

یوسی بیس نے ارجن کا قول نقل کیا ہے کہ پولس کے نام یہ خطوط سب جعلی ہیں پولس نے کلیسا

کے نام پر دو چار سطر لکھا ہے ان خطوط میں دو چار لائن پولس کی ہوں گی وہی یوسی بیس اپنی تاریخ میں پولس کا چودہواں خط عبرانیوں کے نام والے اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ بعض لوگ جعلی بتاتے ہیں۔ ارتخن سے نقل کیا ہے کہ لوگوں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وہ کلمنٹ کا لکھا ہوا ہے جو روم کا پوپ تھا بعض لوگ ا کا لکھا ہوا بتلاتے ہیں اور ترتولین کا قول ہے کہ یہ برنابا کا لکھا ہوا ہے۔ ارنیس ۸۷۸م اور ہب لولی کس ۲۳۰م اور فوتیس ۳۱۵م یہ تینوں اس کو جعلی کہتے ہیں۔

راجرس بھی عبرانیوں کی نام والے خط کو کتب مقدسہ کی فہرست سے خارج کرتا ہے۔ نیقیہ کی کونسل نے بھی اس کو مشکوک قرار دے کر خارج کر دیا تھا موجودہ دور کے محققین اس کے خطوط میں اول تین خطوط کے صحت کے قائل ہیں۔ اس کے بعد چار خطوط کو جعلی کہتے ہیں اور باقی کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔ ۳۶

**یعقوب کا خط:**

یہ یعقوب بن الفی ہیں یعقوب کبیر سے ممتاز کرنے کے لیے ان کو صغیر سے ملقب کیا جاتا ہے یہ حواری اور مسیح کے عزیز اور رشتہ دار ہیں مسیحی تاریخ میں یروشلم کی کلیسا کے پہلے پوپ ہیں انھیں کی صدارت میں پہلی کونسل یروشلم میں منعقد ہوئی تھی اور انھیں کی تجویز پر غیر قوم عیسائیوں کے لیے ختنہ کو غیر لازم قرار دیا گیا تھا اسی طرح ان کے لیے صرف تین چیزیں حرام کی گئیں۔

یعقوب کی خطوط کو نیقیہ کی کونسل نے مشکوک قرار دیا اور آج تک سریانی بائبل میں اس کو داخل نہیں کیا گیا ہے۔ راجرس بھی اس کی نسبت کو جعلی بتاتا ہے۔ یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں بہت سے متقدمین علماء عیسائی کا قول نقل کیا ہے جو اس کو جعلی کہتے ہیں۔ ۳۷

### پطرس کے دو خط:

پطرس لقب شمعون نام ماہی گیری کا پیشہ پطرس یہ لقب حضرت مسیح کا دیا ہوا ہے انھوں نے ان کو کیفا کہا اور کیفا کے معنی پتھر اور چٹان کے ہیں اس کو یونانی زبان میں پطرس کہتے ہیں۔ یہ رئیس الحواری کہلائے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت میں ان کی سعی کو بڑا دخل ہے۔ روم میں ایک کلیسا قائم کیا خود



ہی اس کے سربراہ رہے اسی لیے رومی کلیسا اپنے آپ کو پطرس کا خلیفہ کہتا ہے۔ نیروں بادشاہ کے زمانہ میں ۶۷ء میں روم میں شہید ہوئے۔

پطرس کا دوسرا خط اس کو نیقیہ کی کونسل نے مشکوک قرار دیا۔ سریانی بائبل میں اس خط کو کتاب مقدس میں جگہ نہیں ملی بلسن اس کو جعلی خط کہتا ہے۔ یوسی بیس اپنی تاریخ میں تحریر کرتا ہے کہ دوسرا خط کتب مقدسہ کی فہرست میں نہیں شمار ہوتا ہے مگر لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔ ۳۸۔  
یوحنا کے تین خط:

نیقیہ کی کونسل نے صرف پہلے خط کو تسلیم کیا بقیہ دونوں کو رد کر دیا اسی لیے سریانی بائبل میں صرف پہلا خط جگہ پاسکا بقیہ دونوں کو اس میں جگہ نہ ملی۔ راجرس بھی ان دونوں خطوط کو جعلی کہتا ہے۔ اسی طرح بلس کی بھی یہی رائے ہے۔ ۳۹۔  
یہوداہ کا خط:

یہوداہ یعقوب الصغیر کے بھائی مسیح کی رشتہ دار ہیں ان کو تہی بھی کہا جاتا ہے یہ حواری ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے عراق تک گئے اور وہیں شہید ہو گئے نیقیہ کی کونسل نے اس کو یعقوب کا خط تسلیم نہیں کیا۔ یوسی بیس اپنی تاریخ میں اس خط کو جعلی بتاتا ہے بائبل کی تاریخ میں کورنیس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ خط اسی یعقوب کا ہے جو یروشلم کی کونسل کا پندرہواں پوپ تھا اور قیصر ہڈریان کے زمانہ میں مارا گیا۔ ۴۰۔

مشاہدات یوحنا:

نیقیہ کی کونسل نے اس کو مشکوک قرار دیا۔ یوسی بیس اپنی تاریخ میں نقل کرتا ہے کہ بہت سے متقدمین عیسائی علماء اس کو کتب مقدسہ کی فہرست سے خارج کرتے ہیں اور سرنتھس ملحد نے انجیل یوحنا اور مشاہدات یوحنا کو یوحنا کی طرف منسوب کر کے شہرت دی سریانی بائبل میں اس کو کتب مقدسہ میں جگہ نہیں ملی۔ ۴۱۔

## (حواشی)

- ۱۔ مسیحیت تالیف، متولی یوسف چلپی، (اردو ترجمہ مولوی شمس تبریز خاں) اشاعت، ۱۹۷۶ء، ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، ص: ۴۷
- ۲۔ رد عیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۲۵
- ۳۔ مسیحیت، ص: ۴۸
- ۴۔ انجیل متی، باب: ۱۳ تا ۱۹
- ۵۔ رد عیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۲۵
- ۶۔ مسیحیت، ص: ۴۸
- ۷۔ انجیل متی، باب: ۱۰، آیت: ۶۵
- ۸۔ مسیحیت، ص: ۴۸
- ۹۔ مسیحیت، ص: ۴۸ تا ۴۹
- ۱۰۔ اظہار الحق، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک) مولانا اکبر علی صاحب، ناشر، حافظ بک ڈپو، دیوبند، ج: ۱، ص: ۳۵۷
- ۱۱۔ مسیحیت، ص: ۵۰
- ۱۲۔ مسیحیت، ص: ۵۰، رد عیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۲
- ۱۳۔ مسیحیت، ص: ۵۰ تا ۵۲
- ۱۴۔ مسیحیت، ص: ۵۲
- ۱۵۔ رد عیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۲
- ۱۶۔ رد عیسائیت، حصہ: ۲، ص: ۳۲-۳۳
- ۱۷۔ بائبل سے قرآن تک، ج: ۱، ص: ۳۶۲
- ۱۸۔ بائبل سے قرآن تک، ج: ۱، ص: ۳۶۳

۱۹	مسیحیت، ص: ۵۲
۲۰	مسیحیت، ص: ۵۳
۲۱	مسیحیت، ص: ۵۴
۲۲	مسیحیت، ص: ۵۴
۲۳	لوقا کی انجیل، باب: ۱، آیت: ۴-۱
۲۴	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۴
۲۵	مسیحیت، ص: ۵۵
۲۶	بائبل سے قرآن تک، ج: ۱، ص: ۳۶۳
۲۷	مسیحیت، ص: ۵۶
۲۸	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۷
۲۹	مسیحیت، ص: ۵۶
۳۰	مسیحیت، ص: ۵۶ تا ۵۷
۳۱	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۷
۳۲	مسیحیت، ص: ۵۸، عیسائیت کیا ہے، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی، ص: ۱۰۹
۳۳	بائبل سے قرآن تک، ج: ۱، ص: ۳۶۳
۳۴	مسیحیت، ص: ۵۸، قرآن مجید اور انجیل مقدس، مولانا محمد عثمان فارقلیط، اشاعت، ۱۹۷۲ء، ناشر: الجمعية
	بک ڈپو، دہلی، ص: ۱۱
۳۵	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۷-۳۸
۳۶	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۸
۳۷	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۸ تا ۳۹
۳۸	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۹
۳۹	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۹
۴۰	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۹
۴۱	ردعیسائیت، حصہ: ۴، ص: ۳۹

## بَاب چہارم

قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی ترتیب

## قرآن کریم کی ترتیب

جیسا کہ باب گزشتہ میں ذکر ہوا ہے کہ: تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا اور تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوین ثانی میں ہر سورہ کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئیں، اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے۔ مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر نہ آسکی اسی لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو اور جو قرآن الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے اسے ایک مصحف کی شکل دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کر دی جائے۔

چنانچہ یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و توقیف سے ہوئی۔ یا اجتہاد صحابہ سے؟ یہ بحث دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

(۱) ترتیب آیات۔ (۲) ترتیب سور

### (۱) ترتیب آیات:

بے شمار نصوص اور اجماع امت سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور وحی الہی پھر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تمام آیات کی تدوین ہوئی ہے۔

اس اجماع اور ان مترادف نصوص کا بیان جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب بلاشبہ توقیفی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق) ہے۔

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کو

مختلف ٹکڑوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں:

’اس حدیث سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ متفرق نازل ہونے والی آیتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء سے ترتیب وار ان کی صورتوں میں جمع کرنا مراد ہو۔‘

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی داؤد، ابن الانباری، ابو عبیدہ، نحاس، ابن حبان، ابونعیم، ابن مردویہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روای ہیں۔

میں نے حضرت عثمان سے عرض کیا آپ نے سورہ انفال اور سورہ براءت کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھ کر دونوں کو متصل کیوں کر دیا؟ حالاں کہ ’انفال‘ ’مثنیٰ‘ سے اور براءت ’میین‘ سے ہے۔ اور پھر انہیں ’سبع طوال‘ میں کیوں شامل کر دیا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتیں۔ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا تب وحی کو بلا کر حکم فرماتے کہ یہ آیات اس سورہ میں لکھ لو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے۔ اور سورہ انفال مدینہ میں ابتداءً نازل شدہ سورتوں میں سے تھی اور سورہ براءت نزول میں قرآن کی آخری سورت تھی اور مضمون دونوں سورتوں کا ملتا جلتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضور نے ہم سے بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ اسی سے ہے۔ اب میں نے مضمون کی یکسانی سے یہی سمجھا کہ سورہ براءت سورہ انفال ہی سے ہے اس لیے میں نے دونوں کو متصل کر دیا اور درمیان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور اسے میں نے سات لمبی سورتوں میں رکھا۔۲

نوٹ: سبع طوال: سات لمبی سورتیں جن میں پہلی بقرہ اور آخری براءت ہے۔

میین: طوال کے بعد کی سورتیں کیوں کہ وہ تقریباً سو آیات پر مشتمل ہیں۔

مثنیٰ: تین کے بعد کی سورتیں جو تعداد آیات میں میئن کے قریب اور ان کی ثانی ہیں۔۳

زرکشی نے کتاب البرہان میں اور ابو جعفر بن زبیر نے اپنی کتاب مناسبات میں اس اجماع کی

صراحت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

’آیتوں کی ترتیب اپنی اپنی سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیف (ہدایت اور امر) کے مطابق ہوئی ہے اور اس کے اندر مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

احمد نے سند حسن کے ساتھ عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں یکا یک آپ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور پھر نظر جھکانے کے بعد فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور حکم دے گئے کہ میں اس آیت کو اس سورہ کی اس جگہ رکھوں۔ ان اللہ یا امر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی الآیۃ۔

بخاری نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً اس آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ اس لیے تم اس کو نہ لکھو یا اس کو چھوڑ دو عثمان نے جواب دیا اے برادر زادہ! میں قرآن کے کسی شے کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹاؤں گا۔ ۵۔

ابن ابی داؤد نے ابو عالیہ کے طریق پر ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے قرآن جمع کیا اور جب وہ سورہ براءۃ کی آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قل ربهم بانهم قوم لا یفقیہون پر پہنچے تو خیال کیا کہ یہ آخر میں نازل ہوئی ہے اسی وقت الی نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد بھی مجھے دو آیتیں پڑھائی ہیں۔ لقد جاءکم رسول تا آخر سورہ۔ علامہ مکی اور دیگر علماء کا قول ہے کہ سورتوں میں آیتوں کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے ہوئی ہے۔ اور آپ نے آغاز سورہ براءۃ میں اس بات کا حکم نہیں دیا۔ لہذا وہ بلا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے چھوڑ دی گئی۔

قاضی ابوبکر نے کتاب الانصار میں لکھا ہے ’آیتوں کی ترتیب ایک وجہی امر اور لازمی حکم ہے کیوں کہ جبریل ہی اس بات کو کہہ دیا کرتے تھے کہ فلاں آیت فلاں جگہ پر رکھو۔ اور قاضی ابوبکر ہی کا قول ہے کہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ تمام قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے لکھے

جانے کا حکم دیا، اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اور نہ اس کے نزول کے بعد اس کی تلاوت کو رفع کیا۔ وہ یہی قرآن ہے جو مابین الدفتین پایا جاتا ہے۔ اور جس کو مصحف عثمانی حاوی ہے۔ اس قرآن میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ کسی طرح کی زیادتی۔ اس کا نظام و ترتیب اسی انداز پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی ترتیب فرمائی ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورتوں کی آیتوں کے یکے بعد دیگرے رکھ کر ترتیب دیا۔ نہ اس میں سے کسی پچھلی آیت کو آگے کیا اور نہ آگے کی آیت کو پیچھے کیا۔ پھر امت نے ہر ایک سورہ کی آیتوں کی ترتیب ان کی جگہوں اور موقعوں کو اسی طریقہ پر ضبط کیا اور برقرار رکھا جس طرح انہی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے خاص قراءتوں کو اور نفس تلاوت کو سیکھا تھا اور ممکن ہے کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کردی ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ کام خود نہ کیا ہو بلکہ اپنے بعد امت کے لیے ترک کر دیا ہو۔

مزید قاضی ابوبکر نے کہا 'اور یہ دوسری شق زیادہ قریب الفہم ہے'۔

ابن وہب سے مروی ہے کہ میں نے مالک کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قرآن کی تالیف اسی انداز پر کی گئی ہے جس انداز پر صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے تھے۔

اور بغوی اپنی کتاب شرح السنہ میں لکھتے ہیں کہ: "صحابہ رضی اللہ عنہم اسی قرآن کو بین الدفتین جمع کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا اور صحابہ نے اس میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں کی۔ پھر ان کے قرآن کو جمع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قرآن کے حافظوں کی موت سے اس کے کسی حصہ کو ضائع ہو جانے سے ڈرتے تھے اس واسطے انھوں نے جس طرح پر قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اسی انداز پر بلا کسی تقدیم و تاخیر کے اس کو لکھ لیا۔ یہاں تک کہ اس کی ترتیب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہوئی ترتیب کے علاوہ اپنی رائے کو ہرگز داخل نہیں کیا۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو قرآن کے نازل شدہ حصوں کی تلقین اسی ترتیب پر فرمائی تھی جو آج مصحفوں میں پائی جاتی ہے اور آپ کو اس ترتیب پر جبرئیل نے واقف کیا تھا جو ہر



آیت کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد لکھی جائے گی۔

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ صحابہ نے صرف قرآن کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی نہ کہ اسے ترتیب دینے کی۔ اس واسطے کہ بلاشبہ قرآن اسی ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان دنیا پر نازل فرمایا پھر اسے بوقت ضرورت تفریق کے ساتھ نازل فرماتا رہا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تلاوت کی ترتیب نزول کی ترتیب کے علاوہ ہے۔

ابن الحصار کا قول ہے کہ سورتوں کی ترتیب اور آیتوں کا ان کی جگہوں میں رکھنا محض وحی کے ذریعہ سے عمل میں آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرمادیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ رکھو۔ اور اس ترتیب کا یقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی نسبت متواتر نقل سے حاصل ہوا ہے۔ اور اس بات سے بھی کہ صحابہ کا اسے مصحف میں اسی طرح رکھنے پر اجماع ہے۔ ۱۔

**سورتوں کی ترتیب:**

سورتوں کی ترتیب کا بیان جس میں یہ ثبات کیا گیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا صحابہ نے اپنے اجتہاد سے یہ ترتیب قائم کی ہے سورتوں کی ترتیب کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا خیال یہ ہے کہ موجودہ ترتیب صحابہ کے اجتہاد کا نتیجہ ہے ان لوگوں میں مالک اور قاضی ابوبکر بھی (اپنے دو قولوں میں سے ایک قول کی وجہ سے) شامل ہیں۔

ابن فارس کا قول ہے کہ قرآن کی جمع کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم سورتوں کی ترتیب ہے۔ مثلاً سات بڑی سورتوں کا مقدم کرنا اور ان کے بعد میئن سورتوں کو رکھنا۔ تو اس قسم کی ترتیب صحابہ نے ہی کی ہے۔ مگر دوسری قسم کی ترتیب یعنی آیتوں کا سورتوں میں مرتب کرنا یہ ترتیب توقیفی ہے اور اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ پر انجام دیا ہے جس طرح جبریل نے آپ کو منجانب اللہ بتایا تھا۔

اور جن امور سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے منجملہ ان کا ایک امر یہ ہے کہ سلف کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کا اختلاف تھا۔

سلف صالحین میں سے بعض صحابہ ایسے تھے جنہوں نے اپنے مصحف کو نزول کی ترتیب پر مرتب کیا تھا اور یہ علی کا مصحف تھا جس کے اول میں سورۃ اقرآ تھی پھر المدثر، تبت اور تکویر یکے بعد دیگرے یونہی مکی اور مدنی سورتوں کے آخر تک ترتیب دی گئی تھی۔ اور ابن مسعود کے مصحف میں سب سے پہلے سورہ بقرہ تھی پھر سورہ نساء اور اس کے بعد سورہ آل عمران نہایت سخت اختلاف کے ساتھ اور اسی طرح پر اور دیگر صحابہ کے مصاحف تھے۔

ابن رشتہ نے اپنی کتاب المصاحف میں اسماعیل بن عباس کے طریق پر بواسطہ حبان بن یحییٰ ابی محمد القرشی سے روایت کی ہے کہ عثمان نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ بڑی سورتوں کو یکے بعد دیگرے رکھو۔ اس لیے سورہ انفال اور سورہ توبہ کو سات بڑی سورتوں میں شامل کیا گیا۔ الانفال اور التوبہ کے مابین بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ فصل نہیں کیا گیا۔

اور بہت سے علمائے سورتوں کی ترتیب توقیفی کو مانا ہے۔ جن میں قاضی کو بھی ان کے ایک قول کی بنا پر شامل کیا جاسکتا ہے۔

ابوبکر الانبار نے کہا ہے کہ ”اللہ پاک نے قرآن کو تمام تر آسمان دنیا پر نازل کرنے کے بعد پھر اسے بیس برس سے بھی زیادہ مدت میں متفرق طور سے (زمین پر) نازل فرمایا۔ چنانچہ سورت کا نزول کسی نئی بات کے پیش آنے پر اور آیت کا نزول کسی دریافت کرنے والے کے جواب میں ہوتا تھا۔ اور جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت اور سورۃ کے موضوع سے آگاہ کر دیتے تھے اس لیے سورتوں کا اتساق اور ترتیب بھی آیتوں اور حروف کے اتساق و ترتیب کی طرح سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ لہذا جو شخص کسی سورۃ کو مقدم یا مؤخر کرے گا وہ گویا نظم قرآن میں خلل ڈالے گا۔“

کرمانی نے اپنی کتاب البرہان میں بیان کیا ہے کہ سورتوں کی یہ ترتیب اسی طرح اللہ تعالیٰ

کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی ہے اور اسی ترتیب پر ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس جمع شدہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور اپنے سال وفات میں آپ نے جبریل سے قرآن کے دو دور فرمائے اور نزول میں سب سے پچھلی آیت وتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ تھی۔ اس کی بابت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ اسے آیت ربوا آیت دین دونوں کے بیچ میں رکھئے۔

طبی کا قول ہے کہ قرآن سب سے پہلے لوح محفوظ سے ایک ہی مرتبہ مکمل آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔ اور پھر وہ ضرورتوں کے مطابق اترتا رہا۔ اور آخر میں وہ مصاحف کے اندر اسی ترتیب و نظام کے ساتھ ثبت کیا گیا۔ جیسا کہ لوح محفوظ میں ثبت ہے۔

زرکشی نے کتاب البرہان میں لکھا ہے کہ فریقین کا اختلاف محض لفظی ہے دوسری شق کا قائل بھی یہی کہتا ہے کہ صحابہ چوں کہ اسباب نزول اور کلمات قرآن کے مواقع کا علم رکھتے تھے اس لیے ان کو اس ترتیب کا رمز معلوم ہو گیا تھا۔

چنانچہ مالک کا قول ہے کہ صحابہ نے قرآن کی ترتیب محض اسی انداز پر کی ہے جیسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے آئے تھے۔ مگر مالک نے چوں کہ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ ہی کے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ ۱

تاریخ القرآن میں مستند احادیث کے حوالوں کے بعد قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے متعلق درج ذیل عبارت سے مزید وضاحت ہو جائے گی۔

”الغرض بانی اسلام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے سورتوں کی آیات میں اور سورتوں میں جو ترتیب قائم کی اور ہزاروں صحابہ نے آپ سے جس ترتیب سے سنا اور آپ نے پڑھایا یا لکھایا اسی ترتیب سے صحابہ نے یاد کیا اور لکھا، اور ان کے بعد تابعین نے بھی صحابہ سے جو ترتیب سنی یا لکھی وہ وہی ترتیب تھی جو بانی اسلام کے مبارک عہد میں قائم ہو چکی تھی اور نسلاً بعد نسل اسی طرح سے اس وقت تک

محفوظ ہے۔ ۹۔

بیہقی نے کتاب المدخل میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی یہ ترتیب قائم ہو چکی تھی۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کی بنا پر انفال اور براء ؓ کی سورتیں اسی ترتیب سے مستثنیٰ تھیں۔ اور اس کے ماسوائے سورتوں کی ترتیب کے لیے بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے امت کے لیے چھوڑ دیا گیا ہوتا کہ وہ آپ کے بعد خدمت انجام دے۔ ۱۰۔ اور اس کے ماسوائے سورتوں کی ترتیب کے لیے بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسے امت کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو۔ تاکہ وہ آپ کے بعد یہ خدمت انجام دے۔

قاضی ابو محمد بن عطیہ لکھتے ہیں:

”بہت سی سورتوں کی ترتیب عہد رسالت میں معلوم تھی مثلاً سبع طوال (سات طویل سورتیں جو قرآن کے شروع میں ہیں) اور حوامیم اور مفصل سورتیں۔ ۱۱۔ ابو جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ:

”ابن عطیہ نے جن سورتوں کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی ترتیب عہد رسالت میں معروف تھی، آثار و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سورتوں کی تعداد ابن عطیہ کی بیان کردہ سورتوں سے زیادہ ہے۔ بہت کم سورتیں ایسی ہیں جن میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

سعید بن خالد کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات طویل سورتوں کو ایک ہی رکعت میں پڑھا۔ اسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفصل کو ایک ہی رکعت میں جمع فرمالیا کرتے تھے۔ ۱۲۔

بخاری ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا بنی اسرائیل، کہف، مرہم، طہ اور انبیاء کی سورتیں عقاق الاول سے ہیں اور یہ ایسی سورتیں ہیں جن کو میں نے بہت زمانہ پہلے اخذ کیا ہے چنانچہ اس قول میں ابن مسعود نے ان سورتوں کا ذکر اسی ترتیب کے ساتھ کیا ہے جس ترتیب سے یہ

سورتیں مصحف میں درج ہیں۔

صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے بستر پر آرام کرنے کے لیے جاتے تھے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر کے ان میں پھونک مارتے اور پھر قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

ابو جعفر النحاس کا بیان ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ اس ترتیب پر سورتوں کی تالیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔ جس پر واثلہ کی حدیث اعطیت مکان التوراة السبع الطوال (کہ توراة کی جگہ مجھے سبع طوال دی گئی ہیں) دلالت کرتی ہے۔ لہذا یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ قرآن کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ماخوذ اور انہی کے وقت سے چلی آرہی ہے اور مصحف میں قرآن اسی ایک ہی طریقہ پر جمع کیا ہے کیوں کہ یہ حدیث تالیف قرآن کی بابت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پیش کرتی ہے۔

ابن الحصار کا قول ہے کہ سورتوں اور آیتوں کا ان کی جگہوں پر رکھنا صرف وحی کے ذریعہ سے انجام پایا تھا۔ ۱۳

ابن حجر کا قول ہے کہ یہ بات کچھ غیر ممکن نہیں کہ بعض یا بیشتر سورتوں کی باہمی ترتیب توقیفی ہو کیوں کہ سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر جن امور سے استدلال کیا جاتا ہے منجملہ ان کی ایک وہ حدیث بھی ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے بواسطہ اوس بن ابی حذیفہ الثقفی سے روایت کیا ہے۔ حذیفہ نے کہا ہے کہ میں اس وفد کے لوگوں میں شامل تھا جو قبیلہ ثقیف میں سے قبول اسلام کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ تا آخر حدیث اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا مجھ پر قرآن کا ایک حزب (منزل) طاری ہو گیا تھا (یعنی قرآن کی ایک منزل پڑھنا معمول بن گیا تھا) چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ جب تک اسے تمام نہ کر لوں اس وقت تک باہر نہ نکلوں۔ لہذا ہم لوگوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تم لوگ قرآن کی منزلیں کس طرح پر

کرتے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا: ہم قرآن کی منزلیں تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ سورتوں کی کیا کرتے ہیں اور آخری منزل مفصل سورہ ق سے کرتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کو ختم کر دیتے ہیں۔ ۲۱۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھ کو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین مفصل میں اور دو سورہ حج میں ہیں۔ ۱۴۔

اس حدیث سے بھی ترتیب آیات و سورت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں تین مفصل میں دو سورہ حج میں ہیں۔

ابن حجر کا قول ہے کہ یہ حدیث اس لیے صاف بتا رہی ہے چوں کہ آج مصحف میں جس انداز سے سورتوں کی ترتیب پائی جاتی ہے۔ یہی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی تھی۔ نیز لکھا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس زمانہ میں صرف مفصل کی منزل مرتب ہو۔ باقی سورتوں کی نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الاتقان میں اس پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر جو باتیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ تم سے شروع ہونے والی سورتیں یکے بعد دیگرے یکجا مرتب کی گئی ہیں۔ اور یہی صورت طس سے آغاز ہونے والی سورتوں کی بھی ہے۔ مگر مسبحات (سبحت سے آغاز ہونے والی سورتیں) کی ترتیب پے درپے نہیں رکھی گئی ہے اور طسم الشعراء اور طسم القصص کے مابین سورہ طس کے ذریعہ سے باوجود اس کے کہ وہ ان دونوں سے بہت بہت چھوٹی ہے تفریق کی گئی ہے۔ لہذا اگر سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہوتی تو مسبحات کو پے درپے یکجا کر کے رکھا جاتا اور سورہ طس کو سورۃ القصص سے مؤخر کر دیا جاتا۔

مزید علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جو بات اس بارے میں سب سے زیادہ دل کو لگتی ہے وہ یہی ہے کہ قول ہے یعنی یہ کہ براءة اور انفال کے سوا باقی جملہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ ۱۵۔

۱. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۰۸-۲۰۷
۲. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۱۵، مسند احمد، ج: ۱، ص: ۳۳۳-۳۳۲، طبع دار الحديث القاہرہ، علوم القرآن، صحیح  
صالح، ص: ۱۰۵،
۳. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۴
۴. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۱۵
۵. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ بقرہ، بحوالہ: تحقیقات اسلامی، ص: ۵۰
۶. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۱۱۹ تا ۲۲۰
۷. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۰ تا ۲۲۱
۸. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۱
۹. ضیاء النبی، ج: ۶، ص: ۵۷۵، تاریخ القرآن، مفتی عبداللطیف رحمانی، ص: ۹۸،
۱۰. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۲-۲۲۱
۱۱. البرہان، ج: ۱، ص: ۲۵۷، علوم القرآن، ڈاکٹر صحیحی صالح
۱۲. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۲
۱۳. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۳
۱۴. تاریخ القرآن، عبدالصمد صارم، ص: ۴۲
۱۵. الاقنانه، ج: ۱، ص: ۲۲۳

## عہد نامہ جدید کی ترتیب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صحیفہ ربانی (انجیل) اپنے حواریوں کو دے کر گئے تھے تاریخ اس کے متعلق بالکل ساکت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف براری کے بعد، چوں کہ عام عقیدہ کے مطابق، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے منتظر تھے۔ اس لیے انجیل کی ترتیب و تدوین کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریجیمین اینڈ اتھک میں ہے کہ:

"The most great founders of religion, Jesus left nothing written behind him, nor did he give his disciples any commission to write." ۲

اناجیل:

بعد میں جب عیسائی کلیسا، یہودی اور غیر یہودی عناصر کی کشمکش کی رزم گاہ بن گیا تو ان مختلف خیال فرقوں نے اپنی اپنی انجیلیں مرتب کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تحقیق کی رو سے اس زمانہ میں قریب (۳۴) انجیلوں کا پتہ چلتا ہے یہ اناجیل درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات تھیں، جنہیں ان روایات کی رو سے مرتب کیا گیا تھا جو اس زمانہ میں عام طور پر رائج تھیں۔ ۳

سپنگر لکھتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کے دوست اور شاگرد بوڑھے ہو گئے اور یروشلم میں اس جماعت کا صدر آپ کا بھائی تھا تو انہوں نے ان قصص و روایات کو جو عام طور پر زبان زد خلایق تھیں، یکجا مرتب کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری مرتب کی۔ یہی انجیل ہے۔ ۴

عماد الحسن آزاد فاروقی اپنی کتاب دنیا کے بڑے مذاہب میں نقل کرتے ہیں کہ عیسائیت کی



اولین مقدس تحریریں جو عہد نامہ جدید کے مجموعہ میں شامل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جاننے کے لیے ہمارا واحد بنیادی ماخذ ہیں اس مجموعہ میں چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہبی نقطہ نظر سے لکھی گئی سوانح ہیں۔ ۵۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی زبان آرامی تھی لیکن حیرت ہے کہ ان ۳۴ اناجیل میں سے (سوائے ایک کے جو اب مفقود ہے) کوئی بھی آرامی زبان میں نہ تھی سب کی سب یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان خطوط کی تھی جو حواریوں کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔ ان کی تعداد قریب ۱۱۳ تک شمار ہوتی تھی۔ نیقیہ کی مشہور کونسل (منعقدہ ۳۲۵ء) میں یہ تمام لٹریچر سامنے رکھا گیا اور ان سے چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) رسولوں کے اعمال، پولس، یعقوب، پطرس یوحنا اور یہودا کے خطوط اور مکاشفات یوحنا منتخب کر لیے گئے اور باقی اناجیل اور خطوط کو وضعی (ابو کریمہ) قرار دے دیا گیا۔ ۶۔ جو کچھ منتخب کیا گیا، اسے عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے۔ دنیا بھر عیسائیت میں یہ مقدس آسمانی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ چاروں اناجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے مرتب کیا۔ رسولوں کے اعمال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ خطوط وہ ہیں جو مختلف کلیساؤں اور دوسرے لوگوں کے نام تبلیغی طور پر لکھے گئے اور مکاشفات یوحنا حواری کے مکاشفہ پر مشتمل ہے۔

### انتخاب:

نیقیہ کی کونسل میں ان کتابوں کا انتخاب بھی عجیب و غریب طریقے سے عمل میں آیا۔ یہ کونسل شہنشاہ قسطنطین کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ اس میں سلطنت روما کے اطراف و جوانب سے دو ہزار اڑتالیس (۲۸) مندوبین شامل ہوئے۔ قسطنطین نے خود اس کی صدارت کی۔ اس کونسل کے انعقاد سے مقصد یہ تھا کہ کلیسا کے مختلف فرقوں میں جو اختلاف پیدا ہو چکے ہیں ان میں باہمی تطبیق و توفیق کی صورت پیدا کر کے ایک متفقہ علیہ مذہب کی تشکیل ہو جائے۔ کونسل کی بحث و جدل نے ایسی شدت

اختیار کی کہ ۷۳۰ مندوبین کو باہر نکال دینا پڑا۔ بقایا ۳۱۸ بھی کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچ سکے کہ مختلف فرقوں کی اناجیل میں سے کسے باقی رکھا جائے اور کسے مسترد کر دیا جائے۔ بالآخر انھوں نے ایک رات تمام کتابوں کو فرش پر بکھیر دیا۔ صبح آ کر دیکھا تو کچھ کتابیں اور خطوط میز کے اوپر رکھے تھے۔ جو کتابیں اور خطوط میز کے اوپر رکھے تھے ان صحیفوں کو مقدس سمجھ کر منتخب کر لیا گیا اور باقی کتابوں کو مسترد کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کونسل کی روئداد مذکور ہے کہ: ”جو کچھ ان تین سو پادریوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کر لیا، اسے خداوند کی خوشنودی سمجھ لینا چاہیے۔ بالخصوص اس لیے کہ ان قابل ہستیوں کے دل میں روح القدس سمارہا تھا۔ جس نے انھیں خداوند کی مرضی کی طرف راہنمائی کر دی۔“

یہ ہے عہد نامہ جدید کی مقدس آسمانی کتابوں کے انتخاب کی داستان۔

### متی کی انجیل:

ان کتابوں میں عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق متی کی انجیل سب سے قدیم ہے۔ لیکن اس کے متعلق نہ تو یہی متعین ہو سکا ہے کہ اس کا مؤلف کون ہے۔ اور نہ ہی یہ کہ کس سنہ میں مرتب ہوئی۔ دور حاضر کی تحقیق کا رجحان اس طرف ہے کہ جس حصہ کا مؤلف حواری متی تھا۔ وہ حصہ اسی زمانہ میں شائع ہو گیا تھا۔ اب جو کچھ باقی ہے اس کے مؤلف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ عہد تالیف کے متعلق عام طور پر خیال ہے کہ یہ ۶۱ء اور ۶۵ء کے درمیان مرتب ہوئی۔

پروفیسر ہارنگ کے نزدیک اس کا زمانہ تالیف ۸۰ء اور ۱۰۰ء کے درمیان ہے۔ بہر حال زمانہ تالیف ۶۱ء ہو یا ۱۰۰ء تاریخ کے صفحات میں اس انجیل کا نشان ۱۷۳ء سے قبل نہیں ملتا۔ یہ انجیل یونانی زبان میں لکھی گئی تھی اور محققین کا خیال ہے کہ اس کا عبرانی ترجمہ، جیروم نے ۴۰۰ء میں کیا تھا۔ (اگرچہ اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے ترجمہ نہیں کیا بلکہ اسے کہیں سے خود عبرانی نسخہ مل گیا تھا۔) ۸

### مرقس کی انجیل:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سب سے قدیمی انجیل، متی کی نہیں بلکہ مرقس کی ہے جس کا ذکر

سب سے پہلے یوسی بس نے اپنی تاریخ کلیسا میں، چوتھی صدی میں کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مرقس نے (جو یہودی الناصل تھا) ۶۴ء میں اسے مرتب کیا تھا۔ ۹

### لوقا کی انجیل:

تیسری انجیل لوقا کی ہے یہ غیر یہودی مؤرخ تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے پہلی صدی کے آخر میں اس انجیل کو مرتب کیا۔ ۱۰

### یوحنا کی انجیل:

چوتھی انجیل یوحنا کی ہے۔ اگرچہ اسے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری یوحنا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن جدید تحقیق یہ ہے کہ اس کا مؤلف ایک اور یوحنا تھا جو ایشیائے کوچک کا رہنے والا تھا۔ اس نے پہلی صدی کے آخر میں اس انجیل کو مرتب کیا۔ اس انجیل میں فلسفہ یونان کی پوری پوری چاشنی موجود ہے۔ ۱۱

ان اناجیل کے متعلق موسیورینان کی تحقیق اور رائے ہر صاحب نظر کے لیے قابل غور ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضرت مسیح کی تشریف آوری کے بعد لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے اس لیے انھوں نے مستقبل کے لیے کتابیں تصنیف کرنے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس کے لیے فقط اتنا ہی کافی تھا کہ جس شخصیت کے متعلق انھیں انتظار تھا وہ اسے بادلوں کے اندر دوبارہ دکھیں گے اس تصور کو اپنے آئینہ قلب میں آویزاں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ ابتدائی ڈیڑھ سو سال میں اناجیل کو کوئی مستند حیثیت حاصل نہ تھی، ان میں اضافے کرنے یا مختلف انداز سے ترتیب دینے، یا ایک کی تکمیل دوسرے سے کرنے میں کوئی باک اور تامل نہ تھا۔

دوسری جگہ مذکور ہے کہ ابتداءً اناجیل کی حیثیت بالکل انفرادی تھی اور سند کے اعتبار سے ان کا درجہ روایت سے بھی بہت کم تھا۔ اور یوحنا کی انجیل کے بارے میں یہ مؤرخ لکھتا ہے کہ میں کبھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ چوتھی انجیل تمام کی تمام گلیپی کے ماہی گیر کے قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ اس میں اکثر اضافے بعد کے ہیں۔ ۱۲۔

سینٹ پال کا سابقہ ڈین ڈاکٹر W.R. Inge اپنی کتاب The Fall of the Idols میں لکھتا ہے کہ ”بہت کم علماء ایسے ہوں گے جو اس بات میں اختلاف کرتے ہوں کہ انجیل چہارم (انیل یوحنا) ایشیائے کوچک کے کسی گمنام تصوف پسند نے ۹۵ء اور ۱۲۵ء کے درمیان لکھی تھی۔ ۱۳۔

متی اور یوحنا کے بیانات کا ذکر کرنے کے بعد موسیور نیان لکھتا ہے ہے اگر مسیح نے ویسے ہی باتیں کی تھیں جیسے متی نے لکھا ہے تو یقیناً وہ (مسیح) یوحنا کے مطابق باتیں نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی متی اور یوحنا کے اسلوب و انداز میں اس قدر بین فرق ہے کہ ایک ہی شخص ایسے متضاد انداز میں باتیں کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۴۔

لوقا کے متعلق موسیور نیان کا بیان ہے کہ ”انجیل کی تاریخی حیثیت بہت کمزور ہے۔ یہ صحیفہ ہم تک دوسرے ہاتھوں سے پہنچا ہے۔ اس میں کئی فقرے موڑے توڑے ہوئے اور مبالغہ آمیز ہیں۔ اسے تو (یروشلم کے) ہیکل کے متعلق بھی صحیح اندازہ نہیں۔ مزید ہر چہ انا جیل کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ انا جیل کھلے طور پر ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔

پھر جیسی کچھ یہ کتابیں ہیں، ان میں بھی پند و نصائح کے اقوال ہیں۔ شریعت اور ضابطہ کے قوانین کوئی نہیں موسیور نیان لکھتا ہے کہ ”حضرت“ مسیح کی تعلیم میں عملی اخلاقیات یا شرعی قوانین کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ صرف ایک مرتبہ شادی کے بارے میں آپ نے حتی طور پر کچھ فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی“۔ ۱۵۔

اسی طرح پروفیسر Joad اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

۱۶ I was also worried by the many inconsistencies.

مزید انا جیل کے متعلق پروفیسر جوڈ لکھتا ہے کہ:

سیاسی اور اقتصادی معاملات کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم افسوس ناک حد تک مبہم

ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسیحی علماء سرمایہ داری، استعماریت، غلامی، جنگ، قید و بند (دشمنوں کو) زندہ جلانا اور تکالیف دینا، غرض یہ کہ جس چیز کو چاہیں بلا وقت مسیح کی تعلیم ثابت کر سکتے ہیں۔

یہ ہے ان اناجیل اربعہ کی تاریخ تدوین و ترتیب لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ جو نسخے پہلی صدی عیسوی کے آخر کے مرتب ہوئے یا جنہیں چوتھی صدی میں نیقیہ کی کونسل نے منتخب کیا تھا، وہ اب تک موجود چلے آرہے ہیں دنیا میں اناجیل کے صرف تین قدیمی نسخے ہیں۔

قدیمی نسخہ:

پہلا نسخہ:

ایک ویٹیکن میں جس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ غالباً پانچویں یا چھٹی صدی کا ہے۔ اس نسخہ میں عہد نامہ عتیق و جدید کی کتابیں یونانی زبان میں ہیں لیکن مکمل نہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں بائبل میں ہوں گی ہی اتنی کتابیں جتنی اس نسخہ میں موجود ہیں۔ باقی کتابیں بعد کا اضافہ ہیں۔

دوسرا نسخہ:

دوسرا نسخہ اسکندریہ کا ہے جو آج کل برٹش میوزیم میں ہے۔ اس کے متعلق بھی خیال ہے کہ یہ پانچویں صدی سے پہلے کا نہیں۔ یہ بھی یونانی زبان میں ہے اور ناقص۔

تیسرا نسخہ:

یہ نسخہ سینا ہے جو روس کے (سابقہ) پایہ تخت پٹوگریڈ میں تھا اور جسے روسیوں نے انگلستان کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ یہ نسخہ چوتھی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں انجیل مرقس کی آخری بات، جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کا ذکر موجود نہیں۔ اس لیے اب رفتہ رفتہ یہ خیال پختہ ہو رہا ہے کہ یہ قصہ بعد کا اور الحاق ہے۔ ۷۱

اناجیل اربعہ کے علاوہ باقی کتابوں کی ترتیب:

عالم انسانیت میں Geddes Macgregor ایک ممتاز عالم دین سمجھے جاتے ہیں۔ جن کی

کتاب The bible in the making عالمی شہرت کی حامل ہے۔ عہد نامہ قدیم کے وجود میں آنے اور اس کی کتابوں کی ترتیب کے سلسلے میں مصنف اعظم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمانہ ماضی کے بہت سے مشہور و معروف استادوں اور علماء کی طرح اپنے اقوال و افعال کو تحریری شکل میں نہیں چھوڑا۔ مسیحی مذہبی دنیا میں عہد نامہ جدید میں تحریری شکل میں آنے والی سب سے پہلی تصنیف سینٹ پال کے تبلیغی خطوط ہیں۔ جو تقریباً سن ۵۰ء سے لے کر سن ۶۵ء تک کے زمانہ میں لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کی ترتیب پر علماء مسیحیت کا اتفاق نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ Thessalonians اور Galatians یعنی تھیسالونیوں اور گالاتیوں کے نام جو خطوط ارسال کیے گئے وہ تقریباً سب سے پہلے خطوط ہیں۔ ان خطوط کا مقصد یہ تھا کہ نئی نئی مسیحی امت کے مجھوں کو دینی تعلیم دی جا سکے مسیحیت کے دنیاوی اصولوں سے اور کسی قدر روزمرہ کی زندگی کے اصول و ضوابط سے واقف کرایا جاسکے۔ مسیحی دنیا میں سینٹ پال کے خطوط بڑی محبت و لگن کے ساتھ پڑھے اور سنے جاتے تھے۔ کیوں کہ اس زمانہ میں خط بہت ہی نادر اشیاء میں شمار ہوتے تھے اور جو خط جتنی دور سے آتا تھا اس کی اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی تھی۔ اس لیے یونان اور ترکستان کے علاقے یروشلم سے دور دراز ہونے کی وجہ سے یروشلم اور اس کے نواحی علاقوں سے بھیجے گئے سینٹ پال کے خطوط بڑی محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور قیمتی خزانہ کی طرح سے ان کو محفوظ رکھا جاتا تھا۔ سینٹ پال کو رومی شہنشاہ نیرون نے سن ۶۵ء میں کچھ الزامات کی بنیاد پر پھانسی پر لٹکا دیا تھا اس لیے اس کی شہادت کے بعد اس کے خطوط کو اور بھی مزید محبت کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور بار بار ان کو پڑھا اور سنا جانے لگا۔

سینٹ پال کے خطوط کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائی امت کے لیے یا جو بھی شخص عیسائی امت میں کچھ مخصوص عقائد کے ساتھ داخل ہو جائے۔ اس کے لیے نجات دہندہ ہیں۔ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں دنیا میں جنم لیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اوتار ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے بعد موت و گناہ پر فتح یاب ہو کر پھر سے زندہ ہو گئے تھے۔ اگر کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام

کے سلسلے میں مذکورہ بالا عقائد نہیں رکھتا تو اس کا عیسائی ہونا عیسائی امت کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ ۱۸۔

### زبان:

سینٹ پال اور دوسرے متقدمین مسیحی مصنفین نے یونانی زبان کو استعمال کیا تھا کیوں کہ اس زمانہ میں یونانی زبان بین الاقوامی زبان تھی اور اقوام عالم سے رابطہ کا یہ ہی زبان واحد ذریعہ تھی جیسا کہ زمانہ ہذا میں انگریزی زبان اور انیسویں صدی میں فرانسیسی زبان سیاسی اور دیگر حلقوں میں یورپ اور اس کی کالونیوں میں استعمال ہوتی تھی۔ سینٹ پال جن لوگوں کو مسیحیت کی تعلیم پہنچانا چاہتے تھے ان کے شہروں اور قریوں میں یونانی زبان ہی استعمال ہوتی تھی حتیٰ کہ یونانی زبان سیریا (شام) اور فلسطین کے علاقوں میں بھی بولی جانے لگی تھی۔ حالانکہ یہ علاقے (تورات و انجیل) عبرانی زبان کے تھے اسی لیے سینٹ پال نے یونانی زبان کو استعمال کیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیمات آرامی زبان (Aramaic) زبان میں عوام الناس تک پہنچائی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آرامی زبان میں تعلیمات انجیل کے کچھ نمونے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) (Damsel Arise) Talitha cumi، اے نوجوان لڑکی اٹھ جاؤ۔

(۲) Eloi Eloi Lama Sabachthani My god my god why hast thou

who for saken me.

میرے خدا میرے خدا آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ ۱۹۔

سینٹ پال اپنی نسلی زبان عبرانی اور آبائی زبان آرامی سی بھی واقف تھے اور بڑی مہارت کے ساتھ آرامی بول اور لکھ بھی سکتے تھے اسی لیے عوام الناس کی خاطر سینٹ پال نے عبرانی یا آرامی کی بجائے یونانی کو ترجیح دی کیوں کہ عوام الناس کی زبان اور جن لوگوں میں اور علاقوں میں آپ کام کرنا چاہتے تھے ان کی زبان یونانی ہی تھی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں لکھا بھی جا چکا ہے۔ اگر سینٹ پال آرامی یا عبرانی زبان استعمال کیے ہوتے تو ان کی تصنیفات ایک محدود دائرے تک بطور خاص یہودیوں یا اہل شام تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہوتیں۔

جہاں تک عہد نامہ جدید کی اناجیل اربعہ کا تعلق ہے تو یہ چاروں کتب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اور جن کا نام قرآن میں انجیل ہے۔

سینٹ پال کے انتقال کے بعد ہی منظر عام پر آئیں جب کہ علماء نصاریٰ کو یہ خوف پیدا ہو گیا کہ تعلیمات مسیحی کہیں گم نہ ہو جائیں یا اس حد تک منحرف نہ ہو جائیں کہ حق و باطل میں پہچان بھی نہ ہو سکے اس لیے بہت سے مصنفین میدان میں اتر آئے لیکن مخصوص حالات کے تحت سینکڑوں مؤلفین میں سے صرف چار کی تالیفات ہی شرف قبولیت حاصل کر پائیں یہ چار مؤلفین اس طرح کے ہیں۔ (۱) سینٹ مرقس (۲) سینٹ متی (۳) سینٹ لوقا (۴) سینٹ یوحنا۔

اہل نصرانیت میں سے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے وجود میں آنے والی انجیل سینٹ مارک کی تالیف ہے جو تقریباً ۷۰ء میں یروشلم کے زوال کے وقت منظر عام پر آئی اس کے بعد سینٹ متی کی انجیل وجود میں آئی ۸۰ء میں اور انجیل متی کے تقریباً دس سال بعد انجیل لوقا اور اسی کی تالیف رسولوں کے اعمال ۹۰ء میں منظر عام پر آئے۔ انجیل یوحنا کی تالیف اور زمانہ میں علماء متقدمین اور متاخرین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن سرفریڈرک کیون Sir Frederic kenyon نے اپنی کتاب The Bible and Madern Scholarship London John Murry نے واضح طور پر دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ انجیل یوحنا پہلی صدی عیسوی کے خاتمہ سے پہلے ہی وجود میں آ چکی تھی۔

چاروں اناجیل کو مجموعی طور پر موجودہ ترتیب کے ساتھ مرتب کرنے کا ایک سبب یہ بھی مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ قدیم زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد آپ کی تعلیمات سے متعلق بہت سی کتابیں منظر عام پر آ گئیں ہر شخص اپنے نظریے سے آپ علیہ السلام کی تعلیمات پیش کرنے لگا ان سینکڑوں کتب میں موجودہ اناجیل اربعہ میں شامل تھیں۔ کوئی بھی شخص کچھ بھی لکھنے کے لیے آزاد تھا نتیجہ کے طور پر بہت سی کتب ایسی بھی منظر عام پر آ گئیں جو مسیحی تعلیمات سے بالکل مختلف تھیں یا تعلیمات انبیاء سے میل نہیں کھاتی تھیں۔ بطور خاص موجودہ اناجیل اربعہ اور مکتوبات حواریں



سے ساری ہی دیگر کتابیں واضح طور پر کم تر درجہ (Inferior) تھیں۔ نتیجہ کے طور پر عوام الناس میں موجودہ اناجیل اربعہ اور مکتوبات حواریں و مکتوبات رسول پال وغیرہ کو ترجیح دی اور باقی کتابوں کو نظر انداز کر دیا۔ سینٹ مارک نے سینٹ پیٹر کے نظریہ سے متی نے یہودی نظریہ سے لوقا نے سینٹ پال کے دوست کے نظریے سے اور سینٹ یوحنا نے اسی شخص کے نظریے سے اپنی انجیل کی تالیف کی جس نے احوال مسیح علیہ السلام کو صرف جانا ہی نہیں تھا بلکہ ان واقعات کو جن کی ترسیل غیر یہود لوگوں تک پہنچانی تھی۔ ان پر غور و خوض بھی کر لیا تھا۔

موجودہ اناجیل اربعہ اور رسولوں کے اعمال جو حقیقت میں عیسائیت کی قرن اول کی تبلیغی تاریخ کا ریکارڈ ہے یہ پانچوں کتابیں اقوام عالم کے لیے بطور خاص نصاریٰ کے لیے بشارت ثابت ہوئیں اسی لیے ان پانچوں کتابوں کو ان کی اہمیت اور نظریے کے پیش نظر عہد نامہ جدید کے آغاز میں ہی رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ اناجیل اربعہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہی ہیں اور رسولوں کے اعمال نامی کتاب بارہ حواریں اور رسول پال کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہیں اس لیے علماء و نصاریٰ نے ان پانچوں کتابوں کو عہد نامہ جدید کے مقام اول پر ہی رکھا ہے۔ جہاں تک عہد نامہ جدید کی سب سے آخری کتاب مکاشفہ کا تعلق ہے۔ تو یہ کتاب رومی حاکم نیر و اور اس کے بعد دومیشن (Domition) کے ہاتھوں نصاریٰ پر ظلم و ستم اور قہر کے پہاڑ توڑے جانے کے بعد تقریباً پچانوے (۹۵) عیسوی میں لکھی گئی جس کا مصنف انجیل کے John نامی مؤلف کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جو یونانی اور عبرانی سے بخوبی واقف ہے زمانہ کے ترتیب کے اعتبار سے اس کتاب کو عہد نامہ جدید کے سب سے آخر میں رکھا گیا ہے۔ علماء نصاریٰ کی غالب رائے یہ ہے کہ عہد نامہ جدید کی ساری کتابیں ۱۲۰ء کے پہلے ہی لکھی جا چکی تھیں لیکن موجودہ زمانہ میں دستیاب تقدس ان کتابوں کو اسی زمانہ میں حاصل نہیں ہو پایا تھا۔ استبداد وقت کے ساتھ ساتھ عوام نصاریٰ کی نظر میں ان کتابوں کی اہمیت افادیت اور تقدس بڑھنے لگا اور ۱۵۰ء تک بطور خاص اناجیل اربعہ کی تلاوت بطور عبادت وجود میں آ گئی۔

- ۱۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں مصنف، علامہ غلام احمد پرویز، اشاعت، ۲۰۰۱ء، ناشر حمد پبلی کیشنز، دہلی، ۴۳
- ۲۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Edited by James Hastings, Vol. 11, p, 582
- ۳۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۳
- ۴۔ زوال مغرب، ج: ۲، ص: ۲۱۲، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۳
- ۵۔ دنیا کے بڑے مذاہب، مصنف عماد الحسن آزاد فاروقی، اشاعت ۱۹۹۲ء، ناشر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص: ۲۷۹
- ۶۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۴
- ۷۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۵
- ۸۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۵
- ۹۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۵-۴۶، بائبل، قرآن اور سائنس، مصنف: مورلیس بویے، ص: ۱۰۳
- ۱۰۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶
- ۱۱۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶
- ۱۲۔ حیات مسیح، ص: ۱۴-۱۸، بحوالہ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶ تا ۴۷
- ۱۳۔ The Fall of the Idols، مصنف: W.R. Inge، ص: ۲۶۱
- ۱۴۔ حیات مسیح، ص: ۱۴-۱۸، بحوالہ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۷
- ۱۵۔ حیات مسیح، ص: ۲۱۳، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶
- ۱۶۔ God and Evil. by C.E.M. Joad Faber and Faber limited 24 Ressel, Square London.
- ۱۷۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۹
- ۱۸۔ The Bible in the Making p-36
- ۱۹۔ The Bible in the Making p-36

## بَابِ پَنجَم

قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کا نزول، جمع اور ترتیب  
کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد

## قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کے نزول کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد

جمہور مفسرین اور تمام ارباب تحقیق اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ قرآن کریم ماہ رمضان اور شب قدر میں یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ اس کی تائید قرآن مجید اور صریح و صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔ قرآن خود بیان فرماتا ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ (رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا)

انا انزلناہ فی لیلة القدر۔ (بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا)

مسند امام احمد اور شعب الایمان للبیہقی میں واثلہ بن اسقع سے روایت ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراة لست مضین من

رمضان، والانجیل لثلاث عشرة خلت منه، والزبور لثمان عشرة

خلت منه والقرآن لاربعة وعشرين خلت من شهر رمضان۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت کا نزول ۶ رمضان کو اور انجیل ۱۳

رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو اور قرآن ۲۴ رمضان کو ہوا) (یہ ترجمہ بھی ہو سکتا ہے

کہ ۲۴ رگز رکز پچیسویں شب کو نزول قرآن ہوا ہو)

ابو عبد اللہ حاکم، مستدرک میں بطریق منصور عن سعید بن جبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ

عنہما سے روایت کرتے ہیں:

انزل القرآن جملة واحدة فی لیلة القدر ألی السماء الدنیا وکان

بمواقع النجوم، وكان الله ينزله على رسول الله صلى الله عليه

وسلم بعضه في اثر بعض -۴

(شب قدر میں قرآن کریم یکبارگی آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ اور ستاروں کے

غروب کی جگہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یکے بعد دیگرے تھوڑا

تھوڑا نازل فرماتا رہا)

یہ حدیث امام بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔۵

حضرت ابن عباس ہی سے بطریق داؤد بن نہد، عکرمہ راوی ہیں:

قال انزل القرآن جملة واحدة الى السماء الدنيا في ليلة القدر ثم

انزل بعد ذلك لعشرين سنة -۶

(فرمایا قرآن یکبارگی شب قدر میں آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا پھر اس کے بعد ۲۰

برس تک نازل ہوتا رہا۔

جب کہ عہد نامہ جدید کے نزول کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ عہد نامہ جدید کے نزول کے

تعلق سے قرآن کریم میں انجیل کا لفظ متعدد بار آیا ہے۔ یہاں پر صرف ان آیات کو ذکر کیا جا رہا ہے

جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل مقدس کے نزول کا تذکرہ ہے۔

(۱) وقفینا علی آثارهم بعیسیٰ ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ

من التوراة وآتیناہ الانجیل فیہ ہدی ونور -۷

اذ علمتک الکتاب والحکمة التوراة والانجیل -۸

وقفینا بعیسیٰ ابن مریم وآتیناہ الانجیل -۹

ويعلمہ الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل -۱۰

قال ابی عبد اللہ آتنی الکتاب وجعلنی نبیا -۱۱

مذکورہ آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ من جانب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔ جس کا نام انجیل ہے۔ لفظ انجیل یونانی ہے جس کے معنی بشارت اور خوشخبری کے ہیں۔ خود عہد نامہ جدید میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ انجیل مرقس میں ہے کہ پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری (انجیل) کی منادی کی۔ اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے توبہ اور خوشخبری (انجیل) پر ایمان لاؤ۔ ۱۲ جو کوئی میری اور انجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اسے بچائے گا۔ ۱۳ اور اس نے ان سے کہا کہ تم دنیا میں جا کر ساری مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ ۱۴ اور ضروری ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔ ۱۵

انجیل متی میں ہے کہ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں اس خوشخبری (انجیل) کی منادی کی جائے گی یہ بھی جو اس نے کیا اس کی یادگاری میں کہا جائے گا۔ ۱۶

ان حوالوں میں تو لفظ انجیل کا ذکر ہے اور بہت سے مقامات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو کلام سے تعبیر کیا ہے۔ انجیل یوحنا میں ہے کہ یسوع نے ان یہودیوں سے کہا جنہوں نے اس کا یقین کیا تھا کہ اگر تم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے۔ ۱۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں سے کہا کہ ”میں جانتا ہوں کہ تم ابراہام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی نسل سے ہو تو بھی میرے قتل کی کوشش میں ہو کیوں کہ میرا کلام تمہارے دل میں جگہ نہیں پاتا۔ ۱۸ انجیل یوحنا میں ہے مسیح نے جواب میں انھیں کہا میرے ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۹

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا کا کلام انجیل کے نام سے نازل ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو انجیل کی منادی کرنے کا بھی حکم دیا۔ مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول وحی کے ذریعہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا

جیسے جیسے ضرورت محسوس ہوتی گئی ویسے ویسے قرآن نازل ہوتا گیا۔ لیکن انجیل کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے پہلے تو یہ کہ یہ ایک ہی وقت میں نازل ہوئی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کس تاریخ میں نازل ہوئی اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

- ایک قول یہ ہے کہ انجیل ۴ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ ۲۰
- دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۲ رمضان المبارک کو انجیل کا نزول ہوا۔
- تیسرا قول یہ ہے کہ انجیل کا نزول ۱۳ رمضان المبارک کو ہوا۔ ۲۱
- اور چوتھا قول یہ ہے کہ ۱۸ رمضان المبارک کو انجیل کا نزول ہوا۔ ۲۲



۱. سورة البقرة، پ: ۲، ع: ۷
۲. سورة القدر، پ: ۳۰
۳. فتح الباری لابن حجر العسقلانی، ج: ۹، ص: ۵
۴. مستدرک حاکم، ج: ۲، ص: ۲۲۲
۵. الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۱۵۶
۶. مستدرک، ج: ۲، ص: ۲۲۲، الاتقان، ج: ۱، ص: ۱۵۶
۷. سوره مائده: آیت: ۴۶
۸. سوره مائده، آیت: ۱۱۰
۹. سورة الحديد، آیت: ۲۷
۱۰. سوره عمران، آیت: ۴۸
۱۱. سوره مریم، آیت: ۳۰
۱۲. انجیل مرقس، باب: ۱، آیت: ۱۵
۱۳. انجیل مرقس، باب: ۹، آیت: ۲۵
۱۴. انجیل مرقس، باب: ۱۵، آیت: ۱۶
۱۵. انجیل مرقس، باب: ۱۳، آیت: ۱۰
۱۶. انجیل متی، باب: ۲۶، آیت: ۱۳
۱۷. انجیل یوحنا، باب: ۸، آیت: ۳۱
۱۸. انجیل یوحنا، باب: ۸، آیت: ۲۷
۱۹. انجیل یوحنا، باب: ۱۴، آیت: ۲۴
۲۰. حاشیه شرح عقائد، ص: ۱۰۱، بحوالہ معلومات قرآن، مفتی محمد مسعود شروانی مظاہری
۲۱. عمدۃ القاری شرح بخاری، ج: ۱، ص: ۷۶، بحوالہ، معلومات قرآن، مفتی محمد مسعود شروانی مظاہری
۲۲. البدایہ والنہایہ، ج: ۲، ص: ۷۸



## قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جسے اپنی بعض اہم خصوصیات کی بنا پر تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ قرآن کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی محفوظیت ہے جس کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن مجید عہد نبوی میں جس صورت میں تھا بعینہ آج بھی اسی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس کے الفاظ، جملے، ترتیب کسی میں بھی ادنیٰ تغیر واقع نہیں ہوا ہے۔ ہمارے قدامت نے تدوین قرآن کی جو تاریخ بیان کی ہے اس کی رو سے یہ تدوین تین مراحل میں مکمل ہوئی۔

اول: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں پورے قرآن کو مختلف اشیاء پر لکھوا

دیا تھا۔

دوم: حضرت صدیق اکبر نے اپنے دور خلافت میں انھیں یکجا کر دیا اور آخر میں حضرت عثمان نے جب یہ محسوس کیا کہ اہل عجم کے کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو جانے کی وجہ سے قراءتوں اور لب و لہجہ کے اختلاف سے فتنہ کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے تو انھوں نے اس کے سد باب کے لیے چند جلیل القدر صحابہ پر مشتمل ایک ٹیم کے ذریعہ قرآن کریم کا ایک مستند نسخہ تیار کرایا، یہ نسخہ دیگر مصاحف سے اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ اس میں قراءتوں کے اختلافات کو ختم کر دیا گیا تھا اور اس کی سورتوں کی ایک مستقل ترتیب مقرر کی گئی تھی۔ اس نسخہ کے تیار ہو جانے کے بعد اس کی سات کاپیاں تیار کرائی گئیں اور انھیں مختلف اسلامی ریاستوں میں بھیج دیا گیا ساتھ ہی یہ فرمان بھی جاری کر دیا گیا کہ اسی مصحف کو اصل

سمجھا جائے اور وہ تمام مصاحب نذر آتش کر دیئے جائیں جو اس سے مختلف ہیں۔  
 قرآن مجید کے لکھنے کا اہتمام تین مرتبہ کیا گیا اور ہر مرتبہ کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہیں:  
 پہلی مرتبہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں۔

دوسری مرتبہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں۔

تیسری مرتبہ: حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں۔

پہلے پیغمبروں پر جو کتابیں نازل کی گئی تھیں ان کو لکھ کر محفوظ کیا جاتا تھا۔ قرآن بھی آسمانی کتاب ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے صرف یاد کر لینے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ پرانے طریقہ کو جاری رکھا۔ آپ نے وحی الہی لکھنے کے لیے صحابہ کرام میں سے کچھ خاص لوگوں کو اس اہم خدمت کے لیے منتخب فرمالیا تھا۔

وحی کے مشہور لکھنے والوں کے علاوہ صحابہ کرام میں سے متعدد لوگ بطور خود قرآن کریم لکھتے تھے۔ اور ان کے پاس اپنا اپنا لکھا ہوا مصحف تھا جس کو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے یا آپ سے حفظ کرنے کے بعد لکھا تھا، مثلاً مصحف حضرت عبداللہ بن مسعود، مصحف حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مصحف حضرت عائشہ، مصحف حضرت ابی بن کعب، مصحف حضرت عثمان بن عفان، مصحف حضرت تمیم دارمی، مصحف حضرت ابوالدرداء، مصحف حضرت ابویوب انصاری، مصحف حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت زید بن ثابت کے پاس بھی ان کے لکھے ہوئے مصاحف تھے۔ ۳۔  
 حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے کا مشہور واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کے گھر میں قرآن مجید کے کچھ اوراق دیکھے تھے جن کو پڑھ کر اسلام کی صداقت ان کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اسلام لے آئے۔ اس سے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ مکہ میں جو پڑھے لکھے مسلمان تھے وہ قرآن لکھ لیا کرتے تھے۔ ۴۔

پورا قرآن عہد رسالت میں لکھا جا چکا تھا مگر اس کی آیتیں اور سورتیں یکجا نہ تھیں۔ اولین شخص

جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مطابق اس کو مختلف صحیفوں میں جمع کیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵

ابو عبد اللہ محاسبیؒ اپنی کتاب ’فہم السنن‘ میں رقم طراز ہیں:

”قرآن کی کتابت کوئی نئی چیز نہ تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود اس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ البتہ وہ کاغذ کے ٹکڑوں، شانہ کی ہڈیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر بکھرا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر نے متفرق جگہوں سے اس کو یکجا کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب اشیاء یوں تھیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اوراق منتشر پڑے ہوں اور ان میں قرآن لکھا ہوا ہو۔ ایک جگہ جمع کرنے والے حضرت ابو بکر نے ان اوراق کو جمع کر کے ایک دھاگے سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے کوئی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔ ۷

جیسے اردو کے بعض محاورات والفاظ میں خود فصحاء اہل زبان کا اختلاف ہے۔ اسی طرح مختلف قبائل عرب کا عربی زبان میں بہت کچھ اختلاف تھا۔ مثلاً جس کلمہ مضارع کا عین ماضی میں مکسور ہو اس کی علامت مضارع اب.ن کو غیر اہل حجاز کسرہ دیتے۔ اسی طرح علامت مضارع ی کو جب کہ اس کے بعد کوئی دوسری ی ہو۔ اس لیے وہ تَعْلَمَ کو تَعْلَمَ، يَيْقُظُ کو يَيْقُظُ بولتے۔ ۸

بنی ہذیل حتی کو عتی کہتے۔ اہل مدینہ کے یہاں تابوت کا لفظ تابوہ تھا بنی قیس کا ف تانیث کے بعدش بولتے۔ صربک بجائے ضربکش کہتے ہیں۔ اس طریق تلفظ کو کشکشہ قیس سے تعبیر کیا جاتا۔ بنی تمیم ’ان‘ ناصبہ کو ’عن‘ کہتے اسی طرح ان کے نزدیک لیس کے مشابہ ماو لا مطلقاً عامل نہیں۔ ماہذا بشر، ان کے لغت پر ماہذا بشر ہوگا اس طرح کے بہت سے اختلاف تھے۔ ۹ یوں ہی طرزِ ادا مثلاً تَفْخِيم و تَرْقِيق (پر اور باریک پڑھنا) ادغام، اظہار، امالہ، تحقیق، ہمزہ، تخفیف، ہمزہ وغیرہ میں اختلاف ہے۔

حضرت حذیفہ ایک جنگ سے واپس آئے تو گھر جانے سے پہلے حضرت عثمان کے

پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین، لوگوں کو تھا میے، فرمایا کیا بات ہے؟

کہا میں سرحدِ ارینہ کی لڑائی میں شریک ہوا تو دیکھا کہ شام والے ابی بن کعب کی قرأت پر قرآن پڑھتے ہیں جسے اہل عراق نے نہیں سنا۔ اور عراق والے ابن مسعود کی قرأت پر پڑھتے ہیں جیسے اہل شام نے نہیں سنا تو ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے۔

خود حضرت عثمان کے یہاں ایک طرح کا اختلافی مقدمہ پہنچا ابن اشدہ نے ایوب کے طریق سے ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ ”مجھ سے انس بن مالک نامی عامر کے ایک شخص نے بیان کیا کہ عثمان کے عہد میں قرآن کے اندر اس قدر اختلاف تھا کہ پڑھنے والے بچوں اور پڑھانے والوں کے درمیان تلوار چل گئی تھی۔ حضرت عثمان کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا۔ ’لوگ میرے سامنے ہی قرآن کو جھٹلانے اور اس میں غلطی کرنے لگے ہیں‘ غالباً جو مجھ سے دور ہوں گے وہ ان کی نسبت سے کہیں بڑھ کر جھٹلاتے اور غلطیاں کرتے ہوں گے۔“

یہ ایک فتنے کی ابتداء تھی جس کا انجام بڑا ہی خطرناک اور اندوہ ناک ہو سکتا تھا اس لیے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس کے دفاع کے لیے ممتاز صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کیا اور اپنی رائے پیش کی جس پر تمام حضرات نے فیصلہ کر دیا کہ اب ضروری ہو گیا ہے کہ تمام قبائل عرب بلکہ ساری دنیا کو ایک لغت پر جمع کر دیا جائے اور زبانِ نزول کے مطابق قرآن کے متعدد نسخے تیار کر کے دیارِ اوصار میں بھیج دیئے جائیں اور سب کے لیے اسی کی پابندی ضروری قرار دی جائے۔

تدوینِ اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا۔ تمام سورتوں اور تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوینِ ثانی میں ہر سورت کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئی۔ اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے۔ مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر میں نہ آسکی اس لیے عہدِ عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو۔ اور جو قرآن الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے۔ اسے ایک مصحف کی شکل میں دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ

بندی کر دی جائے۔

ابن سعد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی داؤد، ابن الانباری، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک سے تدوین ثالث کی تفصیل یوں روایت کی ہے:

حضرت حذیفہ بن الیمان شام و عراق والوں کے ساتھ مل کر ارینہ و آذربائیجان کی فتح میں جنگ کر رہے تھے جب انھوں نے قرأت قرآن میں لوگوں کا اختلاف دیکھا تو گھبرا اٹھے۔ معرکہ کے بعد حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا امیر المؤمنین اس امت کو وہ وقت آنے سے پہلے تھا میس جب کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے۔ ۱۲

حضرت عثمان نے یہ بات سن کر حضرت حفصہ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں انھیں بھیج دیجیے۔ تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ ۱۳

ام المؤمنین حضرت حفصہ نے وہ صحائف حضرت عثمان کو بھجوا دیئے اور حضرت عثمان نے زید بن ثابت عبد اللہ بن زبیر سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور تینوں قریش بزرگوں سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کی درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیوں کہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشیوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمان کے حکم کی تعمیل کی۔ ۱۴

یہ واضح رہے کہ انجیل اپنی موجودہ شکل میں صرف وحی آسمانی کا نام نہیں ہے بلکہ بہ ملفوظات اور تاریخ کا مجموعہ ہے جس میں مصلوبیت مسیح کے بعد کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان واقعات کی روایت نہ حضرت مسیح کر سکتے ہیں اور نہ ان کا تعلق وحی سے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ وحی ہوتی تو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوتی تو مصلوبیت اور حیات ثانیہ کا تعلق پیشن گوئی سے آتا۔ لیکن انجیل روایات کا مجموعہ ہے اور اس حقیقت کو عیسائی علماء اور مستشرقین تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انجیل قرآن کے

بجائے حدیث کے طرز کی کتاب ہے جس میں حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام دونوں کے اقوال ہیں فرشتے انھیں لے کر نہیں آئے۔ اصل انجیل میں ان روایات کو شامل کرنے کے بعد انجیل کی حیثیت خالص آسمانی کتاب کی باقی نہ رہ سکی۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جس کا اعتراف عیسائی بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ خالص آسمانی کتاب ہوتی تو انجیلوں میں حضرت عیسیٰ کے بعد ان کے حواریوں اور شاگردوں کے اقوال نہ جمع کیے جاتے۔ چاروں انجیلیں اسی لیے ایک دوسرے سے مختلف ہیں ابتداء اور انتہا کا فرق ہے۔ بیانات کا بھی فرق ہے۔ جس طرح سے بخاری اور مسلم اور ترمذی و مؤطا امام مالک الگ الگ تصنیفات ہیں بہت سی مشترک حدیثوں کے باوجود ان میں باہم اختلاف بھی ہے۔ یہی حال انجیلوں کا بھی ہے۔ اس لیے انسانی آمیزش کے بعد انجیل کی حیثیت اب قرآن کے برابر نہیں رہی۔ ۱۵۔

عہد نامہ جدید جو خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ مصلوبیت کے بہت بعد مرتب ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بعد عیسائی عہد نامہ قدیم کی پیروی کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے نام پر جو انجیلیں مرتب ہو رہی تھیں ان کی تعداد ۲۷۰ تک پہنچ گئی تھی غیر یہودیوں کے اس مذہب میں داخلہ کے ساتھ بہت سے فرقے پیدا ہوئے ہر فرقے کے پاس ایک انجیل تھی ۳۲۵ عیسوی کے بعد ان بے شمار انجیلوں میں سے ایک مذہبی کونسل نے چار انجیلوں کا انتخاب کیا۔ موجودہ عہد نامہ جدید چار انجیلوں پر مشتمل ہے۔ انجیل متی (Mathew) ان انجیل اربعہ کے علاوہ کچھ رسالے اور کچھ خطوط اس مجموعہ میں شامل ہیں جن کی مجموعی تعداد ۲۲ ہے۔ ان انجیلوں میں بہت سی آیات ایک دوسرے کی مشابہ ہیں لیکن بیان میں اور ترتیب میں فرق ہے۔ مصنفین کے اختلاف کی وجہ سے مضمون و بیان میں بھی اختلاف ہو گیا ہے۔ ترتیب بھی الگ الگ ہے۔ خود عیسائی اعتراف کرتے ہیں کہ عہد نامہ جدید کی ستائیس کتابوں سے پانچ تاریخی ہیں یعنی چار انجیلیں اور کتاب اعمال، اکیس کتابیں اعتقادی ہیں اور غیر مستند ہیں۔ سولہویں صدی میں رومن

کیتھولک پوپ کے خلاف بغاوت شروع ہوئی یہ بغاوت رومن کیتھولک پادری مارٹن لوتھر نے شروع کی تھی۔ باغیوں کی جماعت پروٹسٹنٹ کے نام سے مشہور ہوئی مارٹن لوتھر نے بائبل کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا اور ڈیڑھ ہزار سال سے مستند اور مسلم مانے جانے والی بائبل کی کچھ کتابوں کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ کتابیں بے آمیز نہیں ہیں بلکہ اس میں تحریف کی گئی ہے۔ ان رسالوں اور کتابچوں کو اس نے بائبل سے خارج کر دیا اور اس طرح ایک بائبل سے دو بائبلیں وجود میں آ گئیں۔ ایک کیتھولک کی بائبل دوسرے پروٹسٹنٹ کی بائبل۔ کوئی بائبل ایسی نہیں ہے جس کے پورے متن پر اور ترجمہ پر سب کا اتفاق ہو۔ یہی وہ کتاب مقدس ہے جسے عیسائی مشنریاں دنیا میں پھیلاتی ہیں۔ انسانی آمیزش کے نتیجہ میں اس کتاب مقدس میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن سے انبیاء کرام کی عظمت اور عصمت دونوں مجروح ہوتی ہیں۔ ۱۶۔

(اسلام کو مستثنیٰ کر کے دیگر مذاہب کی طرح) عیسائیت کا سرچشمہ بھی تاریخی اعتبار سے قابل اعتبار نہیں۔ عیسائیت کا ماخذ اناجیل اربعہ کو مانا جائے تو یہ بات مسلم ہے اور خود عیسائی بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ان انجیلوں کو نہ تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے املا کرایا تھا بلکہ انھوں نے ان انجیلوں کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ مزید یہ کہ ان انجیلوں کی اصل عبرانی اور یونانی زبان میں تھی اور وہ اصل دنیا سے ناپید ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ صرف وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی ناپید ہے بلکہ انجیلیں بھی روئے زمین پر نہیں پائی جاتی تھیں۔ جنھیں حواریین نے مرتب کیا تھا صرف ان کے ترجمے پائے جاتے ہیں۔ ان سب پر مستزاد یہ کہ ان انجیلوں کے لکھنے والے غیر معروف لوگ ہیں اور ان کے حالات تاریخ کی روشنی میں نہیں ہیں۔ ۱۷۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا وهذه قطعة من الحديث الطويل فانطلقت به خديجة حتى اتت به ورقه بن نوفل بن اسد بن عزی ابن عم خديجة وكان امراء تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العبراني فيكتب من الانجيل بالعبرانية

ماشاء الله ان يكتب (رواة البخاری)

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک بہت بڑی حدیث منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کی ابتداء ہوئی اور حضرت خدیجہ نے وہ حال سنا تو حضرت خدیجہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ورقہ بیٹے نوفل بیٹے اسد بیٹے عبدالعزیٰ اپنے چچہ بھائی کے پاس لائیں، اور وہ زمانہ اسلام سے پہلے عیسائی ہو گئے تھے اور وہ لکھتے تھے انجیل کو عبرانی میں، جس قدر کہ خدا لکھواتا تھا، پس اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ حدیثوں میں اسی انجیل کا ذکر ہے جو اس زمانہ میں مروج تھیں، اور ہم کو تاریخ سے بالیقین ثابت ہوتا ہے کہ مقدس متی کی انجیل دراصل عبرانی میں تھی۔ ۱۸

وہ کتب مقدسہ جو اب ہمارے ہاتھوں میں ہیں، بالکل ان اصل کتابوں کے مطابق ہیں، جن کو الہامی لکھنے والوں نے لکھا تھا یا نہیں ہیں ہماری مذہبی کتابوں سے صرف اتنی بات پائی جاتی ہے کہ یہ کتابیں جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس تھیں ان میں باہم اختلاف تھا۔ بخاری میں انس ابن مالک سے ایک بڑی حدیث ہے، اس کا تذکرہ ہے۔

بخاری باب جمع القرآن، فقال حذیفہ لعثمان یا امیر المؤمنین ادرك هذه الامته قبل ان تختلفوا فی الكتاب اختلاف اليهود والنصارى الى آخره۔

ترجمہ: کہ حضرت حذیفہ نے حضرت عثمان سے کہا کہ اسے مسلمانوں کے سرداران لوگوں کی (یعنی مسلمانوں کی) اس سے پہلے خبر لے، کہ یہ لوگ اپنی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں ایسے مختلف ہو جاویں جیسے یہودی اور عیسائی اپنی اپنی کتاب میں مختلف ہو گئے ہیں۔ پس اس حدیث سے اس قدر پایا جاتا ہے کہ ان کتابوں میں بلاشبہ اختلاف عبارت موجود ہیں۔ چنانچہ تمام مسیحی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ ۱۹



- ۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۸-۲۰۷
- ۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۰۷ تا ۲۱۴
- ۳۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۵۸
- ۴۔ علوم القرآن، قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، ص: ۵۸
- ۵۔ علوم القرآن، ڈاکٹر صبیحی صالح، ص: ۱۰۶-۱۰۷
- ۶۔ حارث بن اسد محاسبی کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپ فقہ و اصول فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔
- ۷۔ البرہان، ج: ۱، ص: ۲۳۸، علوم القرآن، صحیحی صالح، ص: ۱۰۷، الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۱-۲۱۰
- ۸۔ تدوین قرآن مولانا محمد احمد مصباحی، ص: ۷۲
- ۹۔ تدوین قرآن مولانا محمد احمد مصباحی، علوم القرآن
- ۱۰۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، تفسیر ابن جریر طبری، ج: ۱، ص: ۲۱
- ۱۱۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲
- ۱۲۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، علوم القرآن، ڈاکٹر صبیحی صالح، ص: ۱۱۲، سیرت ضیاء النبی، ص: ۵۸۸
- ۱۳۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، علوم القرآن، ڈاکٹر صبیحی صالح، ص: ۱۱۲
- ۱۴۔ الاتقان، ج: ۱، ص: ۲۱۲، تفسیر طبری، ج: ۱، ص: ۲۰-۲۱، سیرت ضیاء النبی، ص: ۵۸۹
- ۱۵۔ مطالعہ مذاہب، ڈاکٹر محسن عثمانی، ندوی، اشاعت ۱۹۹۸ء، نئی دہلی، ص: ۱۳۳، ۱۳۳
- ۱۶۔ مطالعہ مذاہب، ڈاکٹر محسن عثمانی، ندوی، اشاعت ۱۹۹۸ء، نئی دہلی، ص: ۱۳۸، ۱۳۷
- ۱۷۔ مطالعہ مذاہب، ڈاکٹر محسن عثمانی، ندوی، اشاعت ۱۹۹۸ء، نئی دہلی، ص: ۱۴۰-۱۳۹
- ۱۸۔ تبیین الکلام فی تفسیر التوراة والانجیل علی ملۃ الاسلام، مصنف سرسید احمد خاں، ۲۰۰۴ء سرسید اکیڈمی، ج: ۱، تیسرا مقدمہ، ص: ۲۴
- ۱۹۔ تبیین الکلام فی تفسیر التوراة والانجیل علی ملۃ الاسلام، مصنف سرسید احمد خاں، ۲۰۰۴ء سرسید اکیڈمی، ج: ۱، آٹھواں مقدمہ، ص: ۹۶

## قرآن کریم اور عہد نامہ جدید کی ترتیب کے اعتبار سے یکسانیت اور تضاد

جیسا کہ باب گزشتہ میں ذکر ہوا ہے کہ: تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا اور تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی۔ تدوین ثانی میں ہر سورہ کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئیں، اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہو گئے۔ مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر نہ آسکی اسی لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک تیسری تدوین ہو جائے جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو اور جو قرآن الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفوں کی شکل میں ہے اسے ایک مصحف کی شکل دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کر دی جائے۔

چنانچہ یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و توقیف سے ہوئی۔ یا اجتہاد صحابہ سے؟ یہ بحث دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

(۱) ترتیب آیات۔ (۲) ترتیب سور

بے شمار نصوص اور اجماع امت سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور وحی الہی پھر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تمام آیات کی تدوین ہوئی ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن المنذر، ابن ابی داؤد، ابن الانباری، ابوعبیدہ، نحاس، ابن حبان، ابونعیم، ابن مردویہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روای ہیں۔

میں نے حضرت عثمان سے عرض کیا آپ نے سورہ انفال اور سورہ براءت کے درمیان بسم اللہ

الرحمن الرحیم نہ لکھ کر دونوں کو متصل کیوں کر دیا؟ حالاں کہ 'انفال' 'مثنیٰ' سے اور براءت 'مبین' سے ہے۔ اور پھر انہیں 'سبع طوال' میں کیوں شامل کر دیا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتیں۔ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کاتب وحی کو بلا کر حکم فرماتے کہ یہ آیات اس سورہ میں لکھ لو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے۔ اور سورہ انفال مدینہ میں ابتداءً نازل شدہ سورتوں میں سے تھی اور سورہ براءت نزول میں قرآن کی آخری سورت تھی اور مضمون دونوں سورتوں کا ملتا جلتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضور ﷺ نے ہم سے بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ اسی سے ہے۔ اب میں نے مضمون کی یکسانی سے یہی سمجھا کہ سورہ براءت سورہ انفال ہی سے ہے اس لیے میں نے دونوں کو متصل کر دیا اور درمیان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہ لکھی اور اسے میں نے سات لمبی سورتوں میں رکھا۔

بخاری نے ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً اس آیت کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ اس لیے تم اس کو نہ لکھو یا اس کو چھوڑ دو عثمان نے جواب دیا اے برادر زادہ! میں قرآن کے کسی شے کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹاؤں گا۔ ۲

ابن ابی داؤد نے ابو عالیہ کے طریق پر ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے قرآن جمع کیا اور جب وہ سورۃ براءت کی آیت ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبہم بانہم قوم لا یفقیہون پر پہنچے تو خیال کیا کہ یہ آخر میں نازل ہوئی ہے اسی وقت ائی نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد بھی مجھے دو آیتیں پڑھائی ہیں۔ لقد جاءکم رسول تا آخر سورہ۔ علامہ مکی اور دیگر علماء کا قول ہے کہ سورتوں میں آیتوں کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے ہوئی ہے۔ اور آپ نے آغاز سورۃ براءت میں اس بات کا حکم نہیں دیا۔ لہذا وہ بلا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے چھوڑ دی گئی۔ ۳

قاضی ابوبکر نے کتاب الانتصار میں لکھا ہے 'آیتوں کی ترتیب ایک وجہی امر اور لازمی حکم ہے کیوں کہ جبریل ہی اس بات کو کہہ دیا کرتے تھے کہ فلاں آیت فلاں جگہ پر رکھو۔ اور قاضی ابوبکر ہی کا قول ہے کہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ تمام قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے لکھے جانے کا حکم دیا، اس کو منسوخ نہیں کیا۔ اور نہ اس کے نزول کے بعد اس کی تلاوت کو رفع کیا۔ وہ یہی قرآن ہے جو مابین الدفتین پایا جاتا ہے۔ اور جس کو مصحفِ عثمانی حاوی ہے۔ اس قرآن میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ کسی طرح کی زیادتی۔ اس کا نظام و ترتیب اسی انداز پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی ترتیب فرمائی ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورتوں کی آیتوں کے یکے بعد دیگرے رکھ کر ترتیب دیا۔ نہ اس میں سے کسی پچھلی آیت کو آگے کیا اور نہ آگے کی آیت کو پیچھے کیا۔ پھر امت نے ہر ایک سورہ کی آیتوں کی ترتیب ان کی جگہوں اور موقعوں کو اسی طریقہ پر ضبط کیا اور برقرار رکھا جس طرح انہی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے خاص قراءتوں کو اور نفس تلاوت کو سیکھا تھا اور ممکن ہے کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کر دی ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ کام خود نہ کیا ہو بلکہ اپنے بعد امت کے لیے ترک کر دیا ہو۔

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ صحابہ نے صرف قرآن کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی نہ کہ اسے ترتیب دینے کی۔ اس واسطے کہ بلاشبہ قرآن اسی ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان دنیا پر نازل فرمایا پھر اسے بوقت ضرورت تفریق کے ساتھ نازل فرماتا رہا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تلاوت کی ترتیب نزول کی ترتیب کے علاوہ ہے۔

ابن الحصار کا قول ہے کہ سورتوں کی ترتیب اور آیتوں کا ان کی جگہوں میں رکھنا محض وحی کے ذریعہ سے عمل میں آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرمادیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ رکھو۔ اور اس ترتیب کا یقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی نسبت متواتر نقل سے حاصل ہوا ہے۔ اور اس بات سے بھی کہ صحابہ کا اسے مصحف میں اسی طرح رکھنے پر اجماع ہے۔

سورتوں کی ترتیب کا بیان جس میں یہ ثبات کیا گیا ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا صحابہ نے اپنے اجتہاد سے یہ ترتیب قائم کی ہے سورتوں کی ترتیب کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا خیال یہ ہے کہ موجودہ ترتیب صحابہ کے اجتہاد کا نتیجہ ہے ان لوگوں میں مالک اور قاضی ابوبکر بھی (اپنے دو قولوں میں سے ایک قول کی وجہ سے) شامل ہیں۔

ابن فارس کا قول ہے کہ قرآن کی جمع کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم سورتوں کی ترتیب ہے۔ مثلاً سات بڑی سورتوں کا مقدم کرنا اور ان کے بعد میں سورتوں کو رکھنا۔ تو اس قسم کی ترتیب صحابہ نے ہی کی ہے۔ مگر دوسری قسم کی ترتیب یعنی آیتوں کا سورتوں میں مرتب کرنا یہ ترتیب توقیفی ہے اور اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ پر انجام دیا ہے جس طرح جبریل نے آپ کو منجانب اللہ بتایا تھا۔

اور جن امور سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے منجملہ ان کا ایک امر یہ ہے کہ سلف کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کا اختلاف تھا۔

سلف صالحین میں سے بعض صحابہ ایسے تھے جنہوں نے اپنے مصحف کو نزول کی ترتیب پر مرتب کیا تھا اور یہ علی کا مصحف تھا جس کے اول میں سورۃ اقرآ تھی پھر المدثر، تبت اور تکویر یکے بعد دیگرے یونہی مکی اور مدنی سورتوں کے آخر تک ترتیب دی گئی تھی۔ اور ابن مسعود کے مصحف میں سب سے پہلے سورہ بقرہ تھی پھر سورہ نساء اور اس کے بعد سورہ آل عمران نہایت سخت اختلاف کے ساتھ اور اسی طرح پر اور دیگر صحابہ کے مصاحف تھے۔ ۶۔

کرمانی نے اپنی کتاب البرہان میں بیان کیا ہے کہ سورتوں کی یہ ترتیب اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی ہے اور اسی ترتیب پر ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس جمع شدہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور اپنے سال وفات میں آپ نے جبریل سے قرآن کے دو دور فرمائے اور نزول میں سب سے پہلی آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ تھی۔ اس کی بابت

جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ اسے آیت ربوا آیت دین دونوں کے بیچ میں رکھے۔ ۷

طبی کا قول ہے کہ قرآن سب سے پہلے لوح محفوظ سے ایک ہی مرتبہ مکمل آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔ اور پھر وہ ضرورتوں کے مطابق اترتا رہا۔ اور آخر میں وہ مصاحف کے اندر اسی ترتیب و نظام کے ساتھ ثبت کیا گیا۔ جیسا کہ لوح محفوظ میں ثبت ہے۔ ۸

ابو جعفر النحاس کا بیان ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ اس ترتیب پر سورتوں کی تالیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمائی ہے۔ جس پر واثلہ کی حدیث اعطیت مکان التوراة السبع الطوال (کہ توراة کی جگہ مجھے سبع طوال دی گئی ہیں) دلالت کرتی ہے۔ لہذا یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ قرآن کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ماخوذ اور انہی کے وقت سے چلی آرہی ہے اور مصحف میں قرآن اسی ایک ہی طریقہ پر جمع کیا ہے کیوں کہ یہ حدیث تالیف قرآن کی بابت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پیش کرتی ہے۔

ابن الحصار کا قول ہے کہ سورتوں اور آیتوں کا ان کی جگہوں پر رکھنا صرف وحی کے ذریعہ سے انجام پایا تھا۔

ابن حجر کا قول ہے کہ یہ بات کچھ غیر ممکن نہیں کہ بعض یا بیشتر سورتوں کی باہمی ترتیب توقیفی ہو کیوں کہ سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر جن امور سے استدلال کیا جاتا ہے منجملہ ان کی ایک وہ حدیث بھی ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے بواسطہ اوس بن ابی حذیفہ اشقی سے روایت کیا ہے۔ حذیفہ نے کہا ہے کہ میں اس وفد کے لوگوں میں شامل تھا جو قبیلہ ثقیف میں سے قبول اسلام کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ تا آخر حدیث اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا مجھ پر قرآن کا ایک حزب (منزل) طاری ہو گیا تھا (یعنی قرآن کی ایک منزل پڑھنا معمول بن گیا تھا) چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ جب تک اسے تمام نہ کر لوں اس وقت تک باہر نہ نکلوں۔ لہذا ہم

لوگوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا 'تم لوگ قرآن کی منزلیں کس طرح پر کرتے ہو؟' صحابہ نے جواب دیا: ہم قرآن کی منزلیں تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ سورتوں کی کیا کرتے ہیں اور آخری منزل مفصل سورہ ق سے کرتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کو ختم کر دیتے ہیں۔ ۹۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھ کو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین مفصل میں اور دو سورہ حج میں ہیں۔ ۱۰۔

اس حدیث سے بھی ترتیب آیات و سورت ثابت ہوتی ہے۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں تین مفصل میں دو سورہ حج میں ہیں۔

ابن حجر کا قول ہے کہ یہ حدیث اس لیے صاف بتا رہی ہے چوں کہ آج مصحف میں جس انداز سے سورتوں کی ترتیب پائی جاتی ہے۔ یہی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی تھی۔ نیز لکھا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس زمانہ میں صرف مفصل کی منزل مرتب ہو۔ باقی سورتوں کی نہیں۔ ۱۱۔

مزید علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جو بات اس بارے میں سب سے زیادہ دل کو لگتی ہے وہ یہی ہے کہ قول ہے یعنی یہ کہ براءۃ اور انفال کے سوا باقی جملہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ ۱۲۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صحیفہ ربانی (انجیل) اپنے حواریوں کو دے کر گئے تھے تاریخ اس کے متعلق بالکل ساکت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف براری کے بعد، چوں کہ عام عقیدہ کے مطابق، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے منتظر تھے۔ اس لیے انجیل کی ترتیب و تدوین کی طرف کسی کی توجہ نہ ہو سکی۔ ۱۳۔

بعد میں جب عیسائی کلیسا، یہودی اور غیر یہودی عناصر کی کشمکش کی رزم گاہ بن گیا تو ان مختلف خیال فرقوں نے اپنی اپنی انجیلیں مرتب کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تحقیق کی رو سے اس زمانہ میں قریب (۳۴) انجیلوں کا پتہ چلتا ہے یہ انانجیل درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

سوانح حیات تھیں، جنہیں ان روایات کی رو سے مرتب کیا گیا تھا جو اس زمانہ میں عام طور پر رائج تھیں۔ ۱۴

سپنگر لکھتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کے دوست اور شاگرد بوڑھے ہو گئے اور یروشلم میں اس جماعت کا صدر آپ کا بھائی تھا تو انہوں نے ان قصص و روایات کو جو عام طور پر زبان زد خلایق تھیں، یکجا مرتب کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری مرتب کی۔ یہی انجیل ہے۔ ۱۵

عماد الحسن آزاد فاروقی اپنی کتاب دنیا کے بڑے مذاہب میں نقل کرتے ہیں کہ عیسائیت کی اولین مقدس تحریریں جو عہد نامہ جدید کے مجموعہ میں شامل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جاننے کے لیے ہمارا واحد بنیادی ماخذ ہیں اس مجموعہ میں چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہبی نقطہ نظر سے لکھی گئی سوانح ہیں۔ ۱۶

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی زبان آرامی تھی لیکن حیرت ہے کہ ان ۳۴ اناجیل میں سے (سوائے ایک کے جو اب مفقود ہے) کوئی بھی آرامی زبان میں نہ تھی سب کی سب یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان خطوط کی تھی جو حواریوں کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔ ان کی تعداد قریب ۱۱۳ تک شمار ہوتی تھی۔ نیقیہ کی مشہور کونسل (منعقدہ ۳۲۵ء) میں یہ تمام لٹریچر سامنے رکھا گیا اور ان سے چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) رسولوں کے اعمال، پولس، یعقوب، پطرس یوحنا اور یہودا کے خطوط اور مکاشفات یوحنا منتخب کر لیے گئے اور باقی اناجیل اور خطوط کو وضعی (ابو کریفہ) قرار دے دیا گیا۔ ۱۷ جو کچھ منتخب کیا گیا، اسے عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے۔ دنیا نے عیسائیت میں یہ مقدس آسمانی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ چاروں اناجیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے مرتب کیا۔ رسولوں کے اعمال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔ خطوط وہ ہیں جو مختلف کلیساؤں اور دوسرے لوگوں کے نام تبلیغی طور پر لکھے گئے اور مکاشفات یوحنا حواری کے مکاشفہ پر مشتمل ہے۔



نیقیہ کی کونسل میں ان کتابوں کا انتخاب بھی عجیب و غریب طریقے سے عمل میں آیا۔ یہ کونسل شہنشاہ قسطنطین کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ اس میں سلطنت روما کے اطراف و جوانب سے دو ہزار اڑتالیس (۲۰۴۸) مندوبین شامل ہوئے۔ قسطنطین نے خود اس کی صدارت کی۔ اس کونسل کے انعقاد سے مقصد یہ تھا کہ کلیسا کے مختلف فرقوں میں جو اختلاف پیدا ہو چکے ہیں ان میں باہمی تطبیق و توفیق کی صورت پیدا کر کے ایک متفقہ علیہ مذہب کی تشکیل ہو جائے۔ کونسل کی بحث و جدل نے ایسی شدت اختیار کی کہ ۱۷۳۰ مندوبین کو باہر نکال دینا پڑا۔ بقایا ۳۱۸ بھی کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچ سکے کہ مختلف فرقوں کی اناجیل میں سے کسے باقی رکھا جائے اور کسے مسترد کر دیا جائے۔ بالآخر انھوں نے ایک رات تمام کتابوں کو فرش پر بکھیر دیا۔ صبح آ کر دیکھا تو کچھ کتابیں اور خطوط میز کے اوپر رکھے تھے۔ جو کتابیں اور خطوط میز کے اوپر رکھے تھے ان صحیفوں کو مقدس سمجھ کر منتخب کر لیا گیا اور باقی کتابوں کو مسترد کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کونسل کی روئداد مذکور ہے کہ: ”جو کچھ ان تین سو پادریوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کر لیا، اسے خداوند کی خوشنودی سمجھ لینا چاہیے۔ بالخصوص اس لیے کہ ان قابل ہستیوں کے دل میں روح القدس سمارہا تھا۔ جس نے انھیں خداوند کی مرضی کی طرف راہنمائی کر دی۔ ۱۸۔

ان کتابوں میں عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق متی کی انجیل سب سے قدیم ہے۔ لیکن اس کے متعلق نہ تو یہی متعین ہو سکا ہے کہ اس کا مؤلف کون ہے۔ اور نہ ہی یہ کہ کس سنہ میں مرتب ہوئی۔ عہد تالیف کے متعلق عام طور پر خیال ہے کہ یہ ۶۱ء اور ۶۵ء کے درمیان مرتب ہوئی۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سب سے قدیمی انجیل، متی کی نہیں بلکہ مرقس کی ہے جس کا ذکر سب سے پہلے یوسی بس نے اپنی تاریخ کلیسا میں، چوتھی صدی میں کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مرقس نے (جو یہودی الاصل تھا) ۶۴ء میں اسے مرتب کیا تھا۔ ۱۹۔

تیسری انجیل لوقا کی ہے یہ غیر یہودی مؤرخ تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے پہلی صدی کے آخر میں اس انجیل کو مرتب کیا۔ ۲۰۔

چوتھی انجیل یوحنا کی ہے۔ اگرچہ اسے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری یوحنا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن جدید تحقیق یہ ہے کہ اس کا مؤلف ایک اور یوحنا تھا جو ایشیائے کوچک کا رہنے والا تھا۔ اس نے پہلی صدی کے آخر میں اس انجیل کو مرتب کیا۔ اس انجیل میں فلسفہ یونان کی پوری پوری چاشنی موجود ہے۔ ۲۱۔

انا جیل اربعہ کے علاوہ باقی کتابوں کی ترتیب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زمانہ ماضی کے بہت سے مشہور و معروف استادوں اور علماء کی طرح اپنے اقوال و افعال کو تحریری شکل میں نہیں چھوڑا۔ مسیحی مذہبی دنیا میں عہد نامہ جدید میں تحریری شکل میں آنے والی سب سے پہلی تصنیف سینٹ پال کے تبلیغی خطوط ہیں۔ جو تقریباً سن ۵۰ء سے لے کر سن ۶۵ء تک کے زمانہ میں لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کی ترتیب پر علماء مسیحیت کا اتفاق نہیں ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ Thessalonians اور Galatians یعنی تھیسالونیوں اور گلاٹھیوں کے نام جو خطوط ارسال کیے گئے وہ تقریباً سب سے پہلے خطوط ہیں۔ ان خطوط کا مقصد یہ تھا کہ نئی نئی مسیحی امت کے مجھوں کو دینی تعلیم دی جاسکے مسیحیت کے دنیاوی اصولوں سے اور کسی قدر روزمرہ کی زندگی کے اصول و ضوابط سے واقف کرایا جاسکے۔ مسیحی دنیا میں سینٹ پال کے خطوط بڑی محبت و لگن کے ساتھ پڑھے اور سنے جاتے تھے۔ کیوں کہ اس زمانہ میں خط بہت ہی نادر اشیاء میں شمار ہوتے تھے اور جو خط جتنی دور سے آتا تھا اس کی اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی تھی۔ اس لیے یونان اور ترکستان کے علاقے یروشلم سے دور دراز ہونے کی وجہ سے یروشلم اور اس کے نواحی علاقوں سے بھیجے گئے سینٹ پال کے خطوط بڑی محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور قیمتی خزانہ کی طرح سے ان کو محفوظ رکھا جاتا تھا۔ سینٹ پال کو رومی شہنشاہ نیرو نے سن ۶۵ء میں کچھ الزامات کی بنیاد پر پھانسی پر لٹکا دیا تھا اس لیے اس کی شہادت کے بعد اس کے خطوط کو اور بھی مزید محبت کی نظر سے دیکھا جانے لگا اور بار بار ان کو پڑھا اور سنا جانے لگا۔ ۲۲۔

جہاں تک عہد نامہ جدید کی انا جیل اربعہ کا تعلق ہے تو یہ چاروں کتب جو حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اور جن کا نام قرآن میں انجیل ہے۔

یہ بھی انا جیل اربعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں اور رسولوں کے اعمال نامی کتاب بارہ حواریں اور رسول پال کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہیں اس لیے علماء و نصاریٰ نے ان پانچوں کتابوں کو عہد نامہ جدید کے مقام اول پر ہی رکھا ہے۔ جہاں تک عہد نامہ جدید کی سب سے آخری کتاب مکاشفہ کا تعلق ہے۔ تو یہ کتاب رومی حاکم نیر و اور اس کے بعد دو میٹشن (Domition) کے ہاتھوں نصاریٰ پر ظلم و ستم اور قہر کے پہاڑ توڑے جانے کے بعد تقریباً پچانوے (۹۵) عیسوی میں لکھی گئی جس کا مصنف انجیل کے John نامی مؤلف کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے جو یونانی اور عبرانی سے بخوبی واقف ہے زمانہ کے ترتیب کے اعتبار سے اس کتاب کو عہد نامہ جدید کے سب سے آخر میں رکھا گیا ہے۔

علماء نصاریٰ کی غالب رائے یہ ہے کہ عہد نامہ جدید کی ساری کتابیں ۱۲۰ء کے پہلے ہی لکھی جا چکی تھیں لیکن موجودہ زمانہ میں دستیاب تقدس ان کتابوں کو اسی زمانہ میں حاصل نہیں ہو پایا تھا۔ استبداد و وقت کے ساتھ ساتھ عوام نصاریٰ کی نظر میں ان کتابوں کی اہمیت افادیت اور تقدس بڑھنے لگا اور ۱۵۰ء تک بطور خاص انا جیل اربعہ کی تلاوت بطور عبادت وجود میں آگئی۔ ۲۳

## (حواشی)

- ۱۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۱۵، مسند احمد، ج: ۱، ص: ۳۳۳-۳۳۴، طبع دارالحدیث القاہرہ، علوم القرآن، صحیح صالح، ص: ۱۰۵،
- ۲۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ بقرہ، بحوالہ: تحقیقات اسلامی، ص: ۵۰،
- ۳۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۱۹، ۴۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۱۹،
- ۵۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۰، ۶۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۰،
- ۷۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۱، ۸۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۱،
- ۹۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۳،
- ۱۰۔ تاریخ القرآن، عبدالصمد صارم، ص: ۴۲،
- ۱۱۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۳،
- ۱۲۔ الاقان، ج: ۱، ص: ۲۲۳،
- ۱۳۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں مصنف، علامہ غلام احمد پرویز، اشاعت، ۲۰۰۱ء، ناشر حمدہ پبلی کیشنز، دہلی، ۴۳،
- ۱۴۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۳،
- ۱۵۔ زوال مغرب، ج: ۲، ص: ۲۱۲، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۳،
- ۱۶۔ دنیا کے بڑے مذاہب، مصنف عماد الحسن آزاد فاروقی، اشاعت ۱۹۹۲ء، ناشر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص: ۲۷۹،
- ۱۷۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۴،
- ۱۸۔ بحوالہ، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۵،
- ۱۹۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۵-۴۶،
- ۲۰۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶،
- ۲۱۔ مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، ص: ۴۶،
- ۲۲۔ The Bible in the Making p-36
- ۲۳۔ The Bible in the Making p-38-39

## کتابیات

- ۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، جلد: ۱، تحقیق فواز احمد زمری، ناشر: فیصل پبلی کیشنز، دیوبند، ۲۰۰۶ء
- ۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، اشاعت ۱۹۷۸ء، جلد: ۱۶
- ۳۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، الخطب القسطانی، مطبع، نولکشور، جلد: ۷
- ۴۔ اظہار الحق، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک، مولانا اکبر علی صاحب) ناشر حافظ بک ڈپو، دیوبند، جلد: ۱
- ۵۔ انجیلیں اور تثلیث، سید حامد علی، اشاعت ۱۹۶۵ء، ناشر: ادارہ شہادت حق، میرٹھ، یوپی
- ۶۔ بائبل، قرآن اور سائنس، مصنف مورلیس بوکائی، اشاعت ۱۹۸۳ء، ناشر: تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی
- ۷۔ بائبل اختلافات سے لبریز ہے، ماخوذ از کتاب اظہار الحق، ترتیب مولانا مشیر احمد قاسمی دیناچوری، شائع کردہ، رد عیسائیت کمیٹی دارالعلوم دیوبند،
- ۸۔ بخاری شریف، جلد: ۲، مکتبہ رشیدیہ دہلی
- ۹۔ بخاری شریف، جلد: ۱، مکتبہ رشیدیہ دہلی
- ۱۰۔ البدایہ والنہایہ، الامام عماد الدین ابی الفداء اسماعیل عمر بن کثیر، اشاعت، ۱۹۳۳ء، مطبع، دار الفکر العربی
- ۱۱۔ البرہان فی علوم القرآن، الامام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی، اشاعت ۱۹۰۸ء، ناشر: دار الحیاء الکتاب العربیہ، مصر
- ۱۲۔ تاریخ قرآن، عبد القیوم ندوی، کراچی سعیدی
- ۱۳۔ تاریخ قرآن مفتی عبداللطیف رحمانی، ۱۹۸۳ء، مکتبہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی
- ۱۴۔ تاریخ قرآن، عبدالصمد صارم، اشاعت ۱۳۵۹ھ، ناشر: حیدر آباد، دکن
- ۱۵۔ تاریخ قرآن مجید، پروفیسر سید محمد سلیم، اشاعت، ۱۹۹۸ء، ناشر دعوت الکیہ، اسلام آباد
- ۱۶۔ تدوین قرآن، مصنف مولانا محمد احمد مصباحی، اشاعت ۲۰۰۵ء، ناشر: مجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ

- ۱۷۔ ترتیب القرآن، منشی محمد خلیل الرحمن صاحب، اشاعت ۱۹۲۳ء، ناشر بابو فیروز الدین کوآپریٹو پریس، لاہور
- ۱۸۔ تعارف قرآنی خود قرآن کی زبانی، مرتبہ: ایم عبدالرحمن خاں، اشاعت ۱۹۵۸ء، ناشر: پرنٹر و پبلشر، اشرف پریس، لاہور
- ۱۹۔ تعمیر حیات، پندرہ روزہ، ۲۵، جنوری، ۲۰۰۸ء، لکھنؤ
- ۲۰۔ تفسیر ابن جریر طبری، طبع بالمعابد، المیمیہ، مصر جلد: ۱
- ۲۱۔ تفسیر ابن کثیر، اشاعت ۱۹۸۰ء، ناشر: مکتبۃ الریاض الحدیثہ، جلد: ۴
- ۲۲۔ تفسیر ضیاء القرآن، مفسر قرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد: ۵، اشاعت ۱۹۸۹ء، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔
- ۲۳۔ تدوین قرآن (قرآن کے تحفظ پر ایک تاریخی نظر) حضرت سید مناظر احسن گیلانی، اشاعت ۱۹۵۱ء، ناشر مکتبہ برہان، دہلی
- ۲۴۔ تہذیب التہذیب، مجلس دائرۃ المعارف، ریاض النظامیہ الکائنۃ، فی الہند (حیدرآباد) جلد: ۳
- ۲۵۔ جمع قرآن، مولف: مولوی محمد علی صاحب، اشاعت: ۱۹۱۷ء، مطبوعہ: مفید عام پریس، لاہور
- ۲۶۔ دنیا کے بڑے مذاہب، مصنف: عماد الحسن، آزاد فاروقی، اشاعت ۱۹۹۲ء، ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی
- ۲۷۔ رد عیسائیت، مصنف حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی، بابت ۱۴۱۷ھ، ناشر: دفتر محاضرات علمیہ دارالعلوم دیوبند
- ۲۸۔ سیرت الرسول ﷺ، المعروف ضیاء النبی، مصنف: پیر محمد کرم شاہ الازہری، اشاعت ۱۹۹۴ء، ناشر: مجمع المصباحی، مبارکپور، اعظم گڑھ
- ۲۹۔ علوم القرآن قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی، اشاعت ۱۹۸۰ء، ناشر: ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
- ۳۰۔ علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، اشاعت: ۲۰۰۳ء، ناشر فرید بک ڈپو، (پرائیویٹ لمیٹڈ) عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، عبد الوحید خاں، ناشر، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

- ۳۱۔ عیسائیت کیا ہے۔ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی، اشاعت ۱۹۹۵ء، ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، یوپی
- ۳۲۔ فتح الباری لابن حجر العسقلانی، جلد: ۹، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔
- ۳۳۔ قرآن اور اس کی تعلیمات عبدالقیوم ندوی، اشاعت ۱۹۵۳ء، ناشر، لکھنؤ
- ۳۴۔ قرآن اور اس کے حقوق، مولانا حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی، اشاعت ۱۹۸۰ء، ناشر: مکتبہ نعمانیہ، دیوبند
- ۳۵۔ قرآن حکیم، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی، ناشر مجلس معارف القرآن، دیوبند
- ۳۶۔ قرآن کریم مطبوعہ ماہنامہ، آستانہ دہلی
- ۳۷۔ قرآن مجید اور انجیل مقدس، مولانا محمد عثمان فارقلیط، ۱۹۷۲ء، ناشر الجمعۃ بک ڈپو، دہلی
- ۳۸۔ قرآن مجید کا تعارف، مولانا صدر الدین اصلاحی، اشاعت ۱۹۷۴ء، ناشر مرکزی، مکتبہ اسلامی، دہلی
- ۳۹۔ کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ) بائبل، سوسائٹی ہند، بنگلور،
- ۴۰۔ کنز العمال، اشاعت ۱۳۶۲ھ، طبع جمعیت دائرۃ المعارف العثمانیہ الکاظمیہ، حیدرآباد،
- ۴۱۔ مذاہب عالم کی آسامی کتابیں، مصنف علامہ غلام احمد پرویز، اشاعت ۲۰۰۱ء، ناشر: حمدہ پبلی کیشنز، دہلی
- ۴۲۔ مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد: ۱،
- ۴۳۔ مستدرک حاکم، اشاعت ۱۳۴۱ھ طبع مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکاظمیہ، فی الہند، (حیدرآباد)
- ۴۴۔ مسلم شریف، اشاعت ۱۳۷۴ھ، مطبع کتب خانہ رشیدیہ، دہلی
- ۴۵۔ مسند احمد، طبع دار الحدیث، القاہرہ
- ۴۶۔ مسیحیت، تالیف متولی یوسف چلیپی، ترجمہ مولوی شمس تبریز خاں، اشاعت، ۱۹۷۶ء، ناشر: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ
- ۴۷۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، مطبع کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، سہارنپور
- ۴۸۔ معلومات قرآن، مفتی محمد مسعود شروانی مظاہری، اشاعت ۲۰۰۶ء، ناشر: شیروانی کتب خانہ، دہلی
- ۴۹۔ مناہل العرفان فی علوم القرآن، ناشر دار الحیاء الکتاب العربیہ، مصر، جلد: ۱



- ۵۰ مطالب قرآن ایک نظر میں، یعقوب سرور، اشاعت، ۲۰۰۰ء، ناشر حیدر آباد
- ۵۱۔ وحی اور اس کی حقیقت، محمد تقی عثمانی، اشاعت ۱۹۸۵ء
- ۵۲۔ Encyclopaedia Britanica , Published 1974, Printed Helen Hemingway Benton, London
- ۵۳۔ Encyclopaedia of Religion and Ethics, Edited by James Hastings. Vol. 2
- ۵۴۔ God and Evil: By C.E.M. Joad Faber and Faber 24 Ressel, Square London
- ۵۵۔ The Bible in the making, Written by Geddes Mac Gregor, Published 1961, Printed Clowes Ltd, London
- ۵۶۔ The Encyclopaedia of Islam, Edited by B. Lewis CH. Pellat and J. Schacht under the patronage of the international Union of Academies. Vol. 2
- ۵۷۔ The Fall of the Idols: By W.R. Inge
- ۵۸۔ The New English Bible, Published 1970, Printed in great Britain at the University Press. Oxford.